داکٹر حسین

مکتبہ اثریہ غازی پور انڈیا سے شائع ہونیوالا

ج (۱۱)

ش (۵)

دو ماہی مجلہ

زمزم

مکتبۂ اثریہ

Maktaba Asaria

سید واڑہ غازی پور (یو-پی) انڈیا

Qasimi Manzil

Syedwara - Ghazi Pur (U-P) India

Pin 233001 - Mobile : 0091-9453497685, 0091-9889572855

ایک فکر انگیز تحریر

ابن تیمیہ کے بعض معتقدات پر ایک طائرانہ نظر

کیا ابن تیمیہ علماء اہلسنت والجماعت میں سے ہیں؟

تالیف

محمد ابوبکر غازی پوری

مکتبہ اثریہ
قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور

ایک فکر انگیز تحریر

کیا ابن تیمیہ علماء اہلسنت والجماعت میں سے ہیں!

ابن تیمیہ کے اعتقادات کا ایک سرسری جائزہ

از

محمد ابوبکر غازی پوری

شائع کردہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور، یوپی، انڈیا

موبائیل نمبر ۹۴۵۱۰۰۶۴۹۹ فون۔ ۲۲۲۱۷۵۷ — ۰۵۴۸

پن کوڈ۔ ۲۳۳۰۰۱

mdajmalansari52@gmail.com

نام کتاب ——— کیا ابن تیمیہ علمائے اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟

مصنف ——— محمد ابوبکر غازی پوری

سنہ اشاعت ——— ۱۴۲۷ھ

صفحات ———

شائع کردہ ——— مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور، یوپی، ہند

تعداد اشاعت ——— گیارہ سو

قیمت ——— تیس ۳۰ روپے

اس نمبر اور پتہ سے رابطہ کریں

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل، سید واڑہ غازی پور، یوپی، انڈیا

موبائل۔ ۹۴۵۱۰۰۶۴۹۹

فون۔ ۰۵۴۸ — ۲۲۲۱۷۵۷

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

فہرستِ مضامین

محمد اجملؒ مفتاحی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امسال ۱۴۲۷ھ کے رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی غرض سے حرمین شریفین کا سفر ہوا، تو وہاں ملنے ملانے والوں میں دو تحریروں کا بڑا چرچا تھا۔ ایک کا نام تھا۔ "کیا علماء دیوبند اہل سنت ہیں؟" اور دوسرا ایک آٹھ ورقی عربی رسالہ تھا، جس کا نام "شجرۂ خبیثہ" تھا۔ پہلا والا رسالہ بھی اصلاً عربی میں لکھا گیا تھا جسکا عربی نام اس طرح تھا۔ "هل علماء الفرقة الديوبندية من اهل السنة والجماعة" پھر بعد میں اس کا اردو ترجمہ مذکورہ نام سے شائع ہوا، شجرۂ خبیثہ نامی عربی رسالہ میں ایک درخت کا نقشہ بنا کر اس کی ایک سیدھی شاخ سے بہت سی شاخیں نکالی گئی ہیں اور ان شاخوں میں پتیاں ہیں اور ہر پتی پر دنیا میں پھیلے ہوئے اسلامی جماعتوں اور صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں کا نام ہے، اور ان تمام فرقوں اور صوفیہ کے سلاسل کو گمراہ قرار دیا گیا ہے، اور ان کو اہل سنت سے خارج بتلایا گیا ہے، اور جڑ کو فکر صوفیہ کا مرکز قرار دیا گیا ہے اور یہ دکھلایا ہے کہ اسی سے تمام گمراہیاں پھیلی ہیں ـــــ اسی طرح اس میں ایک نقشہ ہے جس میں ایک سیدھی لکیر کھینچ کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ صرف یہی فرقہ جو غیر مقلدوں اور سلفیوں کا ہے مسلمان ہے ناجی اور کتاب و سنت والا ہے، اور اس لکیر کے دائیں بائیں بہتر لکیریں نکالی گئی ہیں اور اس میں اسلامی فرقوں کا نام لکھ کر جس میں دیوبندیہ

فرقہ کا بھی نام ہے، سب کو اسلام اور اہل سنت سے خارج دکھلایا گیا ہے، یہ تو عربی والے چھوٹے کتابچہ کا حال ہے۔

اردو والے رسالہ میں کیا ہے وہ نام ہی سے ظاہر ہے کہ اس رسالہ میں خاص طور پر علمائے دیوبند پر کرم فرمایا گیا ہے، ان کی کتابوں سے اور زیادہ تر بریلوی بدعتی عالم ارشد القادری کی مشہور کتاب زلزلہ سے علماء دیوبند اور خاندان شاہ ولی اللہ کے افراد کی طرف منسوب کرامات اور مکاشفات وغیرہ کے واقعات لے کر علمائے دیوبند اور دیوبندی جماعت کو اہلسنت سے خارج دکھلایا گیا ہے اور ان کرامات و مکاشفات کے واقعات کو علمائے دیوبند کے عقائد کی اساس بتلایا گیا ہے۔ صاحب رسالہ لکھتا ہے:

" جب ان علمائے دیوبند کے عقائد کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے موازنہ کرتے ہیں تو بنیادی امور میں واضح فرق ظاہر ہوتا ہے " ص۱

اور لکھتا ہے کہ:

" علمائے دیوبند اس شخص کو ولی جانتے ہیں جو احادیث رسول اللہ سننے سے انکار کرے اور براہ راست اللہ سے سننے کا دعوی کرے " ص۱۱

اور لکھتا ہے کہ:

" علمائے دیوبند نے دعوی کیا ہے کہ ہمیں عین بیداری کی حالت میں غیبی معاملات کے حقائق منکشف ہوتے ہیں " ص۱۵

اور لکھتا ہے کہ:

" صوفیائے دیوبند نے کرامات کی آڑ میں شرکیہ واقعات بیان کئے ہیں " ص۳۹

اور پھر چند واقعات لکھ کر لکھتا ہے:

" ایسے شرکیہ واقعات کو تسلیم کرنے والے اور ماننے والے اہل سنت نہیں ہو سکتے " ص۴۵

اور پھر اخیر میں یہ فیصلہ سنایا ہے کہ ایسے تمام لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ہے جو معتقد ہیں

اور صوفیائے کرام کو ماننے والے ہیں، پھر مزید ترقی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ائمہ اہل سنت ان کو مرتدین میں شمار کر کے انھیں واجب القتل قرار دیتے ہیں" ص ۹

اس رسالہ کے مشمولات یعنی خرافات کو ایک فکر انگیز تحریر بتلایا گیا ہے۔

صاحب رسالہ کی جرأت ایمانی کا حال یہ ہے کہ وہ اپنا نام نہیں ظاہر کرنا چاہتے یعنی دونوں عربی کتابچہ اور رسالہ بلا نام کے شائع ہوا ہے، البتہ اس کے مشتملات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا تیار کرنے والا کوئی پاکستانی یا ہندوستانی ہے، اور اس کے ساتھ کچھ غالی قسم کے سعودیہ کے سلفی بھی ہیں۔ یہ دونوں تحریریں، اس پتہ سے شائع کی جارہی ہیں۔

المکتب التعاونی للدعوۃ والارشاد وتوعیۃ الجالیات بالسلی

ص۔ب ۱۴۱۹ الریاض ۱۱۴۲۱ تیلیفون نمبر ۲۴۱۰۶۱۵۰

یہ دونوں تحریریں بڑے پیمانہ پر سعودیہ کے مختلف شہروں میں تقسیم کی جارہی ہیں، جب میں مدینہ پاک اور مکہ مکرمہ میں تھا تو وہاں کے دوستوں نے مجھ سے کہا کہ اس بارے میں آپ بھی کچھ تحریر فرمادیں، میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ کب تک ان کا پیچھا کرتے رہیں گے، وہ ایک بات کو جس کا جواب بار بار دیا جاچکا ہے، بار بار اچھالتے رہیں گے تو اس شرارت وفتنہ وفساد کا جواب کیا ہوسکتا ہے، مگر ان دوستوں کا اصرار بڑا شدید رہا تو میں نے عرض کیا کہ ہندوستان واپس ہو کر سوچوں گا، میں اٹھارہ رمضان کو واپس ہوا، اس کے بعد بھی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے فون پر دوستوں کا مطالبہ جاری رہا۔ رمضان کی مصروفیات کچھ اور ہی قسم کی ہوتی ہیں۔ قرآن پڑھنے اور سننے کے علاوہ کسی اور کام کی طرف طبیعت کا میلان نہیں ہوتا، رمضان بعد جب دو تین روز شوال کے گذر گئے تو اللہ نے یہ بات دل میں ڈالی کہ سلفی اور غیر مقلدین حضرات جن کو ائمہ اہل سنت بتلاتے ہیں ان میں سب سے معیاری قسم کا امام اہل سنت ان سلفیوں کے نزدیک حافظ ابن تیمیہ ہیں ذرا ان امام اہل سنت صاحب کے عقائد کو بھی چھانا پھٹکا جائے کہ وہ کس حد تک کتاب وسنت اور اسلاف کرام کے عقائد کے مطابق ہیں، میرے پاس ابن تیمیہ کی چند کتابیں فتاوی کے علاوہ بھی تھیں بس انھیں کو ہاتھ میں لے کر یہ تحریر

شروع کردی جو آئندہ آپ کے سامنے آرہی ہے، اور دو تین روز میں یہ مختصر رسالہ تیار ہوگیا ہے، سلفی حضرات اس رسالہ کو غور سے پڑھیں اور یہ فیصلہ کریں کہ جن کے عقائد اس قسم کے ہوں کیا ان کو اہل سنت میں شمار کریں گے؟ یا وہ امام اہل سنت ہو سکتا ہے؟ اور جو فرقہ اس کا متبع ہو اس کی گمراہی میں کوئی شک ہو سکتا ہے؟ میں نے اس رسالہ کا نام سلفیوں کی تقلید میں کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت میں سے ہیں؟ رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس فرقہ سلفیہ کے شر و فساد سے امت اسلامیہ کو محفوظ رکھے، یہ فرقہ عالمی فتنہ بنتا جا رہا ہے، اور اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ کا کھلونا بنا ہوا ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

۷ر شوال ۱۴۲۷ھ

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

غیر مقلدین اور سلفیوں کی منطق کا ذکر خیر

غیر مقلدیت اور سلفیت حاضرہ وقت حاضر کا سب سے بڑا فتنہ ہے، پورا عالم اسلام اس فتنہ سے دوچار ہے، اور سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اس فتنہ کا سد باب کیسے ہو، کتاب وسنت کا نام لے کر ان سلفیوں اور غیر مقلدین نے پوری امت کو گمراہ قرار دینے کا ٹھیکا لے رکھا ہے، اکابر امت سے بیزاری ان کا مزاج بن گیا ہے، اور اسلاف کی روش سے الگ روش ان کی طبیعت بن گئی ہے، کبار امت کی شان میں گستاخیاں کرنے کو انھوں نے دین کی خدمت سمجھ رکھا ہے، اور اپنے فرقہ کے سوا تمام امت کو اسلام سے خارج قرار دینا ان کے نزدیک سب سے بڑا دینی جہاد ہے، مذاہب اربعہ ان سلفیوں کے نزدیک باطل ہیں، اور صوفیاء کے تمام طرق گمراہی کا راستہ ہے، تصوف ان کے نزدیک تمام ضلالتوں کی اصل اور جڑ ہے، اور نوافل اور ذکر واذکار کی کثرت ان کے نزدیک بدعت ہے۔ قیاس اجماع سے شرعی مسائل میں استدلال کرنا حرام ہے، یہ احناف کے پکے دشمن ہیں اور دیوبندیوں کے نام سے ان کے جسم سے غیظ وغضب کی چنگاریاں نکلتی ہیں اور حسد وبغض کے شرارے ابلتے ہیں۔

اس وقت میرے نزدیک سلفیوں کی دو چیزیں نئی ہیں، ایک تو ایک پمفلٹ نما چند صفحات کا نہایت قیمتی کاغذ پر بہت خوب صورت چھپا ہوا عربی کتابچہ ہے

جس کا نام "شجرۂ خبیثہ" ہے، اور دوسرا ایک رسالہ ذرا ضخیم ہے، جو پہلے عربی میں چھپا تھا اور اس کا نام عربی میں "هل علماء الفرقة الديوبندية من اهل السنة والجماعة؟" تھا، اور اب اس کا اردو اڈیشن بھی شائع کیا گیا ہے، جس کا نام ہے "کیا علماء دیوبند اہل سنت ہیں؟" اور مذکورہ پمفلٹ اور اس کتاب کو عربی و اردو دونوں کو سعودیہ میں یہ سلفی حضرات بعض بدقسمت سعودیوں کے تعاون سے خوب پھیلا رہے ہیں اور علماء دیوبند کے خلاف عرب علماء کے مزاج کو بگاڑ رہے ہیں۔

پمفلٹ اور اس کتاب کا لکھنے والا کون ہے پمفلٹ اور کتاب پر اس کا نام نہیں ہے بہرحال یہ طے ہے کہ اس پمفلٹ اور اس کتاب کی تیاری میں ہند و پاک کے سلفیوں یعنی غیر مقلدوں کا ہاتھ ہے، پمفلٹ کا ذکر تو بعد میں آئے گا، کتاب کے مشمولات پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا سارا مواد بریلوی بدعتی عالم ارشد القادری کی کتاب زلزلہ سے لیا گیا ہے، ظاہر بات ہے کہ یہ کام کوئی عرب عالم نہیں کرے گا، یہ کام تو کسی ہندوستانی و پاکستانی بہادر غیر مقلد کا ہے جس کو اپنے نام کے اظہار کی بھی جرأت نہ ہو سکی۔

اس کتاب کے مصنف کی منطق یہ ہے کہ اس نے کشف و کرامات کے واقعات کو علماء دیوبند کے اعتقادات کی اساس بنایا ہے اور اس کی بنیاد پر علماء دیوبند اور دیوبندی جماعت کو کافر و مشرک اور گمراہ اور اہلسنت سے خارج قرار دیا ہے۔

اگر کشف و کرامات کے واقعات کو اعتقادات کی اساس قرار دینے کی منطق کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو نہ ابن تیمیہ شیخ الاسلام والمسلمین باقی رہیں گے نہ ابن قیم، نہ ان دونوں کے متبعین یعنی غیر مقلدین اور سلفیین گمراہی کے داغ سے اپنا دامن جھاڑ سکیں گے، بلکہ سب کے سب ان سلفیوں ہی کی منطق سے اسلام سے خارج قرار پائیں گے اور اگرچہ یہ غیر مقلدین سلفیین اہل حق کے نزدیک اہل سنت سے خارج ہی ہیں مگر بقول خود بھی یہ اہل سنت سے خارج ہو جائیں گے۔ آپ دیکھئے کہ غیر مقلدین کی منطق سے ابن تیمیہ کس طرح اہل سنت سے خارج ہو رہے ہیں۔

ولی کا کشف کس طرح کا ہوتا ہے

ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ جلد گیارہ میں فرماتے ہیں :

. فتارۃ یری الشئ نفسہ اذا کشف لہ عنہ وتارۃ یراہ متمثلا فی قلبہ الذی ھو مراٰتہ والقلب ھو الرائی ایضًا، وھٰذا یکون یقظۃ ویکون منامًا کالرجل یری الشئ فی المنام ثم یکون ایاہ فی الیقظۃ من غیر تغیر (ص ۶۳۸ / ج ۱۱)

یعنی ولی بذریعہ کشف کبھی بعینہ اسی شئ کو دیکھتا ہے۔ اور کبھی اس شئ کی صورت کو اپنے دل میں دیکھتا ہے، اور اس وقت دل کی مثال آئینہ کی ہوتی ہے، اور یہ مشاہدہ دل سے ہوتا ہے، اور اس طرح کا مشاہدہ بیداری میں بھی ہوتا ہے اور خواب میں بھی ہوتا ہے جس طرح آدمی خواب میں کوئی چیز دیکھتا ہے، پھر وہی چیز اسکو بلا کسی تبدیلی کے بیداری میں نظر آتی ہے۔

سلفی حضرات معلوم کریں کہ ان کے امام صاحب کہاں جا رہے ہیں کیا یہ بعینہ صوفیوں والا عقیدہ نہیں ہے ؟ اس کے باوجود ابن تیمیہ تو اہل حق میں سے ہیں اور صوفیاء کا طبقہ معاذ اللہ گمراہوں کا طبقہ ہے، اب اگر کوئی اللہ والا یہ کہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کسی اور ذات کو حالتِ بیداری میں دیکھا ہے تو اس نے کیا غلط کہا کہ اس پر غیر مقلدین کفر اور شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں، ابن تیمیہ کا بھی تو یہی عقیدہ تھا ؟

صوفیہ کی مطلقًا برائی کرنے والا حد اعتدال سے باہر ہے

ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ :

" طائفۃ ذمت الصوفیۃ والتصوف مطلقًا وقالوا انھم مبتدعون خارجون من السنۃ۔

وطائفة غلت فیهم وادعوا انهم افضل الخلق واکملهم بعد الانبیاء وکلا طرفی ھذہ الامور ذمیم۔

والصواب انهم مجتهدون فی طاعة اللہ کما اجتهد غیرهم من اهل طاعة اللہ ففیهم السابق المقرب حسب اجتهادہ وفیهم المقتصد الذی هو من اهل الیمین۔۔۔۔۔۔۔

ومن المنتسبین الیهم من هو ظالم بنفسه عاص لربه" (ص ۱۸ / ج ۱۱)

یعنی ایک جماعت نے مطلق صوفیہ اور تصوف کی برائی کی ہے، اور انکے بارے میں یہ کہا ہے کہ یہ بدعتیوں کا طبقہ ہے جو اہل سنت و الجماعت سے خارج ہے۔

اور ایک جماعت نے صوفیہ کے بارے میں غلو سے کام لیا ہے، اور انبیاء علیہم السلام کے بعد انکو سب سے افضل قرار دیا ہے، اور یہ دونوں باتیں مذموم ہیں۔

درست بات یہ ہے کہ صوفیاء اللہ کی طاعت کے مسئلہ میں مجتہد ہیں جیسے دوسرے اہل طاعات اجتہاد کرنے والے ہوتے ہیں، اسلئے صوفیاء میں مقربین اور سابقین کا درجہ حاصل کرنے والے بھی ہیں اور ان میں مقتصدین کا بھی طبقہ ہے جو اہل یمین میں سے ہیں اور اس طبقۂ صوفیہ میں سے بعض ظالم اور اپنے رب کے نافرمان بھی ہوتے ہیں۔

لیجئے حضرت ابن تیمیہ تو فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جن کو قرآن کی زبان میں مقربین اور اہل یمین کہا گیا ہے اور جن کا مقام اللہ کے یہاں انتہائی درجہ قربت کا ہے جن پر انعام الہٰی کی بارش ہوتی ہے، جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے، اور ابن تیمیہ یہ فرماتے ہیں کہ جو اس طبقہ کی مطلقاً برائی کرتا ہے وہ مذموم الشان ہے۔ اور ہمارے برادران غیر مقلدین مطلق تصوف کو حرام قرار دے رہے ہیں اور ان کے نزدیک سارے صوفیاء گمراہ ہیں۔

اب کوئی ان سے پوچھے کہ شریعت کا علم تم کو زیادہ تھا کہ قدوۃ الاسلام ابن تیمیہ کو، کتاب وسنت کے ماہر تم ہو کہ حجۃ الاسلام ماہر ہیں، حرام وحلال کی حقیقت کے تم بڑے عالم ہو کہ عارف

ربانی المقذوف فی قلبہ النور القرآنی بڑے عالم تھے ؟ معلوم ہوا کہ جو لوگ تصوف کی مطلقاً برائی کرتے ہیں وہ حد اعتدال سے خارج ہیں اور اہل سنت والجماعت سے باہر ہیں، یہی ابن تیمیہ کا فیصلہ ہے۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ خواص حضرات کشف کے ذریعہ لوگوں کا انجام معلوم کر لیتے ہیں

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

" واما خواص الناس فقد یعلمون عواقب اقوام بما کشف اللہ لہم "

(ص ۶۵ ج ۱۱ فتاویٰ)

یعنی اللہ کے مخصوص بندے کچھ لوگوں کے انجام کو بذریعہ کشف معلوم کر لیتے ہیں۔

سلفی حضرات آسمان کی طرف نہ دیکھیں، منہ نہ چڑھائیں، ہائے وائے نہ کریں، بلکہ صاف صاف بتلائیں کہ جس کا عقیدہ یہ ہو وہ کافر ہے کہ مومن ؟ اہلسنت سے خارج ہے کہ اس کا شمار اہل سنت میں سے ہے ؟ اور جو اس کو مومن سمجھے اور قدوہ بنائے حجۃ الاسلام قرار دے، امام اہلسنت کہے اس کا ٹھکانا مذہب سلفی میں جنت ہے یا جہنم ؟

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ والوں کیلئے غیبی حقائق کھلتے بھی ہیں اور وہ نگاہوں سے غائب لوگوں سے مخاطب بھی ہوتے ہیں

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

" وقد ثبت ان الاولیاء اللہ مخاطبات ومکاشفات (ص ۲۰۵ ج ۱۱)

یعنی ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ کے ولیوں کیلئے مخاطبات اور مکاشفات ہوتے ہیں۔

مخاطبات کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کا ولی نگاہوں سے غائب چیزوں سے خطاب یعنی بات چیت کرتا ہے، جیسے ارواح سے، فرشتوں سے، مردوں سے اور یہ چیز بھی اس ولی سے

مخاطب ہوتی ہیں۔

اور مکاشفات کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں دوسروں سے مخفی ہوتی ہیں اللہ اپنے ولیوں کو ان چیزوں کا بذریعہ کشف مشاہدہ کرادیتا ہے، مثلاً قبر میں کون کس حال میں ہے، فلاں جگہ فلاں شخص کیا کر رہا ہے، فلاں کا حال کیا ہے وغیرہ۔

ابن تیمیہ ان تمام چیزوں کو جائز اور ثابت مانتے ہیں، جبکہ غیر مقلدین اور سلفیوں کے نزدیک یہ عقیدہ کفر اور شرک ہے۔

اب اہل حق کون ہے۔ اور گمراہ کون، سلفیوں کے ہاتھ میں فیصلہ ہے؟

تصرفات ولی کا انکار ممکن نہیں ہے

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

عمدتهم فی اعتقاد کونه ولیا لله انه قد صدر منه مکاشفة فی بعض الامور او فی بعض التصرفات الخارقة للعادة مثل ان یشیر الی شخص فیموت او یطیر فی الهواء الی مکة او غیرها او یمشی علی الماء احیانا او یملأ ابریقا من الهواء او ینفق بعض الاوقات من الغیب او ان یختفی احیانا من اعین الناس او ان بعض الناس استغاث به وهو غائب او میت فراٰه قد جاء فقضیٰ حاجته او یخبر الناس بما سرق له او بحال غائب لهم او مریض او نحو ذلك من الامور۔

یعنی بہت سے لوگ ولی اسکو سمجھتے ہیں جس کے ہاتھ پر خوارق عادت چیزوں کا ظہور ہو، اور اس سے کشف کا ظہور ہو، یا اس سے بعض خارق عادت تصرفات کا ظہور ہو، مثلاً وہ کسی کی طرف اشارہ کرے تو وہ مر جائے، یا وہ ہوا میں اڑ کر مکہ یا دوسرے شہر میں پہونچ جائے، یا وہ پانی پر چلے یا ہوا سے لوٹا کو بھر دے یا

اس کے پاس کچھ نہیں مگر وہ غیب سے خرچ کرتا ہے، یا وہ نگاہوں سے غائب ہو جاتا ہے۔ یا جب کوئی اس سے مدد چاہتا ہے اور وہ اس کے پاس نہیں ہے، یا وہ اپنی قبر میں ہے تو وہ اس کے پاس آتا ہے اور وہ اسکی مدد کرتا ہے، یا چوری ہونے مال کی خبر دیتا ہے، یا غائب آدمی کا حال بتلا دیتا ہے، یا مریض کے احوال سے آگاہ کر دیتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

"وهذه الامور الخارقة للعادة وان كان قد يكون صاحبها ولياً فقد يكون عدواً لله"

یعنی ان خوارق کا صدور اگرچہ کبھی اللہ کے ولی سے ہوتا ہے مگر کبھی اس طرح کی باتیں اللہ کے دشمن سے بھی ظاہر ہوتی ہیں۔

پھر حق اور ناحق کی پہچان کیسے ہو؟ اور کیسے معلوم ہو کہ جس کے ہاتھ پر یہ خوارق ظاہر ہو رہے ہیں وہ اللہ کا ولی ہے یا اللہ کا دشمن تو ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

"بل يعتبر اولياء الله بصفاتهم وافعالهم واحوالهم التي دل عليها الكتاب والسنة (ص ۲۱۴/۱۱۴)"

یعنی اب اعتبار ان کے احوال کا ہوگا اور انکی صفات کا ہوگا اگر انکے احوال و صفات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہیں تو وہ اللہ کا ولی ہے اور اگر اس کا عمل خلاف سنت ہے اور اس کے ظاہری احوال خلاف شریعت ہیں تو وہ اللہ کا دشمن ہے۔

ابن تیمیہ جو فرما رہے ہیں وہ سراسر حق ہے، اور علماء دیوبند بھی وہی کہتے ہیں جو ابن تیمیہ فرمارہے ہیں، مگر ان غیر مقلدین کو کون سمجھائے کہ میاں تم ہوش میں آؤ اور علمائے دیوبند کیخلاف بدزبانی اور بدکلامی بند کرو، ورنہ تمہارے حجۃ الاسلام کا بھی وہی حشر ہوگا جو علمائے دیوبند کا ہوگا یہ نہیں ہو سکتا کہ ابن تیمیہ جو فرمائیں اس سے تو ان کے لئے جنت کا دروازہ کھلے اور اسی بات کو اگر علمائے دیوبند فرمائیں تو وہ جہنم میں جائیں اور ان کیلئے جنت کا دروازہ بند رہے۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے کہ
کرامات کا تعلق حضورؐ کی اتباع کی برکت سے ہوتا ہے

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"کرامات اولیاء اللہ انما حصلت ببرکۃ اتباع رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فھی فی الحقیقۃ تدخل فی معجزات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" (ایضاً ص ۲۷۵)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے اولیاء اللہ کیلئے کرامات کا ظہور ہوتا ہے، اسلئے کہ کرامتیں فی الاصل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں داخل ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن کے ہاتھ پر کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے وہ تو وہی ہوتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوتا ہے، اور جو رسول کا متبع نہیں ہوتا ہے اس کے ہاتھ پر کرامتوں کا ظہور نہیں ہوتا ہے۔

کہئے اے گروہِ غیر مقلدین دماغ درست ہوگیا، یا ابھی خمار سلفیت باقی ہے؟ ابن تیمیہ حجۃ الاسلام اور قدوۃ الانام نے کیا کہہ دیا؟ کچھ سمجھ میں آیا، کرامات کا صادر ہونا بھی ایک پہچان ہے کہ کون اللہ کے رسول کا متبع ہے اور کون آپ سے منحرف ہے، ابن باز کے ہاتھ پر کتنی کرامتیں ظاہر ہوئیں؟ البانی سے کتنی کرامتوں کا صدور ہوا، ابن عبدالوہاب کا اس بارے میں کیا حال رہا ہے؟ ذرا ان حقائق سے ہمیں بھی اور اپنے عوام کو بھی مطلع فرماؤ تاکہ معلوم ہوجائے کہ تم اتباع رسول میں کتنے سچے ہو، اور تمہارا دعویٰ کتنا مبنی بر حقیقت ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کون ہے؟

اللہ اکبر، جن کے ہاتھ میں رسول اللہ کا دامن ہوتا ہے اور جن کے ہاتھوں پر اللہ کرامتیں ظاہر فرما کر یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ ہمارے مخصوصین ہیں، انھیں کو، جی ہاں انھیں

اللہ کے نیک وصالحین بندوں کو سلفیوں اور غیر مقلدین کا فرقہ گمراہ قرار دیتا ہے اور اہلسنت والجماعت سے خارج قرار دیتا ہے، تف ہے ایسی سلفیت پر اور لعنت ہے ایسی غیر مقلدیت پر۔

وصفِ نبوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہیں

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

" ما من نعیم فی الجنۃ الا یبدأ فیہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

(فتاوی ص ۲۲۷ ج ۱۰)

یعنی جنت میں جو بھی نعمت ہے اس کی ابتدا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگی۔

کیوں؟

" فانہ ھو الامام المطلق فی الھدیٰ لاول بنی آدم وآخرھم (ایضاً)

اسلئے کہ وہ ہدایت میں تمام بنی آدم اولین وآخرین کے امام ہیں۔

وذٰلك ان جمیع الخلائق اخذ اللہ علیھم میثاق الایمان بہ (ایضاً)

اللہ نے تمام مخلوقات سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا ہے۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، انی عند اللہ لخاتم النبیین و آدم لمنجدل بین الماء والطین. (ایضاً)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت خاتم النبیین سے موصوف تھا جب ابھی آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے بیچ تھے۔

فکتب اللہ وقدر فی ذٰلك الوقت وفی تلك الحال امر امام الذریۃ (ص ۴۲۹ ج ۱۰)

یعنی اللہ نے اسی وقت آپ کو ساری اولاد بنی آدم کا امام مقرر فرمایا تھا۔

ان تمام باتوں کا حاصل کیا ہے؟ یہی تو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اصل ہے اور آپ ہی اول نبی ہیں اور آخر بھی، ازل میں بھی اور ابد میں بھی، نہ آپ سے پہلے کوئی نبی اور

نہ بعد کوئی نبی، سارے انبیا کی نبوت آپکی نبوت کا فیض ہے، اگر بفرض محال دوسرا نبی بھی آئے تو آپکی نبوت اس کی نبوت کی اصل ہوگی اور آپ ہی کی نبوت کا فیض ہوگی، اور آپ اس کی نبوت کے بھی ذاتی اعتبار سے خاتم ہوں گے، جس طرح تمام انبیاء کے آپ خاتم ہیں۔

ابن تیمیہ نے اسی بات کو اپنے انداز میں فرمایا ہے۔ اور اسی بات کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں فرمایا ہے، مگر ابن تیمیہ تو حجۃ الاسلام اور قدوۃ الانام قرار پائے اور دارالعلوم کے بانی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے غیر مقلدین نے احمد رضا خاں کی زبان مستعار لے لی اور اس ذات گرامی کے بارے میں وہ سب کچھ بکا جو احمد رضا نے بکا تھا اور آج تک بریلوی بکتے چلے آرہے ہیں۔

اے انصاف ودیانت کا خون کرنے والو، خدا سے شرم کھاؤ، اور خود کو اللہ والوں کی برائیاں کر کے جہنم کا ایندھن نہ بناؤ۔

انسان کیلئے تنہائی کا کوئی وقت ضروری ہے

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"ولابد للعبد من اوقات ینفرد بها بنفسه فی دعائه

• وذکره وصلاته وتفکره ومحاسبة نفسه واصلاح قلبه" (ص ۴۲۹/۱۰۲)

یعنی بندہ کیلئے کچھ ایسا وقت ضروری ہے جس میں وہ تنہا ہو کر اللہ سے دعا کرے اس کا ذکر کرے، نماز پڑھے، اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اپنے دل کی اصلاح کرے۔

ارے یہ تو صوفیانہ کلام ہو گیا ہے؟ یہ باتیں تو اہل تصوف کی ہیں، ابن تیمیہ میں یہ تصوف کی روح کیسے حلول کر گئی، کیا وہ اہل سنت سے نکل گئے تھے؟ ان کا عقیدہ خراب ہو گیا تھا؟

اگر ان تصوفانہ باتوں کی وجہ سے صوفیاء کرام کا گروہ گمراہ ہے تو ابن تیمیہ کا ایمان

واسلام بھی باقی نہیں رہے گا، یہ حقیقت غیر مقلدین نوٹ کرلیں، اور ہوش کا ناخن لیں۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ حرام و حلال کا فیصلہ رسول اللہ فرماتے ہیں

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"والرسول یطاع ویحب فالحلال ما احله والحرام ما حرمه والدین ما شرعه (ص ۲۶۲/۱۰۲)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جاتی ہے اور آپ سے محبت کی جاتی ہے پس حلال وہی ہے جو آپ نے حلال کیا ہے، اور حرام وہی ہے جو آپ نے حرام کیا ہے، اور دین وہی ہے جو آپ نے مشروع کیا ہے۔

یہ حجۃ الاسلام نے کیا کہہ دیا؟ یہی تو بریلویوں کا عقیدہ ہے، یہ اہلسنت کا تو عقیدہ نہیں ہے، اہل سنت تو شارع حقیقی صرف اللہ کو جانتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دین و شریعت اور حرام و حلال کے بارے میں وہی نکلتا ہے جو اللہ کا حکم ہوتا ہے، اللہ کی مرضی کے خلاف آپ کوئی حکم شرعی وغیر شرعی نہیں صادر فرماتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ کلام ابن تیمیہ تصوف کی کسی خاص کیفیت کے طاری ہونے سے صادر ہوا ہے؟ جس کو غلبہ حال کہتے ہیں، اس میں انسان معذور ہوتا ہے اسلئے میں اپنا قلم روک رہا ہوں، اور اس بارے میں زیادہ کچھ نہیں کہتا، البتہ سلفیوں سے یہ پوچھنے کا حق ضرور رکھتا ہوں کہ کیا یہ عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہے؟

محمد اجمل مفتاحی

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ اہل اللہ کو تصرف حاصل ہے اور انکو کشف ہوتا ہے

ابن تیمیہ اپنے رسالہ الوصیۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

"وفی اہل الزھادۃ والعبادۃ منکم من لہ الاحوال الزکیۃ والطریقۃ المرضیۃ ولہ المکاشفات والتصرفات"۔ ص۱۷

یعنی تم میں سے جو اہل زہد و اہل عبادت ہیں ان کے پاکیزہ حالات ہیں اور ان کا پسندیدہ طریقہ ہے، ان کیلئے مکاشفات اور تصرفات ہوتے ہیں۔

میں سلفیوں کی زبان میں پوچھ سکتا ہوں کہ جو اللہ کے علاوہ کسی مخلوق کے لئے کشف غیوب ثابت کرے اور اس کو عالم میں متصرف جانے کیا وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہو سکتا ہے؟[1] اور کیا اس طرح کا عقیدہ سلفیوں کے نزدیک کفر اور شرک نہیں ہے؟۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ لوگوں کو کشف قبور ہوتا ہے

فتاویٰ میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"وقد انکشف لکثیر من الناس ذلک حتی سمعوا صوت المعذبین فی قبورھم وفی آثار کثیرۃ معروفۃ"۔ ص ۲۹۶/۴ج

یعنی قبروں کے عذاب کا انکشاف بہت سے لوگوں کو ہوا ہے یہاں تک کہ انھوں نے

---

(۱) کیا علماء دیوبند اہلسنت ہیں؟ کے رسالہ کا مصنف علماء دیوبند کی کسی کرامت کو ذکر کر کے اسی طرح کا سوال قائم کرتا ہے، ایک جگہ وہ لکھتا ہے، "صوفیائے دیوبند نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہمیں عین بیداری کی حالت میں غیبی معاملات کے حقائق منکشف ہوتے ہیں، انھوں نے اس کا نام مکاشفہ رکھا ہے .... یہ اہل سنت والجماعت ہونے کے جھوٹے دعویدار ہیں" ص۱۷

جن کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا ان کی آوازیں بھی سنی ہیں بلکہ انھوں نے ان کو
قبروں میں عذاب ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے، اس بارے میں
بہت سے مشہور واقعات ہیں۔

سلفیوں کے نزدیک اللہ کے علاوہ کسی مخلوق کے لئے مکاشفہ کا عقیدہ رکھنا گمراہی ہے
اور جو اس قسم کا عقیدہ رکھے وہ اہلسنت سے خارج ہے۔ اب یہ غیر مقلدین اور سلفیین
بتلائیں کہ کیا ابن تیمیہ اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہوئے سلفیوں کے نزدیک شیخ الاسلام والمسلمین
رہیں گے؟ یا وہ گمراہ تھے اور اہلسنت والجماعت سے خارج تھے؟ اور جو ایسے گمراہ کو شیخ الاسلام
والمسلمین تبلائے اور ان کی اتباع کرے کیا وہ اہلسنت والجماعت میں سے ہوگا؟ کیا کسی سلفی
اور غیر مقلد کو اس کا تجربہ ہوا ہے کہ اس نے کسی قبر سے عذاب پانے والے مردہ کی آواز سنی ہو؟
یا اس نے اس کو عذاب ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو؟ اگر نہیں تو وہ بتلائے کہ ابن تیمیہ
کا مذکورہ فرمان سچا ہے یا جھوٹا؟ اور ان کا یہ عقیدہ کہ بہت سے لوگوں کو قبروں میں معذبین
کے عذاب کا کشف ہوتا ہے اور وہ ان کو عذاب ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔
صحیح ہے یا غلط؟۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ حالتِ بیداری میں بندہ اپنے دل سے ان چیزوں کو دیکھتا ہے جو اسے خواب میں نظر آتی ہیں۔

ابن تیمیہ الوصیۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں :

"وقد یحصل لبعض الناس فی الیقظۃ ایضا من الرؤیا نظیر
ما یحصل للناس فی المنام فیری بقلبہ مثل ما یری النائم
وقد ینجلی لہ من الحقائق ما یشھدہ بقلبہ فھذا یقع کلہ
فی الدنیا" ص۲۰

یعنی کچھ لوگوں کو کبھی بیداری میں اسی طرح کی چیز نظر آتی ہے جو سونیوالے کو

خواب میں نظر آتی ہے، پس وہ اپنے دل سے وہ چیز دیکھتا ہے جو سونے والا دیکھتا ہے، اور کبھی اس کیلئے بیداری میں کچھ ایسے حقائق ظاہر ہوتے ہیں جن کا مشاہدہ وہ اپنے دل کی آنکھ سے کرتا ہے، یہ ساری چیزیں دنیا میں واقع ہوتی ہیں "

ابن تیمیہ کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بعض لوگوں کو حالتِ بیداری میں وہ چیز نظر آتی ہے جس کو وہ خواب میں دیکھتا ہے۔ مثلاً انسان خواب میں اللہ کو دیکھتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے، فرشتوں کو دیکھتا ہے، مردوں کو دیکھتا ہے، وہ اپنے کو آسمان پر دیکھتا ہے، کبھی دور دراز ملکوں میں دیکھتا ہے، کبھی جنت کو دیکھتا ہے، کبھی جہنم کا مشاہدہ کرتا ہے، کبھی مردوں سے بات کرتا ہے، کبھی فرشتوں سے گفتگو کرتا ہے، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور آپ سے شرف ہمکلامی حاصل کرتا ہے کبھی اپنے اساتذہ اور مشائخ سے استفادہ کرتا ہوا اپنے کو دیکھتا ہے، غرض خواب میں یہ تمام چیزیں انسان کو نظر آتی ہیں۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہی سب چیزیں انسان کو حالتِ بیداری میں بھی نظر آتی ہیں اور وہ ان کا مشاہدہ ظاہری آنکھ کے بجائے دل کی نگاہ سے کرتا ہے۔ ابن تیمیہ کے عقیدہ کا حاصل یہی ہے۔

مگر اس طرح کا عقیدہ رکھنا زمانہ حاضر کے سلفیوں کے نزدیک ضلالت و گمراہی اور کفر و شرک ہے۔ کیا علماء دیوبند اہلسنت والجماعت ہیں ؟ کا مصنف لکھتا ہے :

" صوفیائے دیوبند نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں عین حالتِ بیداری میں غیبی معاملات منکشف ہوتے ہیں، انھوں نے اس کا نام مکاشفہ رکھا ہے "

پھر لکھتا ہے :

" یہ اہل سنت والجماعت ہونے کے جھوٹے دعویدار ہیں "

اولاً تو یہی کذب صریح اور دروغ بے فروغ ہے کہ کسی دیوبندی عالم نے اس طرح کا دعویٰ کیا ہے، اور اگر کیا بھی ہو تو یہی دعویٰ تو ابن تیمیہ بھی کر رہے ہیں بلکہ اپنا عقیدہ

بنائے ہوئے ہیں تو اگر اس طرح کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے اہل دیوبند اور علمائے دیوبند اہلسنت والجماعت میں سے شمار نہیں ہونگے۔ وقت حاضر کے سلفیین اور غیر مقلدین بتلائیں کہ کیا ابن تیمیہ اہل سنت والجماعت میں سے تھے، اور جو لوگ انکی پیروی کے مدعی ہیں اور ابن تیمیہ کے عقائد کو حق و باطل کا معیار قرار دیتے ہیں اور ان کا ایمان صحیح وسلامت باقی رہا؟

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ بندہ کو کبھی ایسا قلبی مشاہدہ حاصل ہوتا ہے کہ اس پر فنا کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے

فرماتے ہیں:

فهكذا من العباد من يحصل له مشاهدة قلبية تغلب عليه حتى تغنيه عن الشعور بحواسه فيظنها روية بعينه

(الوصية الكبرىٰ ص ۲۷)

یعنی اسی طرح بندوں میں بعض وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو مشاہدہ قلبیہ حاصل ہوتا ہے اور وہ مشاہدہ ان پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ اس پر فنا کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور وہ اس سے اس کا شعور اور احساس ختم ہوجاتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ دیکھ رہا ہے وہ آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔"

غیر مقلدین اور سلفی لوگ بتلائیں کہ کیا یہی وہ فنا نہیں ہے جس کے صوفیا قائل ہیں اور جس کی بنیاد پر فرقہ سلفیہ صوفیہ کے خلاف آواز یں کستا ہے اور انکو گمراہ بتلاتا ہے، کیا یہ فرقہ ابن تیمیہ کو اب بھی شیخ الاسلام والمسلمین کہے گا؟ یا ابن تیمیہ کیلئے اس فرقہ کے نزدیک گمراہی اور ہدایت کا پیمانہ کچھ اور ہے؟۔

محمد اجمل مفتی

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں سماع اور حیات حاصل ہے اور دوسرے مومنین کو بھی

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم بہت تفصیل سے اس کا رد کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کے پاس دعا مستجاب و مقبول ہوتی ہے اور اسکو ناجائز وغیر مشروع بتلایا ہے، اسی طرح سے کسی مسلمان کی قبر کے پاس دعا کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں :

"ولا یدخل فی ھذا الباب مایروٰی من ان قومًا سمعوا رد السلام من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم او قبور غیرہ من الصالحین وان سعید بن المسیب کان یسمع الاذان من القبر لیالی الحرۃ" ص ۲۷۳

یعنی ہم اس کا انکار نہیں کرتے ہیں نہ اس کو عدم جواز کے باب میں داخل کرتے ہیں جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے یا دوسرے صالحین کی قبروں سے سلام کا جواب سنا، اور حضرت سعید بن المسیب حرہ کی راتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اذان کی آواز سنتے تھے"

اس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے امت اپنی قبروں سے سلام کا جواب دیتے ہیں اور سلام کرنے والا ان کے جواب دینے کو سنتا بھی ہے اور حضرت سعید بن السیب لیالی حرۃ[1] میں جب کئی روز تک مسجد نبوی میں اذان و نماز بند رہی

---

(۱) یزید بن معاویہ کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کیا تھا، تو یزید نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا اپنے گورنر کا حکم دیا تھا تاکہ لوگوں کو اپنے لئے بیعت کرنے پر مجبور کرے، تین روز تک مدینہ میں خون خرابہ رہا اور مسجد نبوی میں نماز و اذان کا سلسلہ رکا رہا، اس زمانہ میں تنہا سعید بن المسیب مسجد شریف میں نماز کے وقت تشریف لیجاتے تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے اذان کی آواز سنتے تھے۔ یہ واقعہ تاریخ کا بہت مشہور ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے اذان کی آواز سنتے تھے، جب ان باتوں کے ابن تیمیہ قائل ہیں، تو اس کا صاف مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں باحیات ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر سے سلام کرنے والوں کو اس طرح جواب بھی دیتے ہیں کہ بعض صالحین کو آپ کا جواب سنائی بھی دیتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیالی حرہ میں اذان دینا بھی ثابت ہے اور حضرت سعید بن المسیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان کا سننا بھی ثابت ہے۔ جب یہ سب کچھ ہے تو لازمی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں حیات حاصل ہے اور اس کا انکار کرنا حقیقت سے چشم پوشی اور مکابرہ ہے۔

اب فرقہ سلفیہ بتلائے کہ ابن تیمیہ اس عقیدہ کے باوجود کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں زندہ ہیں لوگوں کا سلام سنتے ہیں اور ان کے سلام کا ایسی آواز سے جواب بھی دیتے ہیں کہ بعض اللہ والے اسکو اپنے کانوں سے سن بھی لیتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اذان بھی دیتے ہیں جس کو سعید بن المسیب سنا بھی کرتے تھے، ان تمام چیزوں کا عقیدہ رکھنے کے بعد بھی ابن تیمیہ اس فرقہ حادثہ کے نزدیک شیخ الاسلام والمسلمین باقی رہیں گے؟ یا وہ گمراہ اور باطل عقیدہ والے قرار پائیں گے، اور جو ابن تیمیہ کے متبعین ہیں وہ اہلسنت ہونے کے ٹھیکیدار اور دعویدار اب بھی رہیں گے یا ان کا حشر ابن تیمیہ کے ساتھ ہوگا؟ اس کا فیصلہ وقت حاضر کی سلفیت حاضرہ کو کرنا ہے۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف سے لوگوں کی شکایتوں کو سنا کرتے تھے اور امر صادر فرماتے تھے

اقتضاء الصراط المستقیم میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"وكذالك ايضا ما يروى ان رجلا جاء الى قبر النبى صلى الله عليه وسلم فشكا اليه الجدب عام الرمادة فرآه وهو يامره ان ياتى عمر فيامره ان يخرج فيستسقى بالناس" ص ۳۷۳

اسی طرح ہم اس کا بھی انکار نہیں کرتے ہیں کہ جو یہ روایت کیا جاتا ہے کہ ایک شخص عام الرمادۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس آکر آپ سے خشک سالی کی اور قحط کی شکایت کی تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو حکم فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور ان سے کہے وہ لوگوں کو لیکر نکلیں اور اللہ سے بارش کیلئے دعا کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں حیات حاصل ہے اور آپ لوگوں کی شکایتوں کو سنتے بھی ہیں اور انکی حاجتوں کو رفع کرنے کی تدبیر بھی کرتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا والے دیکھتے بھی ہیں، یہ سب ابن تیمیہ کی اس عبارت سے دو اور دو چار کی طرح واضح ہے، اب ہم سلفیوں کی منطق استعمال کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ جس شخص کا اس طرح کا عقیدہ ہو وہ تمہارے نزدیک اہل سنت والجماعت میں سے ہے یا اس سے خارج ہے؟ وہ گمراہ ہے یا مہدی ہے؟ کیا ساری گمراہیاں علمائے دیوبند ہی کے لئے ہیں، یا تمہارے شیخ الاسلام والمسلمین کو بھی اس میں سے کچھ حصہ ملا ہے۔

یہاں میں کیا علماء دیوبند اہلسنت والجماعت ہیں؟ رسالہ کے غیر مقلد سلفی کی عبارت میں سلفیوں سے سوال کرتا ہوں، اس رسالہ کا مصنف لکھتا ہے اور سوال کرتا ہے:

"بتائیے کیا صحابہ اور ائمہ اہلسنت کے یہی عقائد ہیں؟ بلکہ وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت صحابہ کا اجماع ہوا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں" ص ۳۴

پھر لکھتا ہے:

"بتائیے کیا صحابہ کا اجماع نہ ماننے کے باوجود یہ علماء دیوبند اہلسنت والجماعت ہو سکتے ہیں؟" ص ۳۵

اور اس کے آگے لکھتا ہے:

"حیات النبی کے عقیدے ہی کی بنا پر علماء دیوبند کی کتب میں ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کی طرف توجہ کرنا اور

تصرف کرنا ثابت ہوتا ہے، چند واقعات ملاحظہ ہوں"[10] ص۲۵

ملاحظہ فرمالیا! مگر ان واقعات میں تو وہی ساری باتیں ہیں جو ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے اور جس کا ذکر یہاں ہوتا چلا جارہا ہے، اگر حیاتِ نبی کا عقیدہ رکھنے اور ان واقعات کو نقل کرنے کی وجہ سے علماء دیوبند اہل سنت سے خارج ہیں تو آپ کے شیخ الاسلام والمسلمین کیوں نہیں اہلسنت سے خارج ہوں گے؟ یا ان کا ایمان لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے کہ ہزار ضلالتوں اور باطل عقیدوں کے باوجود ادھر سے ادھر نہیں ہوسکتا؟۔

اور ذرا آپ اپنے بارے میں اور اپنی جماعت کے بارے میں بھی فیصلہ فرمائیں کہ آپ کا ٹھکانہ کہاں ہے اس لئے آپ کے نزدیک ابن تیمیہ حق و باطل کی پہچان ہیں، اور آپ حضرات انکے متبعین ہیں؟ کسی گمراہ کی اتباع کرنے والے راہ حق پر کیسے ہوگا؟

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ بہت سے مومنین کو بھی قبر میں حیات حاصل ہے اور وہ حاجتوں کو سنتے ہیں اور اسکو دفع کرنیکی تدبیر کرتے ہیں۔

ان مذکورہ عبارت کے متصل ہی لکھتے ہیں:

"ومثل هذا يقع كثيرا لمن هو دون النبي صلى الله عليه وسلم واعرف من هذه الوقائع كثيرا" ص۳۷۳

اور اس طرح کی باتیں (یعنی اوپر کی عبارت میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت ہیں) ان کیلئے بہت پیش آتی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرتبہ میں کم تر ہیں اور اس طرح کے بہت سے وقعات مجھے خود بھی معلوم ہیں"۔

معلوم ہوا کہ قبروں سے آواز کا سننا اور قبر والوں سے ہم کلامی اور قبر میں باحیات ہونا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ بہت سے صالحین مومنین کو بھی یہ بات

حاصل ہوتی ہے۔

اب فیصلہ فرمائیں، وقت حاضر منکر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن تیمیہ کے بارے میں کہ ان کے شیخ الاسلام والمسلمین اہل سنت والجماعت میں سے باقی رہے یا وہ اہلسنت الجماعت سے خارج ہیں؟

ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے کہ میت کا قرأت وغیرہ کی آواز سننا حق ہے

ابن تیمیہ اقتضاء الصراط المستقیم (ص ۳۷۹) میں فرماتے ہیں۔

"فاما استماع المیت للاصوات من القراءۃ فحق"

یعنی میت کا قرأت کی آواز کو سننا یہ حق ہے۔

سلفیت حاضرہ کے علمبردار بتلائیں کہ ان کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے، اور ابن تیمیہ کا یہ فرمان حق ہے یا باطل ہے اور اس بارے میں وہ شیخ ابن تیمیہ کے ہم نوا ہیں یا ان کے مخالف ہیں؟

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کوئی بدعت ایجاد کیجائے تو بدعت تو حرام ہوگی مگر حسن نیت اور محبت پر بدعتی کو ثواب ہوگا

ابن تیمیہ اقتضاء الصراط المستقیم ص ۲۹۴ میں فرماتے ہیں:

"وکذلک ما یحدثہ بعض الناس اما مضاھاۃ للنصاریٰ فی میلاد عیسیٰ علیہ السلام واما محبۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعظیما لہ قد یثیبھم اللہ علی ھذہ المحبۃ والاجتھاد لا علی البدع من اتخاذ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم عیداً۔"[1]

---

(۱) اسی بات کو ابن تیمیہ ص ۲۹۷ میں اس طرح فرماتے ہیں: (اگلے صفحہ پر دیکھیں)

یعنی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے موقع پر جو لوگ خوشیاں مناتے ہیں نصاریٰ کی شباہت اختیار کرتے ہوئے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے دن کو بطور یادگار مناتے ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم میں مسلمان یہ بدعتیں کرتے ہیں تو بدعتیں تو غیر مشروع رہیں گی لیکن ہو سکتا ہے کہ اللہ حضور سے انکی محبت اور انکے اجتہاد پر ان کو ثواب دے۔

وقت حاضر کے سلفی بتلائیں کہ ان کے شیخ الاسلام کا یہ عقیدہ حق ہے یا باطل ؟ اور جو بدعتیں گمراہی ہیں ان کی ایجاد پر اگرچہ حضور کی محبت اور آپ کی تعظیم میں ہو ثواب پانے کا عقیدہ رکھنا عین گمراہی ہے یا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں کل بدعۃ ضلالۃ ہر بدعت گمراہی ہے، اور شیخ الاسلام صاحب جی ہاں سلفیوں کے شیخ الاسلام صاحب فرماتے ہیں۔ اللہ اس پر ثواب دے سکتا ہے۔ کیا علماء اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے ؟ ۔

شروع مضمون میں میں نے بتلایا ہے کہ غیر مقلدین اور سلفیت حاضرہ کے علمبردار علمائے دیوبند کو کافر و مشرک اور اہل سنت والجماعت سے خارج بتلانے کیلئے انکی کتابوں میں مذکور کرامات و مکاشفات کے واقعات کو علماء دیوبند کا عقیدہ جاہلوں کو باور کراتے ہیں اور ان کو کراماتی اور مکاشفاتی قصوں سے علماء دیوبند کا عقیدہ کشید کرتے ہیں، ان جاہلوں کو

فتعظیم المولد واتخاذہ موسما قد یفعلہ بعض الناس ویکون لہ فیہ اجر عظیم لحسن قصدہ وتعظیمہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن کو جو بعض لوگ خوشی کا دن مناتے ہیں ان کیلئے اسمیں اجر عظیم ہوتا ہے اسلئے کہ ان کا مقصد نیک ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظیم کی نیت ہوتی ہے۔

اتنا بھی پتہ نہیں کہ کرامات ومکاشفات کا حصول دائمی اور ہمہ وقتی نہیں ہوتا ہے، اور نہ وہ ہر وقت کی چیز ہے، نہ کرامات ومکاشفات سے یقین اور جزم پیدا ہوتا ہے، جبکہ عقیدہ تو وہ چیز ہے جو انسان کی ہمہ وقتی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے، اور انسان کا قلب اس کی تصدیق کرتا ہے، آج تک کسی پڑھے لکھے سمجھدار انسان نے کشف وکرامات کے واقعات کو عقیدہ کی بنیاد نہیں بنایا ہے، یہ کارنامہ علمائے دیوبند کی دشمنی میں صرف سلفی فرقہ انجام دیتا ہے اور اپنی جہالت وسفاہت کو طشت از بام کرتا ہے، اگر سلفی حضرات کی منطق کو تسلیم کر لیا جائے تو علمائے اسلام اور امت کا کوئی فرد بھی ایمان والا باقی نہیں رہے گا، اسلئے کہ کرامات وکشف کی حقانیت کے علمائے اہلسنت والجماعت قائل ہیں۔ اچھا چلو ہم تمہاری منطق کو تسلیم کر لیتے ہیں تو بتلاؤ تم اپنے شیخ الاسلام والمسلمین کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ اہل سنت والجماعت میں سے کیسے ہو سکتے ہیں اسلئے کہ

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ بندہ کے ہاتھ میں موت وحیات ہے

ابن تیمیہ فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ :

"ودعا رای الحسن البصری علی بعض الخوارج کان یوذیہ فخر میتاً" (ص ۲۸۰ ج ۱۱)

یعنی حسن بصری نے بعض خوارج کو جو انکو ایذا پہونچاتا تھا بددعا دی تو منہ کے بل گر کر مرگیا۔

اور صلہ بن اشیم کے بارے میں لکھتے ہیں :

"مات فرسہ وھو فی الغزو فقال اللھم لا تجعل لمخلوق علی منۃ ودعا اللہ عزوجل فاحیالہ فرسہ فلما وصل الی بیتہ فقال یا بنی خذ سرج الفرس فانہ عاریۃ فاخذ سرجہ فمات الفرس" (ایضاً)

وہ جہاد میں تھے کہ ان کا گھوڑا مر گیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے اللہ تو مجھے کسی مخلوق کا احسان مند نہ بنا اور انھوں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے ان کیلئے ان کا گھوڑا زندہ کر دیا، پھر جب وہ گھر پہونچے تو انھوں نے اپنے لڑکے سے کہا کہ گھوڑے کی زین کھول لو، گھوڑا عاریت ہے، لڑکے نے زین کھول لی تو اسی وقت گھوڑا مر گیا۔

غیر مقلدین سے میں انھیں کے الفاظ میں سوال کرتا ہوں، ایسے شرکیہ و کفریہ واقعات کو بیان کرنے والے کیسے اہلسنت ہو سکتے ہیں؟

(رسالہ کیا علمار دیوبند اہل سنت ہیں؟ ص۴۵)

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ بندہ کی دعا سے گدھا زندہ ہو جاتا ہے

اوپر آپ نے بندہ کی دعا سے گھوڑے کے زندہ اور مرنے کا قصہ ملاحظہ فرمایا، اب سنئے کہ ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ بندہ کی دعا سے گدھا زندہ ہو جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"ورجل من النخع کان له حمار فمات فی الطریق فقال له اصحابه هلم نتوزع متاعك علی رحالنا فقال لهم امهلونی هنیئة ثم توضأ فاحسن الوضوء وصلی رکعتین ودعا الله تعالیٰ فاحیاله حماره فحمل علیه متاعه" ص۲۸۱ ج۱۱

یعنی قبیلہ نخع کے ایک آدمی کا گدھا تھا اور راستہ میں مر گیا تو اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ آؤ ہم تمہارا سامان تقسیم کر کے اپنی سواریوں پر لاد لیتے ہیں تو اس آدمی نے کہا کہ ذرا ٹھہرو پھر اس نے اچھی طرح وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اس کا گدھا زندہ کر دیا اور اس نے اس پر اپنا سامان لادا"

ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں اس قسم کی بہت سی کرامتیں ذکر کی ہیں اور اگر ان کے شاگرد رشید

حافظ ابن قیم کی کتاب کتاب الروح کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں تو اتنی اس قسم کی باتیں ہیں کہ سلفیوں کی منطق کے مطابق ان کا کافر و مشرک ہونا قطعی اور یقینی ہے، اہلسنت والجماعت میں ہونا تو دور کی بات ہے۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ کے ولیوں کو جو مکاشفات وتصرفات حاصل ہوتے ہیں ان سے انکو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے

ابن تیمیہ فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

"ان الخوارق منها ما هو من جنس العلم كالمكاشفات ومنها ما هو من جنس القدرة والملك كالتصرفات الخارقة للعادة ومنها ما هو من جنس الغنى عن جنس ما يعطاه الناس فى الظاهر من العلم والسلطان والمال والغنى، وجميع ما يؤتيه الله من هذه الامور ان استعان به على يحبه الله ويرضاه ويقربه اليه ويرفع درجته ويامره الله به ورسوله ازداد بذلك رفعة وقربة الى الله ورسوله" (ص۲۹۹ ج۱۱)

یعنی بعض خوارق امور مثل مکاشفہ اور تصرفات کے ہوتے ہیں، مکاشفہ کا تعلق علم سے اور تصرفات کا تعلق قدرت سے ہوتا ہے، تو اگر انسان اللہ ورسول کی مرضیات حاصل کرنے میں ان سے مدد لے تو اس کا درجہ اللہ اور رسول کے یہاں بڑھتا ہے اور اللہ و رسول سے اسکو قرب حاصل ہوتا ہے۔

---

(۱) علم سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مکاشفہ کے ذریعہ صاحب کشف بہت سی چیزوں کو معلوم کر لیتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہوتی ہیں جیسے قبر وغیرہ کے حالات اور قدرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صاحب کشف بہت سی ایسی چیزوں پر قادر ہوتا ہے جو دوسروں کی قدرت سے باہر ہوتی ہیں، مثلاً کسی کو مارنا جلانا، تھوڑی سی مدت میں

غیرمقلدین وسلفیین اور ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام والمسلمین کا لقب دینے والے بتلائیں کہ ابن تیمیہ اس طرح کے عقیدوں کے باوجود بھی اہل سنت والجماعت میں شمار ہونگے؟ ابن تیمیہ کی یہ عبارت صاف صاف اعلان کر رہی ہے کہ ابن تیمیہ اللہ والوں کیلئے مکاشفہ اور تصرفات کے منکر نہیں ہیں بلکہ اس کو ان کیلئے نہ صرف ثابت مانتے ہیں بلکہ قرب الٰہی کا ذریعہ بھی قرار دیتے ہیں، اگر سلفیوں میں ایمانی جرأت ہو تو ذرا ابن تیمیہ کے بارے میں فیصلہ فرمائیں کہ وہ اہل سنت والجماعت سے تھے یا نہیں؟

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما (معاذ اللہ) بدعتی تھے

ابن تیمیہ جب اپنی توحید کے نشے میں آتے ہیں تو صحابہ کرام تک پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں اور ان کے بارے میں انکی زبان وقلم سے وہ کچھ نکلتا ہے کہ آدمی انکی جرأت پر حیران رہ جاتا ہے۔ ایک دفعہ جب ان پر توحید کا نشہ چڑھا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بدعتی بنا کر کے چھوڑا، اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم میں لکھتے ہیں:

"واما قصد الصلاة فی تلك البقاع التی صلی فیها اتفاقا فهذا لم ینقل عن غیر ابن عمر من الصحابة .... وتحری هذا لیس من سنة الخلفاء الراشدین بل هو مما ابتدع (ص۳۹)

یعنی ان جگہوں میں جا کر نماز پڑھنا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی تو یہ بات صرف صحابہ میں سے حضرت ابن عمر سے منقول ہے، اس کا اہتمام کرنا خلفاء راشدین کی سنت نہیں ہے بلکہ یہ حضرت ابن عمر (معاذ اللہ) کی بدعتوں میں سے ہے۔

دور دراز کا سفر، ایک ہی وقت میں متعدد جگہ نظر آنا وغیرہ امور جن میں سے کچھ کا بیان ابن تیمیہ کی اوپر عبارتوں میں گزر چکا ہے۔

اور اس سے پہلے اس فعل ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بدعت بتلانے کے لئے، ابن تیمیہ نے حضور کی حدیث وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ (یعنی بدعتوں سے بچو، ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، نقل کی اور اس طرح ابن تیمیہ نے معاذ اللہ حضرت ابن عمر کے بدعتی اور گمراہ ہونے پر مہر لگا دی ہے۔

میں ابن تیمیہ کے متبعین سے پوچھتا ہوں کہ علماء اہل سنت میں سے کس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے۔ اور ان کو بدعتی قرار دینے کی گستاخی ابن تیمیہ سے پہلے کس نے کی ہے؟ غیر مقلدین اور سلفی فرقہ بتلائے کہ کیا صحابی رسول کو بدعتی بتلانے والا اور ان کے عمل کو گمراہی قرار دینے والا اہل سنت والجماعت میں سے ہوسکتا ہے؟ چہ جائیکہ شیخ الاسلام والمسلمین وقدوۃ المومنین کہا جائے؟ سنت و بدعت کی حقیقت صرف ابن تیمیہ ہی پر کھلی تھی، پوری امت میں ان کے سوا کوئی دوسرا محدث فقیہ عالم اس کی حقیقت پر مطلع نہیں ہو سکا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی یعنی میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ سے تم ڈرو میرے بعد انکو اپنی زبان درازیوں کا نشانہ نہ بناؤ۔

ابن تیمیہ کی تضاد بیانی کا عجیب حال ہے، ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر عید میلاد النبی کوئی حسن نیت سے کرتا ہے تو اس کو ثواب ملے گا اسلئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم میں ایسا کر رہا ہے اور دوسری طرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور سے غلبہ محبت میں ان جگہوں پر نماز پڑھیں جن جگہوں پر حضور نے نماز پڑھی تو وہ بدعتی قرار پائیں اور ان کے لئے کل بدعۃ ضلالۃ والی حدیث ابن تیمیہ پڑھیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ ابن تیمیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بدعت کفر کا ذریعہ ہوا کرتی ہے فرماتے ہیں۔ لکن فینبغی ان یعرف ان البدع برید الکفر (ص ۲۹۷ ج ۱۰)۔ یعنی بدعتیں کفر کا بڑا ذریعہ ہیں، تو اب کتنی بڑی جسارت اور مقام صحابہ سے عدم واقفیت

کی بات ہے کہ کسی صحابی کو بدعت کے الزام سے متہم قرار دیا جائے اور ان کو اس عمل کا ملزم قرار دیا جائے جو کفر کا بڑا ذریعہ ہوتا ہے۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ اللہ سے ذکر کرنا بدعت ہے

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"والذکر بالاسم المفرد مظہرا ومضمرا ابداعا فی الشرع" ص ۳۹۶
یعنی اللہ اللہ کا کہنا یا ہو، ہو کہنا شرعاً بدعت ہے۔

اور اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

"واما ذکر الاسم المفرد فبدعۃ لم یشرع"

یعنی اسم مفرد یعنی اللہ اللہ سے ذکر کرنا بدعت ہے اور غیر شرعی عمل ہے۔

اللہ اللہ سے ذکر کرنے کو کسی عالم اہلسنت والجماعت نے سلفیوں اور ابن تیمیہ کے متبعین کے سوا بدعت اور غیر شرعی عمل نہیں قرار دیا ہے۔ اللہ اللہ کہنا یہ صرف سلفیوں کے مذہب و عقیدہ میں ناجائز، غیر مشروع اور بدعت ہے، غیر مقلدین کسی صحابی، تابعی فقیہ، محدث سے ثابت کریں کہ اس کے نزدیک اللہ اللہ کہنا حرام ہے، ابن تیمیہ میں اگر دم خم ہوتا تو وہ اس طرح کے ذکر کو حرام بتلانے کیلئے کتاب و سنت سے دلیل پیش کرتے مگر انھوں نے تو حرام و حلال کا ٹھیکا لے رکھا ہے، جس چیز کو چاہا حلال کہہ دیا اور جس چیز کو چاہا حرام کہہ دیا، گویا دین و شریعت ان کے گھر کی چیز ہے کہ جس طرح چاہیں اسمیں تصرف کریں، بنی اسرائیل کے علماء کی یہی گندی حرکت تھی کہ وہ اپنی خواہش سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا کرتے تھے، ابن تیمیہ کی ڈگر بھی بنی اسرائیل کے علماء والی ہے اور ان کے متبعین بنی اسرائیل کی قوم کی جنس سے ہیں جنھوں نے اپنے علماء کو ارباب بنا رکھا تھا۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے ہیں

تمام اہل سنت و الجماعت کا اتفاق ہے کہ انبیا علیہم السلام بعد از نبوت گناہ کبیرہ وصغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں، اور عصمت نبوت کے لوازم ذاتیہ میں سے ہے، یہ اتفاقی واجماعی بات ہے، مگر ابن تیمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء سے گناہوں کا صدور ہو سکتا ہے اور وہ کبیرہ گناہوں سے بھی معصوم نہیں ہوتے ہیں، ابن تیمیہ کا کہنا یہ ہے کہ انبیاء سے گناہ ہو سکتا ہے البتہ گناہ پر اقرار واصرار نہیں ہوتا ہے، یعنی انبیاء کو گناہ کے بعد توبہ وندامت کی توفیق دی جاتی ہے یا انکو کسی مصیبت وابتلاء میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جس سے انکے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس بات کا عقیدہ کا اظہار فتاویٰ میں انھوں نے بار بار کیا ہے، چنانچہ فتاویٰ جلد عاشر میں فرماتے ہیں:

"ان الانبیاء صلوٰت اللہ علیہم معصومون فیما یخبرون بہ عن اللہ سبحانہ وفی تبلیغ رسالاتہ باتفاق الامۃ" ص۲۸۹

یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام باتفاق امت ان باتوں میں معصوم ہیں جن کو وہ اللہ کی طرف سے بندوں تک پہونچاتے ہیں۔

پھر آگے چل کر ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"وھذہ العصمۃ الثابتۃ للانبیاء ھی اللتی یحصل بھا مقصود النبوۃ والرسالۃ" (ص۲۹۰)

یعنی یہ عصمت جو انبیاء کیلئے ثابت ہے اسی سے نبوت ورسالت کا مقصود پورا ہوتا ہے۔

اس سے آگے چل کر کچھ اور کھلتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"والعصمۃ فیما یبلغونہ عن اللہ ثابتۃ فلا یستقر فی ذٰلک خطأ" (ایضاً)

یعنی انبیاء کیلئے عصمت ان چیزوں میں ثابت ہے جو اللہ کی طرف سے وہ
بندوں تک پہونچاتے ہیں، اس میں وہ خطا پر برقرار نہیں رہتے ہیں۔

ان تمام عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء کرام اللہ کی طرف صرف پیغام رسانی میں معصوم ہوتے ہیں یعنی وہ اس میں غلط بیانی اور کذب بیانی سے کام نہیں لیتے ہیں اور کبھی اس میں بھی ان سے غلطی ہو جاتی ہے مگر یہ غلطی باقی نہیں رہتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد کی عبارت میں اسی بات کو انھوں نے اس طرح کہا ہے، ذرا ابن تیمیہ کے لیکن پر دھیان دیجئے:

" ولکن هل یصدر ما یستدرکہ اللہ فینسخ ما یلقی الشیطان ویحکم آیاتہ هذا فیہ قولان والماثور من السلف یوافق القرآن بذلک " ص۲۹۰

یعنی، لیکن کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ رسالۃ اور وحی من اللہ میں غلطی واقع ہو سکتی ہے؟ جس کو اللہ بعد میں درست کر دیتا ہے اور شیطان جو پیغمبروں کی زبان پر بات لاتا ہے اسے اللہ ختم کر کے اپنی آیتوں کو محکم کر دیتا ہے، پس اس میں دو قول ہیں، اور جو بات سلف سے منقول ہے وہ وہی ہے جو قرآن کے موافق ہے۔

ابن تیمیہ کی اس ایچ پیچ والی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ابن تیمیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ شیطان وحی و رسالت کی تبلیغ میں انبیاء علیہم السلام کو اپنے وسوسے کا شکار بناتا ہے اور اس کی تائید قرآن سے ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ شیطان کی وحی اور القاء کو باقی نہیں رکھتا بلکہ اسکو منسوخ کر دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے، ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ سلف سے یہی بات منقول ہے، یعنی معاذ اللہ سارے سلف کا یہی عقیدہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام اللہ کی طرف سے پیغام رسانی میں شیطانی وسوسہ کا شکار ہوتے ہیں، ابن تیمیہ کی یہ مستمر عادت ہے کہ اپنی بات کو پختہ کرنے کیلئے سلف کے نام کا سہارا لیتے ہیں جب کہ سلف بیچاروں کو ابن تیمیہ

کے باطل عقیدوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام تبلیغ رسالت میں بالکلیہ معصوم نہیں ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ خود قرآن میں ہے۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطن فی امنیتہ، یعنی ہم نے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کوئی رسول اور نبی آپ سے پہلے ایسا نہیں بھیجا کہ جب وہ آیاتِ الہٰی کی تلاوت کرتا، تو شیطان نے اسکی تلاوت میں وسوسہ نہ پیدا کیا ہو۔

نیز ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جب سورہ نجم کی کافروں کے مجمع میں تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی زبان پر یہ کلمہ جاری کرا دیا تلك الغرانیق العلےا وان شفاعتھن لترتجیٰ۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

" واما الذین قرروا ما نقل عن السلف فقالوا ھذا منقول نقلا ثابتًا لا یمکن القدح فیہ، والقرآن یدل علیہ بقولہ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الخ " ص۲۹۱

یعنی جن لوگوں نے اس بات کو ثابت کیا ہے جو سلف سے منقول ہے (یعنی انبیاء علیہم السلام) تبلیغ رسالت میں بھی حسب زعم ابن تیمیہ معصوم نہیں ہوتے ہیں اور شیطان انکو بھی اپنے وسوسے کا شکار بنالیتا ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ تلك الغرانیق العلیٰ والا واقعہ اس طرح ثابت ہے کہ اس میں کوئی قدح نہیں کیجا سکتی اور خود قرآن کی یہ آیت وما ارسلنا من قبلك الخ اس پر دلیل ہے "

پھر ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت پاک میں یہ ہے کہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان یعنی اللہ اسکو منسوخ کر دیتا ہے جو شیطان نبی و رسول کی قرأت میں وسوسہ ڈالتا ہے، اور جب تک کوئی بات پیش نہ آئے اس کے اٹھانے اور منسوخ کرنے کا مطلب ہی کیا ہے؟ اسلئے یہی اصل ہے کہ کوئی رسول اور نبی تبلیغ رسالت میں شیطان کے وسوسوں سے معصوم نہیں

رہتا ہے البتہ اس شیطانی وسوسہ کو اللہ ان کے ساتھ باقی نہیں رکھتا۔[1]

خیر یہ تو تبلیغ رسالت اور وحی الٰہی میں معصوم ہونے اور نہ ہونے کی بات تھی، لیکن عام گناہوں سے خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ انبیاء اور رسل معصوم ہوتے ہیں یا نہیں ؟ تو ابن تیمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء اس سے معصوم نہیں ہوتے ہیں کہ ان سے گناہ صادر نہ ہو بلکہ ان کی عصمت کا تعلق اس سے ہوتا ہے کہ وہ گناہوں پر باقی نہیں رہنے دیئے جاتے، اس بات کو ابن تیمیہ اپنی اس پیچ دار اور الجھی ہوئی اور گھماؤ پھراؤ والی عبارت میں اس طرح کہتے ہیں۔

" واما العصمۃ فی غیر ما یتعلق بتبلیغ الرسالۃ فھل ھو ثابت بالعقل والسمع ؟ ومتنازعون فی العصمۃ من الکبائر والصغائر او من بعضھا ام ھل العصمۃ انما ھی فی الاقرار علیھا ؟ ام لا یجب القول بالعصمۃ الا فی التبلیغ فقط ، وھل تجب العصمۃ من الکفر والذنوب قبل المبعث ام لا ؟

یعنی تبلیغ رسالت کے علاوہ امور میں انبیاء معصوم ہوتے ہیں کہ نہیں ؟ تو لوگوں کا اختلاف ہے کہ کیا یہ عصمت عقلاً ثابت ہے یا کتاب وسنت سے، پھر ان کا اختلاف ہے کہ انبیاء کا معصوم ہونا گناہ کبیرہ وصغیرہ دونوں سے ہے یا بعض سے ؟ یا انبیاء کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کا پیغام پہونچانے میں معصوم ہیں ؟ اور کیا بعثت سے پہلے انبیاء علیہم السلام کفر اور گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں کہ نہیں ؟

دیکھئے ابن تیمیہ نے ایک اتفاقی بات کو کیسا اختلافی بنا دیا ہے، تمام اہلسنت کے نزدیک انبیاء کا بعد البعثت ہر طرح کے گناہوں سے معصوم ہونا اور قبل البعثت کفر اور شرک سے معصوم ہونا بلکہ قبل البعثت بھی ہر طرح گناہوں سے معصوم ہونا طے شدہ امر ہے اور اجماعی مسئلہ ہے، ابن تیمیہ نے اس اتفاقی بات کو کس طرح کا متنازع فیہ مسئلہ بنا کر پیش کیا ہے، اور انکی غرض اس سے یہ ہے کہ وہ اس طرح اپنی بات کو جو انکا عقیدہ

---

(۱) اس آیت کی صحیح تفسیر معلوم کرنے کیلئے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی تفسیر ملاحظہ کیجائے، اس سے ابن تیمیہ کی غلطی واضح ہوجائے گی۔

اور مسلک ہے اب جب پیش کریں گے تو ان کی طرف کسی کی انگلی نہیں اٹھے گی، چنانچہ اس کے بعد وہ اپنا عقیدہ اور مسلک پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

" والقول الذی علیہ جمہور الناس وھو الآثار المنقولۃ من السلف اثبات العصمۃ من الاقرار علی الذنوب مطلقاً" ص۲۹۳

یعنی انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے ہیں ان سے گناہ صادر بھی ہوتے ہیں، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی بس اتنا ہے کہ انکو گناہوں پر باقی نہیں رکھا جاتا۔ یہی جمہور کا عقیدہ ہے اور سلف سے بھی اسی کے بارے میں آثار منقول ہیں۔

غیر مقلدین اور سلفیین سے ہر شخص کو یہ پوچھنے کا حق ہے کہ وہ بتلائیں کہ کیا اہل سنت والجماعت کا اور جمہور مسلین کا یہی عقیدہ ہے؟ اور اس عقیدہ والا اہلسنت والجماعت کا فرد شمار ہو سکتا ہے؟

ابن تیمیہ سلف اور جمہور کو جھوٹی آڑ میں گمراہی کا پرچار کرتے ہیں اور امت مسلمہ کو آزمائش میں ڈالتے ہیں، ابن تیمیہ تو اب دنیا میں نہیں ہیں کوئی ان کا مخلص اور سچا متبع اٹھے اور سلف اور جمہور کے قول سے ابن تیمیہ کی صداقت کو ثابت کرے۔

ابن تیمیہ کا یہ سارا کلام سراسر باطل ہے، نہ اس کے قائل جمہور ہیں اور نہ اہلسنت والجماعت کا کوئی فرد، اس طرح کا جس کا عقیدہ ہو اس کا ایمان ہی مشکوک ہے۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات محل حوادث ہے

ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات کے ساتھ حوادث کا قیام ہو سکتا ہے، اس بات کو ابن تیمیہ نے مختلف انداز سے اپنے فتاوی میں بار بار بیان کیا ہے، مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

" ومن ھنا یظھر (الاصل الثانی) الذی تبنی علیہ افعال الرب تعالیٰ اللازمۃ والمتعدیۃ وھو انہ سبحانہ ھل تقوم

به الامور الاختيارية المتعلقة بقدرته ومشيئته ام لا؟
فمذهب السلف وائمة الحديث ..... جواز ذلك (ص ۵۳۶ / ج ۵)
یعنی کیا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ وہ افعال لازمہ اور متعدیہ امور اختیاریہ جن کا تعلق اللہ کی قدرت اور مشیت سے ہے، اللہ کی ذات کے ساتھ انکا قیام ہوتا ہے یا نہیں؟ تو سلف اور ائمہ حدیث کا مذہب یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

اور ایک جگہ لکھتے ہیں:

"واما دنوه نفسه وتقربه من بعض عباده فهذا يثبته من يثبت قيام الافعال الاختيارية بنفسه ومجيئه يوم القيٰمة ونزوله واستوائه على العرش وهذا مذهب ائمة السلف وائمة الاسلام المشهورين واهل الحديث والنقل عنهم بذلك متواتر" (ص ۴۶۶ / ج ۵)

یعنی اللہ تعالیٰ کا خود ہی بعض بندوں سے قریب ہونا تو اس کو وہ لوگ اللہ کیلئے ثابت مانتے ہیں جن کا مذہب یہ ہے کہ افعال اختیاریہ کا قیام اور اللہ کا قیامت کے روز آنا اور اس کا آسمان سے اترنا اور اس کا عرش پر مستوی ہونا اللہ کیلئے ثابت ہے، اور یہ ائمہ سلف اور مشہور ائمہ اسلام اور اہل حدیث کا مذہب ہے، اور ان سے ان کا یہ مذہب بتواتر ثابت ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اللہ کیلئے لازم اور متعدی دونوں فعل ثابت ہے اور اسی پر قرآن سے دلیل ہے اور یہی سلف اور ائمہ سنت کا مذہب ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

"وهؤلاء يقولون انه ياتي ويجئ وينزل ويستوي ونحو ذلك من الافعال كما اخبر من نفسه وهذا هو الكمال" (ص ۲۰ / ج ۶)

یعنی ائمہ سلف اور ائمہ سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ آتا ہے اور جاتا ہے

اصل مقصود / حاشیہ: عمل مشتاق (handwritten margin)

اور اترتا ہے اور قرار پکڑتا ہے اور اس کے علاوہ اللہ کے دوسرے اسی قسم کے افعال ہیں جیسا کہ اللہ نے اپنے بارے میں اس کی خبر دی ہے اور اللہ کی ذات کیلئے یہی کمال ہے۔

غیر مقلدین اور سلفیین ایک طرف تو اللہ کیلئے بندوں کی طرح سارے افعال اختیاریہ، متعدیہ ولازمہ مانتے ہیں اور دوسری طرف اسی منہ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کے یہ افعال بندوں اور مخلوق کے مشابہ نہیں ہیں، سوال یہ ہے کہ زید کا بات کرنا اور عمر کا بات کرنا ایک جیسا نہیں ہوتا ہے، دونوں کی آواز الگ الگ ہوتی ہے، دونوں کا چلنا پھرنا الگ ہوتا ہے مگر اصلاً چلنے پھرنے کا جو معنی ہے اور بات کرنے کا جو مفہوم ہے دونوں میں مشترک ہے اسی وجہ سے دونوں کو متکلم اور متحرک اور چلنے پھرنے والا کہا جاتا ہے، تو جب اصل معنی نزول اور مجی کا اللہ کی ذات میں پایا گیا اور حرکت کے اصل معنی اور استقرار کے لغوی معنی کے اعتبار سے آنا جانا اور حرکت کرنا اور استوا اللہ کیلئے تسلیم کر لیا گیا تو یہ کہنا کہ اللہ کا آنا جانا اور اترنا اور چڑھنا اور اللہ کا استقرار بندوں اور مخلوق کے مشابہ نہیں ہے بالکل بے معنی بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سارے افعال بندوں کے بھی حادث اور اللہ کے لئے بھی حادث ہیں، تو اصل معنی حدوث کے اعتبار سے اللہ اور بندوں میں کیا فرق رہا اللہ کی ذات بھی محل حوادث ہوئی جس طرح مخلوق کی ذات محل حوادث ہوا کرتی ہے۔

ابن تیمیہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتلایا ہے کہ سلف، کتاب وسنت، ائمہ حدیث اجماع وغیرہ کا الفاظ اپنا مطلب حاصل کرنے کیلئے موقع بے موقع بہت استعمال کرتے ہیں اور یہ سب انکی بکواس ہوتی ہے، اور ائمہ سلف اور کتاب وسنت کا نام لے کر عوام کو بہکانا اور گمراہ کرنا ہوتا ہے۔

بہرحال عرض یہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو محل حوادث بتلانے والا اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور اس کا شمار علماء اہلسنت میں سے نہیں ہو سکتا۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلی رب کے وقت جو غشی طاری ہوئی تھی اور چیخ نکلی تھی یہ انکا نقص تھا اور کمال نبوت کے خلاف تھا

ابن تیمیہ یہ بتلاتے ہوئے کہ بندہ پر فنا کی کیفیت کا طاری ہونا اور اللہ کا نام سن کر اس کا غش کھا جانا یہ کمال نہیں بلکہ اس کا نقص ہے اور بندہ کو اس میں معذور سمجھا جاتا ہے، اس کی مثال میں فرماتے ہیں:

"کما عند موسیٰ صلے اللہ علیہ وسلم لما صعق حین تجلی ربہ للجبل ولیس ھذا الحال غایۃ السالکین ولا لازمًا لکل سالک ومن الناس من یظن انہ لابد لکل سالک منہ فلیس کذلک فنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم والسابقون الاولون ہم افضل وما اصاب احدا منہم ھذا الفنا ولا صعق ولا مات عند سماع القرآن (ص۸۹ ج۳ منہاج السنۃ)

"یعنی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام معذور تھے جبکہ تجلی رب کے وقت انھوں نے چیخ ماری، لوگ سمجھتے ہیں کہ فنا کی کیفیت کا طاری ہونا ہر سالک کیلئے لازم سو یہ درست نہیں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ میں سے سابقین اولین جو لوگ کہ افضل تھے نہ انھیں کبھی یہ فنا لاحق ہوا اور نہ انکے منہ سے چیخ نکلی نہ قرآن سنتے وقت ان میں کا کوئی مرا۔

ناظرین غور فرمائیں کہ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر انکی بے کمالی کو بتلانے کے لئے ابن تیمیہ کی کتنی بڑی جرأت ہے، اور پھر مثال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کا ذکر کر کے گویا یہ بتلانا ہو کہ صحابہ کرام کمال ایمانی وکمال باطنی اور قوت قلبیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھے ہوئے تھے کیا اس طرح کی بات کوئی اہلسنت

اپنی زبان سے نکال سکتا ہے ؟ بات یہ ہے کہ فتاویٰ میں ابن تیمیہ نے کئی جگہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو تدریجاً کمال کا درجہ حاصل ہوتا ہے یعنی انکی ابتدائی حالت اس درجہ کمال میں نہیں ہوتی ہے جو حال ان کا موت کے وقت ہوتا ہے۔[1] اسی لئے انبیاء سے گناہوں کا

---

(1) مثلاً حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں۔ (فتاویٰ ص $\frac{299}{10ج}$) المقصود هنا ان ماتضمنته قصة ذی النون مما يلام عليه كله مغفور بدله به حسنات ورفع درجته وكان بعد خروجه من بطن الحوت وتوبته اعظم درجة منه قبل ان يقع ماوقع ۔ مقصود یہاں یہ ہے کہ حضرت یونس کے قصہ میں جو بات ہے اور جس کی وجہ سے حضرت یونس علیہ السلام کی ملامت کیجاتی ہے ان سب باتوں کو معاف کردیا گیا ہے اور اسکو حسنات سے اللہ نے بدل دیا ہے اور ان کے درجہ کو بلند کیا ہے اور حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد اور توبہ کر لینے کے بعد پہلے سے زیادہ مرتبہ والے ہوئے جبکہ ان سے گناہ کا صدور ہوا تھا ۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں ۔ فكانت حاله بعد قوله لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظلمين ارفع من حاله قبل ان يكون ما كان والاعتبار بكمال النهاية لا ماجرى فى البداية والاعمال بخواتيمها ۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا حال لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین کہنے کے بعد پہلے حال سے ارفع رہا جب ان سے وہ گناہ صادر ہوا جو صادر ہوا اور اعتبار تو آخری حال کا ہوا کرتا ہے نہ کہ شروع حال کا اور اعمال کا مدار تو خاتمہ سے ہے۔

پھر اسی بات کو اسی صفحہ میں اس طرح دھرایا ہے کہ اللہ نے انسان کو پیدا کیا اور ماں کے پیٹ سے نکالا ، وہ انسان کچھ نہیں جانتا تھا ، پھر انسان کو اللہ نے علم دیا اور نقصان کے حال تدریجاً کمال کے حال تک پہونچایا ۔ فلا يجوز ان يعتبر قدر الانسان بما وقع منه قبل حال الكمال بل الاعتبار بحال كماله ويونس صلى الله عليه وسلم وغيره من الانبياء فى حال النهاية حالهم اكمل الاحوال ص $\frac{299}{10ج}$ اسلئے یہ جائز نہیں ہے کہ انسان کے مقام و مرتبہ کا اعتبار اس چیز سے کیا جائے جو اس سے حالت کمال تک پہونچنے سے پہلے واقع ہوئی ، بلکہ اعتبار کمال کی

صدور بھی ہوتا ہے، اور وہ گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے ہیں، ابن تیمیہ کا مذہب تھا کہ انبیاء علیہم السلام کے مطلقاً معصوم ہونے کا عقیدہ رافضیوں کا ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

وادل من نقل منهم من طوائف الامة القول بالعصمة مطلقا ۔۔۔
۔۔۔۔ الرافضة (ص ۳۲۰/۴۴ فتاوى)

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم جانے وہ جاہل ہے۔

ابن تیمیہ حضرت علیؓ پر حضرت معاذؓ کی فضیلت بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں :

" وقوله اعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل اقرب الى الصحة باتفاق علماء اهل الحديث من قوله اقضاكم على لوكان ما يحتج به، واذا كان ذلك اصح اسنادا واظهر دلالة، علم ان المحتج بذلك على ان عليا اعلم من معاذ بن جبل جاهل " ص ۴۱۰/۴۴

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ حضرت معاذ صحابہ کرام میں حلال وحرام کے سب سے زیادہ واقف کار ہیں، حضور کے ۔۔ ارشاد سے کہ حضرت علی صحابہ کرام میں سے سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں باتفاق اہل علماء حدیث زیادہ صحیح ہے،

حالت کا ہوگا، اور حضرت یونس علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے آخر احوال ابتدائی احوال سے زیادہ کامل تھے۔

اہل علم غور فرمائیں کہ کیا یہ کسی اہلسنت کا عقیدہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے احوال شروع میں ناقص ہوتے ہیں اور آخر میں کامل ہوتے ہیں، اور انکی مثال ایسی ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے نکلنے والے بچے کی وہ تدریجاً کمال کو پہونچتا ہے۔

اور جب معلوم ہو چکا کہ حضرت معاذ کے بارے بارے میں جو حضور کا ارشاد ہے
وہ سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح اور دلالت کے اعتبار سے زیادہ واضح ہے تو
حضرت علی کے بارے میں جو حدیث ہے اس سے یہ حجت پکڑنے والا کہ حضرت
علی حضرت معاذ سے زیادہ علم والے تھے جاہل ہے۔

میرا خیال ہے کہ حضرت معاذ کو حضرت علی سے علم میں افضل قرار دینے کی بات کسی بھی اہلسنت والجماعت کا قول نہیں ہے، یہ ابن تیمیہ کی ایجاد ہے۔ ابن تیمیہ کو معلوم نہیں کیوں حضرت علی سے بڑی پرخاش تھی۔ وہ حضرت علی کی فضیلت والی بیشتر حدیثوں کو رد کر دیتے ہیں۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ کوئی مومن حتی کہ صحابہ کرام بھی ہدایتِ کاملہ کے ساتھ با ایمان نہیں تھے

ابن تیمیہ کے عقائد کا تفصیلی مطالعہ کرو تو عجیب وغریب باتیں سامنے آتی ہیں جن کا کسی اہل سنت سے تصور بھی نہیں ہو سکتا مثلاً وہ اس آیتِ شریفہ کا وما لکم لا تومنون باللہ والرسول یدعوکم لتومنوا بربکم وقد اخذ میثاقکم ان کنتم مؤمنین کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کے مخاطب کفار نہیں ہیں بلکہ اس کے مخاطب مومنین ہیں، اور آیت شریفہ میں ان مومنیں سے ایمان کی تکمیل کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ جو چیزیں ان پر ظاہراً و باطناً واجب ہیں ان کو ادا کر کے اپنے ایمان کی تکمیل کریں، پھر فرماتے ہیں:

"کما نسأل اللہ ان یھدینا الی الصراط المستقیم فی کل صلاۃ
وان کان قد ھدی المومنین للاقرار بما جاء بہ الرسول
جملۃ لکن الھدایۃ المفصلۃ فی جمیع ما یقولونہ فی جمیع امورہم
لم تحصل وجمیع ھذہ الھدایۃ الخاصۃ المفصلۃ ھی من الایمان

المأمور بہ وبذلک یخرجہم اللہ من الظلمٰت الی النور (۲۳۱/۲)

یعنی یہ اسی طرح ہے جیسا ہم اللہ سے صراط مستقیم کی ہدایت کا ہر نماز میں سوال کرتے ہیں اگرچہ اللہ نے مومنین کو اجمالی طور پر شریعت کا اقرار کرنے کی وجہ سے ہدایت دے رکھی ہے، لیکن ان کے تمام اقوال میں تفصیلی ہدایت نہیں ملی ہوتی ہے جب کہ یہ مفصل ہدایت خاصہ ہی وہ ایمان ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور اسی ہدایت سے اللہ مومنین کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

علماء کرام اور اہل سنت والجماعت غور فرمائیں کہ ابن تیمیہ کا یہ عقیدہ اور انکی یہ بات کتنی خطرناک ہے، اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ کسی مسلمان کا حتی کہ کسی صحابی اور خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات تک ایمان ناقص ہی رہا اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور اھدنا الصراط المستقیم سے دعا مانگا کرتے تھے۔

ہمارا خیال ہے کہ ابن تیمیہ کا عقیدہ اور مذہب معلوم کرنے کیلئے اتنا ہی بہت کافی ہے۔

اب اہل اسلام غور فرمائیں کہ کیا ابن تیمیہ اہل سنت والجماعت میں سے تھے ؟ اور کیا جس شخص کا عقیدہ اس قسم کا ہو وہ اہل سنت والجماعت میں سے شمار ہونے کے قابل ہے۔ اور کیا ابن تیمیہ والے کسی بھی حال میں اہل سنت والجماعت ہو سکتے ہیں ؟

وللہ الحمد اولاً وآخراً وصلی اللہ علی النبی وسلم

تم ھٰذا التحریر ۸ر شوال ۱۴۲۷ھ

mdajmalansari52@gmail.com

ضروری اور اہم اعلان

" کیا ابن تیمیہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں ؟ "

اس کتاب کا عربی اڈیشن بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے۔ کتاب تیار ہو کر پریس میں جا چکی ہے۔

عربی کتاب کا نام نوٹ کرلیں

" هل ابن تيمية من اهل السنة والجماعة؟ "

عربی سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک دلچسپ اور معلوماتی تحریر۔
یہ کتاب مولانا غازی پوری کے معروف و مشہور عربی اسلوب میں ہے۔
شائقین آج ہی اپنا آرڈر بک کرالیں۔

پانچ نسخوں سے کم کا آرڈر بک نہیں کیا جائے گا۔

قیمت ۔ صرف پچاس روپے ۵۰

پتہ

۲۳۳۰۰۱

مکتبہ اثریہ، قاسمی منزل، سید واڑہ، غازیپور، یوپی

کے پتہ سے طلب کریں۔

mdajmalansari52@gmail.com

حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری کی اہم

تصنیفات

۱۔ وقفہ مع معارضی شیخ الاسلام — عربی

۲۔ مسائل غیر مقلدین

۳۔ غیر مقلدین کی ڈائری

۴۔ غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ

۵۔ آئینہ غیر مقلدیت

۶۔ غیر مقلد عالم مولانا صادق سیالکوٹی کی کتاب "سبیل الرسول پر ایک نظر"

۷۔ حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار ردو قبول

۸۔ صحابہ کرام کے بارے غیر مقلدین کا نقطۂ نظر

۹۔ صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر۔ حصّہ اول و دوم

۱۰۔ دوماہی رسالہ "زمزم" اردو

۱۱۔ سہ ماہی رسالہ "صوت الاسلام" (عربی)

۱۲۔ ارمغانِ حق

ناشر

مکتبہ اثریہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور Pin: 233001-

Ph: 0548-2221757, Mob: 9451006499

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا دو ماہی
دینی و علمی مجلہ
زمزم
جلد ۱۰
ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
شمارہ ۲
مدیر مسئول و مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازیپوری
سالانہ چندہ ـــــــــ ۷۰/ روپے
پاکستان اور بنگلادیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور۔ یوپی
پن کوڈ۔ ۲۳۳۰۰۱
موبائل نمبر۔ ۹۴۵۱۰۰۶۴۹۹

جلسہ عرس کا
شمارہ نمبر ایک کی
جگہ کیا ابن تیمیہ
اہل سنت والجماعت
میں سے تھے ؟
mdajmalansari52@gmail.com

فہرست مضامین

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکہ کا جنونی صدر

امریکہ کے اشارہ پر گزشتہ دنوں عراقی صدر صدام کو پھانسی دے دی گئی، امریکہ سمجھ رہا تھا کہ صدام کو تختہ دار پر لٹکا کر کے وہ دنیا والوں کی اور عراقی عوام کی واہ وائی حاصل کرے گا، مگر معاملہ بالکل الٹ گیا اور بش میاں کی ناک کٹ کر لٹک گئی، صدام نے جس حوصلہ اور ہمت سے پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈالا، اس نے صدام کی موت کو صدام کی زندگی بنا دیا، اور پورے عرب میں بلکہ پوری دنیائے اسلام میں وہ ہیرو بن گیا، اور بش زیرو ہو گیا، دنیا کی بیشتر حکومتوں نے صدام کے پھانسی کے واقعہ پر امریکہ کی مذمت کی اور بتلایا کہ امریکہ کے لئے عراق کی سرزمین اور بھی تنگ ہو گئی ہے، آج بھی عراق خون میں نہایا ہوا ہے، اور ہر روز وہاں ہلاکتوں کا سلسلہ جاری ہے، امریکیوں پر حملہ تیز ہو گیا ہے۔

امریکہ کا صدر خود اپنی عوام کی نگاہ میں ذلیل وخوار ہو کر رہ گیا ہے، بش کو اپنے مقصد میں ناکامی اور امریکی اور دنیا کی عوام کے سامنے ذلت ورسوائی نے اس کے ہوش وحواس کو گم کر دیا ہے اور یہ اس وقت جنون کی کیفیت سے دوچار ہے۔

جب آدمی سفاک وجابر وگھمنڈی ہوتا ہے اور پھر اس کی انا کو ضرب لگتی ہے تو اس میں انتقام کی آگ بھڑکتی ہے اور وہ اس آگ کو بجھانے کے لئے الٹا سیدھا قدم اٹھاتا ہے، امریکہ کا صدر بھی یہی کر رہا ہے، امریکی عوام اور امریکی پارلیمنٹ کے ممبران کی اکثریت کی رائے کے خلاف

صدر بش نے عراق میں مزید فوج بھیجنے کا اعلان کر دیا اور اس پر عمل بھی ہو رہا ہے۔ صدر بش یہ سمجھ رہا ہے کہ ان فوجیوں کی آمد سے عراق کی صورت حال درست ہو جائے گی، اور وہاں کے حالات پر قابو پا لیا جائے گا، جب ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد امریکی فوج بے دست و پا ہو رہی ہے تو یہ بیس پچیس ہزار مزید امریکی فوج حالات پر کس طرح قابو پائے گی، امریکہ کے جنونی صدر کو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔

امریکہ عراق سے ابھی نمٹ نہیں پا رہا ہے کہ اب اس کا صدر ایران پر حملہ کی تیاری کر رہا ہے اور اس نے اس کے لئے ایران پر بیہودہ الزامات لگانے شروع کر دیئے ہیں اور امریکی صدر کا لب و لہجہ ایران کے بارے میں بالکل اسی جیسا ہو گیا ہے جیسا کہ اس کا لب و لہجہ عراق کے بارے میں اس پر حملہ سے پہلے تھا، امریکہ نے خلیج کی ریاستوں میں اپنی فوج بڑھانی شروع کر دی ہے، اس کے بحری بیڑے خلیج کے سمندروں میں اکٹھے ہو گئے ہیں، یہ سب ایران پر حملہ کرنے کی تمہید ہے۔

کیا امریکہ کے صدر نے ایران کو بھی عراق ہی کی طرح لقمہ تر سمجھ رکھا ہے، اگر اس کی سمجھ میں یہی ہے تو اس سے زیادہ احمق دنیا میں کوئی سربراہ حکومت نہ ہوگا، عراق کو امریکہ نے پہلے ہر طرح کے ہتھیار سے خالی کرا لیا تھا، وہاں کے عوام کی ایک بڑی تعداد صدام سے ناراض تھی، مگر ایران کے پاس اس کی پوری بحری و بری و فضائی طاقت ہے، وہاں کے عوام بھی پورے طور پر حکومت کے ساتھ ہیں، اور کیا بعید کہ ایران نے ایٹم بم تیار ہی کر لیا ہو، اسلئے ایران پر حملہ کر کے امریکہ سرخرو نہیں ہو سکتا اور صدر بش کو مزید ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، اور پورا مشرق آگ اور خون کے دریا میں نہا جائے گا، اور ہو سکتا ہے کہ اسرائیل کا نقشہ ہی زمین سے ختم ہو جائے۔

مگر صدر بش پر جنون کا دورہ پڑا ہوا ہے، اور امریکہ میں الکشن میں ناکامی نے اس کو اور بھی چڑچڑا اور ضدی بنا دیا ہے وہ اپنی کھوئی ساکھ کو اس بے عقلی کے راستہ بحال کرنا چاہتا ہے۔ گویا اس نے طے کر لیا ہے کہ وہ ایران پر حملہ کر کے پوری مشرق وسطی پر اپنا کنٹرول کرے گا اور تیل کے سارے ذخائر اس کے قبضہ میں ہونگے، اب اسے کیا معلوم کہ معاملہ پلٹ بھی سکتا ہے اور جس طرح آج عراق تباہ ہو جانے کے باوجود بھی امریکہ کے حلق میں پھانس بنا ہوا ہے، امریکہ کا عراق پر حملہ کرنا کہیں صدر امریکہ کی موت کا پیغام نہ ہو!!

محمد ابو بکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

نبوی ہدایات

(۱) نسائی شریف اور دارمی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ مسواک کرنا منہ کو صاف کرتا ہے اور پروردگار کو خوش کرتا ہے۔

ہمارے نبی پاک نے اپنی تعلیمات سے ہم کو ہماری زندگی کے مختلف امور میں رہنمائی فرمائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بڑا اہتمام تھا کہ مسلمانوں کی زندگی باطنی اعتبار سے جس طرح صاف ستھری اور پاک صاف ہو اسی طرح ان کی زندگی ظاہری اعتبار سے بھی پاک صاف ہو، اور یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدن کی اور کپڑوں کی صفائی کو ایمان کا جز قرار دیا ہے۔ چونکہ منہ کی بدبو سے خود انسان کی اپنی صحت پر برا اثر پڑتا ہے اور اس بو سے دوسروں کو بھی تکلیف پہونچتی ہے، اور ایسے انسان کے پاس لوگ بیٹھنا پسند نہیں کرتے ہیں، اگر نمازی کے بغل میں ایسا انسان کھڑا ہو تو نمازی کو بھی تکلیف ہوتی ہے، اور فرشتوں کو بھی اس کی بو سے ایذا پہونچتی ہے اس وجہ سے آپ نے منہ کی بدبو کو دور کرنے کیلئے مسلمانوں کو مسواک استعمال کرنے کا حکم دیا ہے، اور اس کی فضیلتوں کو بیان فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بھی مسواک کرنے کا بڑا اہتمام تھا، مسواک کو آپ نے وضو کی سنت قرار دیا۔ یہاں تک آپ نے فرمایا کہ اگر میری امت کو یہ بات دشوار نہ ہوتی تو میں وضو میں مسواک کرنے کو لازم قرار دیتا۔

آج کل لوگ منہ اور دانت کی صفائی کیلئے مختلف قسم کے مصنوعی منجن اور پاؤڈر استعمال

ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پاکیزہ عادت کو ہم دیکھتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں میں ایسے بے شرموں کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کھڑے ہو کر اپنی پتلون سے اپنی شرمگاہ کو باہر کر کے اس طرح پیشاب کرتے ہیں کہ آنے جانے والے کی نگاہ اس کی شرمگاہ پر پڑتی رہتی ہے۔ یہ انتہائی بے شرمی کی بات ہے۔ اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے کہ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ جس کے پاس حیا اور شرم نہیں وہ ایمان کے ایک بڑے حصہ سے محروم ہے۔

اصل کمال

کمالات میں سے اصل کمال، کمال علمی ہے، اور کمال عملی بھی، اسی کمال علمی کا نتیجہ ہے پیغمبرؐ کا ارشاد ہے۔ اوتیت علم الاولین والآخرین یعنی جتنے علوم سابق میں تھے وہ سب میرے پاس ہیں، اور جو میرے مخصوص علوم ہیں وہ کسی کے پاس نہیں، اسی کمال علمی کے باعث حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت دی گئی۔ اس کمال علمی کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا تھا اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم پر الیوم اکملت لکم دینکم کے اعلان کے ساتھ اس کا اتمام کر دیا گیا۔

پھر اگر کمال میں تسخیر کی قوت ہے اور باکمال انسان کے لئے دنیا مسخر ہو جاتی ہے تو پیغمبر علیہ السلام کا کمال تو بہت بلند ہے، پیغمبر علیہ السلام کے کمالات کو اگر دنیا کے تمام کمالات کے ساتھ وزن کیا جائے تو دنیا کے یہ تمام کمالات اس قدر ہیچ نظر آئیں کہ بیان کے لئے بھی کوئی نسبت نہ مل سکے۔

از افادات حضرت مولانا سید فخر الدین صاحبؒ
سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

محمد ابوبکر غازی پوری

قسط ۷

مقام صحابہؓ کتاب و سنّت کی روشنی میں

اور مولانا مودودی

صحابہ کرام کے بارے میں قرآن کے ارشادات

گیارہویں آیت :-

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت یستخلفنھم فی الارض ۔ (نور)

اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا ۔

یہ آیت خلفاء اربعہ کی خلافت کے بارے میں نص قطعی ہے اور اسی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خلفائے اربعہ سب کے سب خداوند قدوس کے یہاں خلافت کے معیار اعلیٰ پر تھے ۔

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں ۔

" یہ خطاب فرمایا حضرت کے وقت کے لوگوں کو یعنی جو ان میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور رسولؐ کے کامل متبع ہیں، رسول کے بعد ان کو زمین کی حکومت دے گا اور جو دین اسلام خدا کو پسند ہے ان کے ہاتھوں سے اسے دنیا میں قائم کرے گا ۔ گویا جیسا کہ لفظ استخلاف میں اشارہ ہے، وہ لوگ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ ہوں گے بلکہ پیغمبر کے جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے اور دین حق کی بنیاد جمائیں گے ...... الحمد للہ یہ وعدۂ الٰہی چاروں خلفاء

رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پورا ہوا اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا "

پھر لکھتے ہیں :

" اس آیت استخلاف سے خلفائے اربعہ کی بڑی بھاری فضیلت و منقبت نکلتی ہے "

اس آیت کو پیش نظر رکھئے اور مولانا مودودی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ کہا اور لکھا ہے اسے بھی آپ دیکھ لیں کہ جن خلفاء کے بارے میں قرآن میں عظیم پیشین گوئی اور بشارت ہے انھیں کے ایک فرد حضرت عثمان کے بارے میں مولانا مودودی کا موقف کیا ہے ؟ ۔

بارہویں آیت :۔

فانزل الله سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین والزمھم کلمۃ التقوی وکانوا احق بھا (الفتح)	پھر اتارا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے رسول اور مومنین پر اطمینان اور قائم رکھا ان کو تقوی کی بات پر اور وہی اس کے لائق اور اس کے اہل تھے ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضور کی طرح صحابہ کرام کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا خصوصی معاملہ تھا اور سارے ہی صحابہ متقی تھے بلکہ یہ تقوی ان کی حیات کا جزو لازم تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے یہاں صحابہ کرام سب سے زیادہ معزز و مکرم تھے جیسا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کا تقاضہ ہے ۔

امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں :

معناہ انھم کانوا عند اللہ اکرم الناس فالزموا تقواہ ۔ (تفسیر کبیر ص۵۵۲ ج۷)	اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں سب سے معزز تھے اسی لئے تقوی کو ان کی ذات کے لئے لازم کر دیا گیا ۔

تیرہویں آیت :-

لکن اللہ حبب الیکم الایمان	لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا
وزینہٗ فی قلوبکم وکرہ الیکم	اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور
الکفر والفسوق والعصیان اولٰئک	کفر وعصیان وفسوق کو تمہارے لئے ناپسندیدہ
ھم الراشدون ۔ (الحجرات)	کر دیا۔ یہی لوگ اچھے راستے والے ہیں ۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ایمان کامل کے درجہ پر تھے اور کفر وفسق وعصیان یعنی ظاہری وباطنی، عملی وقولی ہر طرح کی معصیت سے محفوظ تھے اور اس حفاظت کا انتظام خود اللہ نے کیا تھا۔ تفسیر کبیر میں ہے ۔

کرہ الیکم وھو الامر الاعظم	یعنی تمہارے لئے کفر کو مکروہ بنا دیا اور کفر سب سے
کما قال تعالیٰ ان الشرک لظلم	بڑا گناہ ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا شرک ظلم عظیم ہے
عظیم ثم قال تعالیٰ والفسوق مایظھر	پھر اللہ نے لفظ فسوق ذکر کیا اس سے مراد وہ گناہ ہے
لسانکم ایضًا ثم قال والعصیان	جو زبان سے ظاہر ہو پھر عصیان کا لفظ استعمال
وھو دون الکل ولم یترک علیکم	کیا وہ کفر اور فسوق سے کمتر درجہ ہے یعنی سب سے
الامر الادنیٰ وھو العصیان ۔	کم درجہ کی جو چیز تھی اللہ نے تمہارے دل میں اس کی
. . . .	بھی نفرت پیدا کر دی ۔
وقال بعض الناس الکفر ظاھر و	اور بعض نے کہا ہے کہ کفر کا مطلب تو ظاہر ہے
الفسوق ھو الکبیرۃ والعصیان	اور فسوق سے مراد گناہ صغیرہ ہے اور عصیان
ھو الصغیرۃ ۔ (تفسیر کبیر)	سے مراد گناہ کبیرہ ہے ۔

یعنی مطلب یہ ہے کہ اللہ نے صحابہ کرام کے دل میں چھوٹی بڑی ہر طرح کی گناہ کا تصور تک ناپسندیدہ بنا دیا تھا، اس سے صحابہ کرام کا غایت درجہ متقی ہونا ظاہر ہوتا ہے، یہ آیت صحابہ کرام کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی بڑی شہادت ہے اور ان کے تعدیل وتزکیہ پر ایسی پختہ دلیل ہے کہ اس کے بعد صحابہ کرام کی زندگی کے بارے میں عیب جوئی اور ان کے اخلاق وکردار کے بارے میں

لب کشائی بڑی جرأت وجسارت کی بات ہے۔

چودہویں آیت :۔

للذین احسنوا الحسنیٰ و	جن لوگوں نے نیک عمل کیا ان کیلئے جنت
زیادۃ ولا یرھق وجوھھم قتر	اور اس سے زیادہ ایک اور چیز ہے (یعنی
ولا ذلۃ اولٰئک اصحاب الجنۃ	اللہ کی رضا اور اس کا دیدار) ان کے چہروں
ھم فیھا خٰلدون ط	کو سیاہی نہ گھیرے گی اور نہ ذلت، وہ لوگ جنت
(یونس)	والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت سے اس زمانہ کے سارے مومنین کا جنتی ہونا معلوم ہوا اور یہ کہ وہ ہر طرح کی ذلت اور عذاب سے محفوظ ہوں گے۔

پندرہویں آیت :۔

التائبون العابدون الحامدون	توبہ کرنے والے ہیں، بندگی کرنے والے ہیں
السائحون الراکعون الساجدون	حمد وشکر کرنے والے ہیں جہاد کرنے والے ہیں
الحافظون لحدود اللہ ط	رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ کے حدود
(توبہ)	کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہ آیت کریمہ صحابہ کرام کی زندگی کا نقشہ پیش کرتی ہے، اس سے ان کی چند صفتوں کا پتہ چلا۔ توبہ، حمد، شکر، جہاد، صلوٰۃ اور حدود اللہ کی حفاظت۔

التائبون کی تفسیر میں تفسیر قرطبی میں ہے۔

التائبون ھم الراجعون عن	یعنی التائبون سے مراد وہ لوگ ہیں جو مذموم
الحالۃ المذمومۃ فی معصیۃ	حالت سے جو معصیۃ اللہ کے سلسلہ کی ہو لوٹ کر
اللہ الی الحالۃ المحمودۃ فی	عمدہ صفات کی طرف جس کا تعلق اللہ کی طاعت
طاعۃ اللہ۔ (ص۲۶۹ ج۸)	سے ہوتا ہے آنے والے ہیں

التائبون کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں ایمان واسلام کے بعد صفات مذمومہ

باقی نہیں رہ گئی تھیں اور ان کے نفوس ہر گندی حالت اور صفت سے مذکیٰ و مجلیٰ تھے۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی زندگی کا مقصد حدود اللہ کو توڑنا نہیں بلکہ اس کی حفاظت تھا اور اسی پر ان کی زندگی گذری تھی۔

سولہویں آیت :-

ھوالذی ایدك بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبھم ولوانفقت ما فی الارض جمیعا ماالفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم۔	اللہ ہی نے (اے نبی) آپ کی اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے تائید فرمائی اور مسلمانوں کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر آپ زمین کا سارا خزانہ بھی خرچ کر ڈالتے جب بھی آپ ان کے دلوں کو نہ جوڑ پاتے، لیکن اللہ ہی نے ان کے درمیان الفت پیدا کر دی بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے کئی باتیں معلوم ہوئیں

اول یہ کہ اللہ نے صحابہ کرام کو رسول کی تائید و نصرت کیلئے منتخب کیا تھا اور ظاہر بات اور بالکل کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جن کو اپنے رسول کی تائید و نصرت کیلئے منتخب کریں گے وہ اپنے اخلاق و اعمال اور اپنے قلب و قالب کے اعتبار سے نہایت پاکیزہ صاف ستھرے اور اعمال شنیعہ اور عادات مذمومہ سے پاک و مطہر ہوں گے ان کو عام انسانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے سارے صحابہ کرام کے قلوب کو جوڑ دیا تھا اور ان میں اخوت، بھائی چارگی، محبت اور الفت کا وہ رشتہ قائم کر دیا تھا جو نسب و دم کے رشتے سے کہیں اعلیٰ اور محکم تھا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے مابین جو اتحاد و رشتہ تھا اور ایک دوسرے کیلئے ایثار و قربانی، جاں بازی و جاں سپاری کا جو جذبہ تھا اور جس کا مشاہدہ ان کی پوری زندگی میں ہوتا رہتا تھا اس کی مثال اقوام و ملل کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔

اس لئے ہم کسی صحابی کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اس کے دل میں کسی دوسرے صحابی کے بارے میں بغض و حسد، نفرت و عداوت کا جذبہ پرورش پاتا رہا یا آپس میں ایک دوسرے کی حرمت کو وہ پامال کرتے رہے ان کے درمیان اگر اختلاف بھی ہوا اور تلوار بھی چلی تو اس کا مقصد معاذ اللہ محض جذباتِ نفس کی تسکین اور ہوائے نفس کی اتباع اور کوئی دنیاوی غرض وطمع نہیں تھی بلکہ ان کے سارے مشاجرات و منازعات کا منشا از راہِ خلوص و للٰہیت محض نظریات کا اختلاف اور اجتہاد تھا، انھوں نے جو کچھ بھی کیا اسے حق سمجھ کر اور اپنا فریضۂ ایمانی واسلامی جان کر کیا۔

کسی بھی صحابی کے بارے میں جیسا کہ قرآن کی ان آیات کا اقتضاء ہے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ محض جذباتِ نفس کو تسکین دینے کیلئے کسی صحابی کے خلاف انتقامی کارروائی کرے گا اور اس کے خون سے اپنی تلوار کو رنگین بنائے گا۔

اگر ان صحابہ کرام کے اندر بھی عداوت و دشمنی اور بغض و عناد کے وہی جذبات پیدا ہوتے اور پرورش پاتے جو عمومی سطح کے اخلاق وکردار کے انسانوں میں پائے جاتے ہیں تو بتلایا جائے کہ اللہ کا یہ ارشاد کہ اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا اور دوسری آیت میں ہے کہ سب میں اخوت کا رشتہ قائم کر دیا اس کا کیا مطلب ہے اور اس کو انعام شمار کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

سترہویں آیت :-

والذین جاء وا من بعدھم	اور جو لوگ ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے
یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا	ہمارے رب بخش دیجئے آپ ہم کو اور ہمارے
الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل	بھائیوں کو جو (ایمان میں) ہم سے سبقت کر گئے
فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا	اور مت بنایئے ہمارے دلوں میں مومنین کیلئے
رحشر	کوئی کھوٹ۔

[illegible] نے لکھا ہے کہ یہ آیت اس بات کو متضمن ہے کہ صحابہ سے محبت کرنا واجب ہے اور ان کے بارے میں کلمات خیر کہنا ایمان کا تقاضا ہے، مسلمانوں کے مال فئی وغنیمت میں اسی کا

حصہ ہے جو صحابہ کرام سے محبت کرنے والا اور ان کے بارے میں کلماتِ خیر کہنے والا ہو جو ان کے بارے میں بد اعتقاد ہو اور ان سے بغض رکھے اس کو مسلمانوں کے مالِ غنیمت سے حصہ نہیں ملیگا گویا عملاً اس کو مسلمانوں کی جماعت میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت کے تحت تفسیر قرطبی میں ہے۔

هٰذه الاٰية دليل على وجوب محبة الصحابة لانه جعل من بعدهم حظاً فى الفئ ما اقاموا على محبتهم وموالاتهم والاستغفار لهم وان من سبهم او احداً منهم واعتقد فيهم شرا انه لاحق له فى الفئ ط

یعنی یہ آیت دلیل ہے کہ صحابہ کرام سے محبت کرنا واجب ہے اسلئے کہ اللہ نے بعد والوں کیلئے غنیمت میں اسی وقت حصہ مقرر کیا ہے جب تک کہ وہ صحابہ کرام سے محبت کرتے رہیں ان سے تعلق خاطر کا اظہار کریں اور ان کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہیں اور جس نے انکو یا ان میں سے کسی کو برا بھلا کہا یا ان کے بارے میں برا اعتقاد رکھا اس کا غنیمت میں کوئی حق نہیں۔

وروىٰ ذٰلك عن مالك وغيره قال مالك من يبغض احداً من اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم اوكان فى قلبه غل فليس له حق فى فئ المسلمين (تفسیر قرطبی)

اور یہ بات امام مالک وغیرہ سے منقول ہے۔ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے بغض رکھے یا اسکے دل میں ان کی جانب سے کوئی کھوٹ ہو تو اس کا مالِ غنیمت میں کوئی حق نہیں ہے۔

اور امام رازی فرماتے ہیں:

بين ان من شان من جاء بعد المهاجرين والانصار ان يذكروا السابقين هم المهاجرون والانصار بالدعاء والرحمة فمن لم يكن كذٰلك

یعنی اللہ نے بتلا دیا کہ مہاجرین و انصار کے بعد میں آنے والوں کا یہ وظیفہ ہے کہ وہ سابقین یعنی مہاجرین و انصار کو دعاء و رحمت کے ساتھ یاد کریں اور جو ایسا نہیں ہے اور اس نے ان کا ذکر برائی

بل ذکرھم بسوءٍ کان خارجاً من	سے کیا تو وہ اس آیت کی رو سے اہل ایمان
جملہ اقسام المؤمنین بنص ھذہ الآیۃ	کی ہر قسم سے خارج ہو گیا۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۲۷)

ایک طرف قرآن کا یہ ارشاد اور علمائے امت کے یہ بیانات ہیں اور دوسری طرف مولانا مودودی مرحوم کی وہ نگارشات ہیں جن میں صحابہ کرام کی ذاتِ قدسیہ کو مجروح اور ناقابلِ اعتبار بنانے کی سعی ناروا کی گئی ہے۔

مولانا مودودی کی نگارشات کا کچھ حصہ آپ اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اسے ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ مولانا مودودی کا قلم صحابہ کرام کے بارے میں کس درجہ غیر محتاط ہے۔ اور ان کی اس قسم کی تحریریں کہاں تک قلب و نظر میں سمائے جانے کے قابل ہیں۔

ہمیں مولانا کی ذات سے کوئی پرخاش نہیں ہم ان کی بعض صلاحیتوں کے قدرداں ہیں مگر صحابہ کرام کی ذات مولانا مودودی سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے، صحابہ کرام کے بارے میں کسی کی جرأت بیجا اور کسی بھی انسان کا نامناسب رویہ برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

اٹھارہویں آیت :-

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین	تحقیق کہ اللہ متوجہ ہوا نبی پر اور مہاجرین اور
والانصار والذین اتبعوہ فی ساعۃ	انصار پر اور ان لوگوں پر جنھوں نے تنگی
العسرۃ۔ (توبہ)	کے موقعہ پر نبی کی اتباع کی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سارے مہاجرین و انصار اور غزوۂ تبوک میں شریک سارے اصحاب نبی مغفور لہم ہیں اور اللہ نے انکی ساری لغزشوں کو معاف کر دیا ہے۔

انیسویں آیت :-

ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ	اللہ ہی تمہارے اوپر رحمت نازل کرتا ہے اللہ
لیخرجکم من الظلمٰت الی النور	اسکے فرشتے تمہارے لئے استغفار کرتے ہیں تاکہ اللہ تم کو
وکان بالمؤمنین رحیماً ط	تاریکی سے روشنی کی طرف لے آوے اور اللہ مومنین کیساتھ
	رحم کرنے والے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ اس زمانہ کے مومنین پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ تھا اور فرشتے ان کے لئے دعائے استغفار کیا کرتے تھے۔

بیسویں آیت :-

انما المومنون الذین	بلاشبہ مومن تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے دل سے
آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا	اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی پھر انھیں
وجاھدوا باموالھم وانفسھم	(دین کے بارے میں) کوئی شک نہیں پیدا ہوا
فی سبیل اللہ اولٰئک	اور انھوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ
ھم الصّٰدقون ط	اللہ کے راستہ میں جہاد کیا وہی لوگ سچے ہیں

یہ آیت ان اعرابیوں کے جواب میں نازل ہوئی جو ایمان کی حقیقت سے ناآشنا تھے لیکن انکو ایمان کا دعویٰ تھا وہ صرف زبانی دعویٰ ایمان کو اور ظاہری انقیاد و اطاعت کو ایمان سمجھ رہے تھے جبکہ ان کے قلوب ایمان کی حقیقت سے دور تھے۔

ان کے جواب میں اللہ نے ان کے سامنے ایمان کی حقیقت کو ظاہر کیا اور بتلایا کہ ایمان والے کون ہوتے ہیں اور ایمان والوں کی صفات کیا ہوتی ہیں۔

یہ بالکل کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جو صفات اللہ نے آیت مذکورہ میں اہل ایمان کی بتلائی ہیں وہ سب سے کامل اور اکمل درجہ میں صحابۂ کرام میں پائی جاتی تھیں، ورنہ صحابہ کے بعد امت مسلمہ میں بتلایا جائے دوسری وہ کون سی جماعت ہوسکتی ہے جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاسکے کہ صحابۂ کرام میں تو یہ صفات نہیں پائی جاتی تھیں مگر اس جماعت میں پائی جاتی تھیں۔

اور اگر خدا نخواستہ ایمان کامل کی یہ صفات مومنین اولین میں بھی نہیں تھیں تو لازم آئے گا کہ آج تک کوئی صاحب ایمان جس کا اعتبار اللہ کے یہاں ہو پیدا ہی نہیں ہوا اور ایمان اپنے حقیقی معنی و مفہوم کے ساتھ پایا ہی نہیں گیا اور اس کا بطلان بالکل ظاہر ہے۔

میں نے ایک نگاہ میں قرآن کریم سے یہ بیس آیتیں منتخب کرکے پیش کی ہیں اور بلامبالغہ میں کہتا ہوں کہ اس مضمون کی آیتیں جس سے صحابۂ کرام کی منقبت نکلتی ہے سو سے زیادہ

پیش کی جا سکتی ہیں لیکن میرا مقصد ان ساری آیتوں کا استیعاب نہیں ہے۔

یہ بیس آیتیں ہی اثبات مقصد کے لئے کافی سے زائد ہیں جن کے قلوب میں ایمان کا نور ہوتا ہے اور جو اسلام کا دامن اخلاص کے جذبہ کے ساتھ تھامے ہوتے ہیں ان کیلئے قرآن کی ایک آیت بھی کافی ہوتی ہے لیکن جس نے ازراہ عناد یہ طے کر رکھا ہے کہ اسے اپنے موقف کو بدلنا ہی نہیں ہے اور اسے اپنی رائے میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں پیدا کرنا ہے اس کیلئے بیس نہیں سو آیتیں بھی ناکافی ہیں اور حق یہ ہے کہ یہ لوگ اس سطح سے آگے نکل جاتے ہیں کہ ان کے ساتھ خطاب کیا جا سکے۔

مسلمانوں کا اصلی ہتھیار

اللہ کی ذات پر عقیدہ کی پختگی اور سیرت و کردار میں اسلامیت مسلمان کا یہی اصل ہتھیار ہے۔ مسلمانوں کا سب سے عروج کا زمانہ خلافت راشدہ کا زمانہ ہے، اس زمانہ میں اسی ہتھیار سے مسلمانوں نے بر و بحر میں گھوڑے دوڑائے اور اسلامی فتوحات کا پرچم لہرایا، اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو چیلنج کیا۔

مسلمانوں میں جب سے عقیدہ کا اضمحلال پیدا ہونا شروع ہوا اور سیرت و کردار میں وہ دوسروں کی نقالی کرنے لگے۔ ان کا مقدر ذلت و رسوائی بننے لگی۔ مادی طاقتوں کے سہارے مسلمانوں نے کبھی کامیابی حاصل نہیں کی، ان کی کامیابی کا راز اسی روحانی و معنوی ہتھیار کو تیز سے تیز تر کرنے میں تھا۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

کچھ حافظ ابن تیمیہؒ کے بارے میں

محترم حضرت مولانا غازی پوری صاحب۔ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے جناب کا مزاج بخیر ہو، اطلاعاً عرض ہے کہ ارمغان حق جلد ثانی بھی بواسطہ مولوی عبدالقیوم مظاہری سلمہ پہونچ گئی۔ ماشاء اللہ یہ جلد بھی پہلی ہی جلد کی طرح غذائے روح جان ہے، اہم مسائل میں کیسی کیسی گھتیاں آپ نے سلجھائی ہیں، اور انداز بالکل عام فہم کہ کم لکھے پڑھے بھی حقیقتِ حال سے آگاہ ہوجائیں، بات سمجھنے میں ذرا بھی دشواری محسوس نہ کریں۔ فجزاکم اللہ خیرا دفاعاً عن اہل السنۃ والجماعۃ۔

غرض تحریر یہ ہے کہ غیر مقلدین اور سلفی حضرات ابن تیمیہ کے بارے میں حد درجہ غلو کرتے ہیں، اور انکو حق و باطل کا معیار قرار دیتے ہیں، ابن تیمیہ کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر کیا ہے واضح فرمائیں۔ امید ہے کہ زمزم کی کسی قریبی اشاعت میں اس پر روشنی ڈالیں گے۔

والسلام

(ناظم الدین رشیدی مظفر نگر، یوپی)

زمزم ! ارمغان حق کی جلد ثانی کے لئے لوگوں کا تقاضا شدید تھا، اللہ کا شکر ہے کہ وہ طبع ہوگئی اور لوگوں نے اس کے مضامین کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اب وہ ہاتھوں ہاتھ

لی جارہی ہے۔

میرے بارے میں جو آپ نے اظہار خیال کیا ہے وہ آپ کی محبت اور قدر دانی کی بات ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں بزرگوں اور اکابر کی باتوں کو اپنے انداز میں پیش کر دیتا ہوں، میری اپنی کوئی تحقیق نہیں ہوتی ہے، میں صرف ناقل ہوتا ہوں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں، بعض تو وہ ہیں جو ان کو حق و باطل کا پیمانہ بنائے ہوئے ہیں اور غلو سے کام لیتے ہیں، جیسا کہ آجکل سلفیوں اور غیر مقلدین کا طبقہ ہے، اس طبقہ کے نزدیک وہی سچا اور پکا مسلمان اور اہل سنت ہے جو ابن تیمیہ کے عقائد اور ان کی علمی تحقیقات کو صحیح قرار دے، دوسرا طبقہ وہ ہے جو ابن تیمیہ کو اہلسنت والجماعت سے بھی خارج قرار دیتا ہے، اور ان کو مجسمہ اور حشویہ قرار دیتا ہے۔

میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہ علم وفضل وکمالات میں بے نظیر تھے، کتاب وسنت کے بڑے عالم تھے، مگر جس طرح سے ہر عالم کی بات کو جوں کا توں قبول نہیں کیا جا سکتا اسی طرح ابن تیمیہ کی باتوں کو بھی کتاب وسنت اور متقدمین اکابر کے عقائد و اعمال کی میزان پر پرکھ کر کے ہی قبول کیا جائے گا۔ نہ ابن تیمیہ کی ہر بات قابلِ رد ہوتی ہے اور نہ ان کی ہر بات قابلِ قبول ہوتی ہے۔ ان کا علم وفضل اپنی جگہ پر اور کتاب وسنت پر وسعت نظر اپنی جگہ پر مگر واقعہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ بعض جگہ پر بڑی فاش غلطی کرتے ہیں۔ ان کے افکار و معتقدات میں شذوذ پایا جاتا ہے، بعض باتیں جو اہل سنت والجماعت کے یہاں اجماعی ہوتی ہیں ابن تیمیہ اس کے خلاف جاتے ہیں اور شدت سے ان کا انکار کرتے ہیں۔ احادیث کے بارے میں بھی ان کا نقطۂ نظر عجیب سا ہے کبھی تو وہ ضعیف سے ضعیف حدیث کو قبول کرتے ہیں اور کبھی صحیح حدیث کو رد کر دیتے ہیں، ان کے یہاں تضادات کی بھی بھرمار ہے، کبھی صوفیہ کی تعظیم میں غلو کرتے ہیں اور کبھی اکابر صوفیہ کی تکفیر تک کر جاتے ہیں اور ان کے بارے میں بڑے سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں، کبھی وہ مقلد نظر آتے ہیں اور کبھی غیر مقلد۔ غرض ابن تیمیہ بڑے عالم تھے مگر وہ حق و باطل کی میزان نہیں تھے کہ جو ان کے عقیدہ اور مسلک پر ہو وہ تو اہل حق اور اہل سنت شمار ہو اور جو ان سے اختلاف

کرے وہ اہل باطل میں سے شمار ہو اور اہل سنت کی جماعت سے باہر ہو۔
میں نے اوپر جو کچھ عرض کیا ہے اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ ہو۔

حافظ ابن تیمیہ کے بارے میں بعض اکابر علماء اہلسنت کی رائے

پہلے تو یہ معلوم کیجئے کہ حافظ ابن تیمیہ کے بارے میں بعض اکابر علماء اہل سنت کی رائے کیا تھی اور وہ ابن تیمیہ کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے۔

۱۔ حافظ ذہبی ابن تیمیہ کے علم و فضل کے معترف تھے مگر ان کی رائے یہ تھی کہ ابن تیمیہ میں کبر اور عجب کا مرض تھا اور اکابر اہل سنت کے بارے میں وہ گستاخ اور زبان دراز تھے، بہت سے اجماعی اور اتفاقی مسائل میں ابن تیمیہ کا مسلک اہل سنت کے مسلک سے الگ تھا۔ اپنے رسالہ زغل العلم میں ابن تیمیہ کو خطاب کر کے کہتے ہیں۔

احذر الکبر والعجب بعلمك اے ابن تیمیہ کبر اور اپنے علم پر عجب اور فخر سے بچو
اسی رسالہ میں یہ کہتے ہیں کہ میری نگاہ نے ابن تیمیہ سے وسیع علم والا نہیں دیکھا۔ لیکن اس کے باوجود لوگوں نے جو انکی تکفیر کی اور تکذیب کی ہے تو اس کی وجہ کبر اور عجب اور ریاست حاصل کرنے کی شدید خواہش اور بڑوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا تھا۔ فرماتے ہیں:

فما وجدت الذی اخرہ بین اھل مصر والشام ومقتتہ نفوسھم وازدروابہ وکذبوہ وکفروہ الا الکبر والعجب وفرط الغرام فی ریاسۃ المشیخۃ والازدراء بالکبار۔

یعنی ابن تیمیہ کو مصر و شام کے لوگوں نے جو بری نگاہ سے دیکھا اور ان سے نفرت کی اور ان کی تکفیر و تذلیل کی اسکی وجہ یہی ان کا عجب اور کبر تھا اور مشائخ کی سرداری حاصل کرنے کی خواہش اور بڑوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا تھا۔
آگے چل کر حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ اللہ نے ابن تیمیہ پر ان کے مخالفوں کو ابن تیمیہ کی گناہوں کی وجہ سے مسلط کر دیا تھا۔

ما سلطهم الله بتقواهم ادجلالتهم بل بذنوبه

یعنی اللہ نے ابن تیمیہ پران کے مخالفوں ان کے تقویٰ اور جلالتِ قدر کی بنا پر غلبہ نہیں دیا تھا بلکہ ان کے غلبہ پانے کی وجہ ابن تیمیہ کے گناہ تھے۔ (اقتباسًا از ذیل العلم ص۱۷)

حافظ ذہبی جو ابن تیمیہ کے مخلص اور قدرداں تھے، جب انھوں نے دیکھا کہ ابن تیمیہ اکابر علماء دین کے بارے میں اور صوفیاء کرام کے بارے میں حد سے تجاوز کر رہے ہیں اور بہت سے اتفاق اور اجماعی مسائل میں ان کی ڈگر اہل سنت سے الگ ہوتی جا رہی ہے تو انھوں نے ابن تیمیہ کو ایک خط لکھا[1] وہ ابن تیمیہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

"وتبالمن شغله عيوب الناس عن عيوبه الى كم ترى القذاة فى عين اخيه وتنسى الجذع فى عينك الى كم تمدح نفسك وشقاشقك وعباراتك وتذم العلماء وتتبع عورات الناس مع علمك بنهى الرسول صلى الله عليه وسلم لاتذكروا موتاكم الا بخير فانهم قد افضوا الى ما قدموا بل اعرف بانك تقول لى لتنصر نفسك انما الوقيعة فى هولاء الذين ماشموا رائحة الاسلام ولاعرفوا ماجاء به محمد صلى الله عليه وسلم هو جهاد بلى والله عرفوا خيرًا كثيرًا مما اذا عمل به العبد فقد فاز"

یعنی ہلاکت ہو اس کے لئے جو دوسروں کے عیوب کو تو دیکھتا ہے اور اپنے عیوب سے غافل ہے۔ اے شخص تجھ کو کب تک دوسروں کے آنکھوں کا تنکا نظر آتا رہے گا اور اپنی آنکھ کا شہتیر تجھ کو نہیں دکھائی دے گا، تو اپنی بکواسوں کی کب تک تعریف کرتا رہے گا اور کب تک علماء کی برائی کرتا رہے گا اور ان کے عیوب

---

(۱) اس خط کا ذکر حافظ سخاوی نے اپنے رسالہ الاعلان بالتوبیخ میں کیا ہے علامہ کوثری نے تکملہ کے رد میں اس کا فوٹو بھی شائع کر دیا ہے۔

شمار کرتا رہے گا حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ مردوں کے عیوب بیان کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تو مجھ سے میری یہ باتیں سن کر کہے گا کہ ان علماء کی برائی کرنا جہاد ہے، اسلئے کہ انھوں نے اسلام کی بو نہیں سونگھی ہے اور وہ لوگ شریعت محمدیہ سے جاہل ہیں، کیوں نہیں خدا کی قسم وہ اتنا شریعت کا علم رکھتے ہیں کہ اگر ان میں سے کچھ پر بھی کوئی بندہ عمل پیرا ہو جائے تو وہ کامیاب ہو جائے گا۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

اے شخص تو ہم سے باز رہ، بیشک تو بڑا جھگڑالو ہے، زبان کا تیز ہے نہ تو قرار پکڑتا ہے اور نہ سوتا ہے، دین میں مغالطہ دہی سے تو بچ۔

پھر آگے چل کر اسی خط میں لکھتے ہیں:

"یا خیبة من اتبعك فانه معرض للزندقة والانحلال لاسیما اذا كان قلیل العلم والدین باطولیا شهوانیا ..... فهل معظم اتباعك الا قعید مربوط خفیف العقل او عامی كذاب بلید الذهن او غریب واجم قوی المكر او كاشف صالح عدیم الفهم فان لم تصدقنی ففتشهم وزنهم بالعدال"

اس شخص کی نامرادی پر افسوس جو تیری اتباع کرتا ہے اسلئے کہ اندیشہ ہے کہ وہ زندیق ہو جائے اور ملحد ہو جائے، خاص طور پر جب کم علم بھی ہو، دین بھی اس کا ناقص ہو شہوت پرست ہو ..... تیرے پیچھے چلنے والے بیشتر وہ ہیں جو اپاہج ہیں اور رسی میں جکڑے ہوئے ہیں، عقل کے کمزور ہیں یا وہ عامی کذاب اور بیوقوف ہیں، یا سوکھی عقل والے ناسمجھ ہیں، اگر تم کو میری بات کا یقین نہ ہو تو ان کا حال معلوم کرو اور انصاف کے ترازو پر انکو رکھو۔

پھر حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

" یامسلم اقدم حمار شهوتك لمدح نفسك الی کم تصادقها و تعادي الاخيار ؟ الیٰ کم تصادقها وتزدری الابرار ؟ الیٰ کم تعظمها وتصغر العباد ؟ الی متی تخاللها وتمقت الزهاد، الی متی تمدح كلامك بكيفية لاتمدح - والله بها احاديث الصحيحين، ياليت احاديث الصحيحين تسلم منك بل في كل وقت تغير عليها بالتضعيف والاهدار وبالتاويل والانكار اما أن لك ان ترعوی ؟ اما حان لك ان تتوب وتنيب ؟ اما انت في عشر السبعين وقد قرب الرحيل، بلی والله ما اذكر انك تذكر الموت بل تزدری بمن يذكر الموت ، وما اظنك تقبل علی قولي ولا تصغي الی وعظي -

اے مسلمان آدمی جس نے اپنی شہوت کے گھوڑے کی لگام ڈھیل دی ہے تاکہ تو اپنی تعریف کرے ، کب تک تو اپنے نفس سے دوستی کرتا رہے گا اور نیک لوگوں سے دشمنی کرتا رہے گا، کب تک تو اپنے نفس سے دوستی کرتا رہے گا اور ابرار وصالحین کو حقیر سمجھے گا، کب تک تو اپنے نفس کی بڑائی کرتا رہے گا اور اللہ کے بندوں کو کم تر سمجھے گا، کب تک تو اسکو اپنا دوست بنائے گا اور اہل زہد کو مبغوض جانے گا کب تک تو اپنی باتوں کی ناپسندیدہ انداز میں مدح سرائی کرتا رہے گا کاش مجھے بخاری و مسلم کی حدیثیں محفوظ رہتیں تو تو ہر وقت صحیحین کی احادیث پر حملہ آور ہوتا ہے کبھی تو ان کو ضعیف قرار دیتا ہے کبھی تو ان کو باطل گردانتا ہے کبھی ان کی تاویلیں کرتا ہے کبھی تو ان کا انکار کرتا ہے، کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ تو باز رہے ؟ کیا ابھی وقت نہیں پہونچا ہے کہ تو توبہ وانابت کا اظہار کرے ؟ تو ستر کی دہائی میں ہے ، اور موت کا وقت قریب آچکا ہے ، خدا کی قسم مجھے یاد نہیں ہے کہ تو موت کو یاد کرتا ہے ، بلکہ جو لوگ موت کو یاد

رکھتے ہیں تو ان کی تحقیر کرتا ہے، مجھے امید نہیں ہے کہ تو میری بات کی طرف توجہ دے گا اور میری نصیحت پر کان دھرے گا۔

حافظ ذہبی کے اس تبصرہ سے چند باتیں بہت صاف ظاہر ہیں۔

(۱) ابن تیمیہ میں کبر اور عجب کا مادہ بہت تھا

(۲) ابن تیمیہ اکابر علماء اہلسنت کی تحقیر کرتے تھے

(۳) ابن تیمیہ بہت سے عقائد میں اکابر علماء اہل سنت کے خلاف تھے۔

(۴) ابن تیمیہ کے افکار و آراء میں شذوذ تھا

(۵) ابن تیمیہ زبان کے تیز اور مجادل قسم کے انسان تھے۔

(۶) بخاری و مسلم کی احادیث کو بھی اپنے مطلب کے خلاف پاکر ضعیف قرار دیتے تھے بلکہ اس کا انکار کر جاتے تھے۔

(۷) ابن تیمیہ میں خود پسندی بہت زیادہ تھی

(۸) ابن تیمیہ دوسروں کے عیوب کو اچھالتے تھے اور ان کی نگاہ اپنے عیوب پر نہیں تھی۔

(۹) ابن تیمیہ دین و شریعت کے بارے میں مخلص نہیں تھے۔

(۱۰) ابن تیمیہ کے متبعین زیادہ تر بیوقوف کم علم و نافہم قلیل الدین قسم کے لوگ تھے۔

(۱۱) ابن تیمیہ کی اتباع سے زندقہ اور الحاد میں گرفتار ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

(۱۲) ابن تیمیہ اپنے گناہوں کی وجہ سے ابتلا اور آزمائش میں پڑے۔

(۱۳) ابن تیمیہ پر ان کے زمانہ ہی میں لوگوں نے کفر اور گمراہی کا فتویٰ لگایا تھا۔

خیر یہ تو ابن تیمیہ کے بارے میں حافظ ذہبی کا تبصرہ یا انکی رائے تھی۔

حافظ ابن حجر اور ابن تیمیہ

اب سنئے کہ بخاری شریف کے شارح اور خاتمۃ المحدثین حافظ ابن حجر ابن تیمیہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب درر کامنہ میں ابن تیمیہ کا ترجمہ کچھ تفصیل سے

ذکر کیا ہے، اسی میں وہ فرماتے ہیں:

" ابن تیمیہ کا کلام مفسرین کے طریقہ پر ہوتا تھا ساتھ میں فقہ وحدیث کا بھی ذکر ہوتا تھا، وہ تھوڑی دیر میں کتاب وسنت اور لغت اور قیاس سے اتنا بیان کردیتے تھے کہ دوسرا کئی مجلسوں میں بھی اتنا بیان نہیں کرسکتا تھا گویا کہ یہ سارے علوم انکی نگاہوں کے سامنے ہیں، ان میں سے جو چاہیں لیں اور جو چاہیں چھوڑیں اسکی وجہ سے ان کے ماننے والوں کو ان کے بارے میں غلو پیدا ہوا، اور ابن تیمیہ میں عجب پسندی پیدا ہوئی اور وہ چھوٹے بڑے، نئے پرانے علماء کا رد کرنے لگے اور اپنے کو مجتہد سمجھ لیا، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہونچ گئے اور انکی کچھ مسائل میں غلطیاں نکالیں، اور حضرت علی کے بارے میں فرمایا انھوں نے سترہ مسائل میں غلطیاں کی ہیں اور کتاب اللہ کی نص کے خلاف کیا ہے۔

اشاعرہ کی برائی بیان کرتے تھے، امام غزالی کو برا بھلا کہا، انھوں نے اپنے رسالہ الحمویہ والواسطیہ اور دوسرے رسائل میں اللہ کیلئے ہاتھ قدم پنڈلی، چہرہ ثابت کیا اور کہا کہ یہ اللہ کی حقیقی صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر اپنی ذات کے ساتھ مستوی ہے۔ جب ابن تیمیہ سے کہا گیا کہ اس سے تو اللہ کیلئے حیز ہونا اور اللہ کا منقسم ہونا لازم آتا ہے جو جسم کی صفات ہیں تو انھوں نے اس کا جواب دیا کہ میں اسکو نہیں مانتا کہ تحیز اور انقسام جسم کے خواص میں سے ہیں، بعض لوگوں نے ابن تیمیہ کو زندیق قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور سے توسل کا انھوں نے انکار کیا ہے جو حضور کی عظمت کے خلاف ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے۔ حضرت علی کے بارے میں ابن تیمیہ کا کہنا تھا کہ ان کا قتال کرنا ریاست حاصل کرنے کیلئے تھا، اس کی بنیاد دینداری پر نہیں تھی، حضرت عثمان کے بارے میں ابن تیمیہ نے کہا کہ وہ مال سے محبت کرتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن تیمیہ کا تبصرہ تھا اسلم

شیخا لا یدری ما یقول یعنی حضرت ابوبکر بڑھاپے میں ایمان لائے تھے انکی زبان سے کیا نکلتا ہے اس کا انکو پتہ نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن تیمیہ کا تبصرہ تھا کہ وہ صغرسنی اور کم عمری میں ایمان لائے تھے، اور بعض قول کے مطابق بچے کا ایمان درست نہیں ہے۔"

حافظ ابن حجر کی کتاب درر کامنہ بہت مشہور ہے اسلئے میں نے اختصاراً انکی عربی عبارت نقل نہیں کی حوالہ کیلئے اس کا ص 15/1 دیکھئے۔

اور امام اجل حافظ تقی الدین السبکی اپنی کتاب السیف الصقیل ص 1 میں فرماتے ہیں:

"پھر ساتویں صدی کے اواخر میں ایک شخص پیدا ہوا جو صاحب فضل، ذہین اور وسیع معلومات والا تھا، اس کا کوئی ایسا شیخ نہیں تھا جو اس کی رہنمائی کرے اس میں جسارت بہت تھی، اپنی جسارت ہی کی وجہ سے شاذ مسائل کو اختیار کرتا اور اسکو ثابت کرتا، مثلاً اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی ذات کے ساتھ حوادث کا قیام ہو سکتا ہے۔ اور عالم قدیم ہے۔ اور زمانہ گزشتہ میں زمانہ آئندہ کی طرح تسلسل محال نہیں ہے۔ اس نے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کیا اور مسلمانوں کو عقائد کے بارے میں تشویش میں ڈالا اور ان کے درمیان فساد پیدا کیا، اس کی جرأت اور جسارت یہاں تک پہونچی کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے سفر کرنے کو معصیت قرار دیا اور یہ کہا کہ اکٹھی تین طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اور یہ کہا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھائی اور وہ قسم نہیں پوری کر سکا تو اسکی بیوی کو طلاق نہیں پڑے گی۔"

اختصاراً یہاں میں نے صرف تین اسلام کی عظیم القدر اور متفق علیہ شخصیتوں کا ابن تیمیہ کے بارے میں تبصرہ نقل کیا ہے۔ یہ تینوں وہ عظیم شخصیتیں ہیں جن پر تمام اہل سنت والجماعت کو اعتماد ہے۔ انکے ان تبصروں سے ابن تیمیہ کے بارے میں بہت کچھ جانا جا سکتا ہے، آجکل کے

سلفیوں کا عقیدہ اور مسلک یہ ہے کہ جو ابن تیمیہ کا مخالف ہے وہ شیطان کے گروہ کا آدمی ہے۔

(مقدمہ اقتضاء الصراط المستقیم)

ابن تیمیہ اور علم حدیث

ابن تیمیہ کے بارے میں ان کے غالی معتقدین کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت میں تبحر کا درجہ رکھتے تھے اور وہ آیۃ من آیات اللہ تھے، بلاشبہ ابن تیمیہ کتاب وسنت کے بڑے عالم تھے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے موقعوں پر ان سے بڑی فاش غلطی بھی ہوتی تھی میرے سامنے اس وقت ان کا ایک چھوٹا سا رسالہ الوصیۃ الکبریٰ ہے، یہ صرف ساٹھ صفحے کا رسالہ ہے، اس رسالے میں چند باتیں نقل کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ علم حدیث میں ان کا علم بہت پختہ نہیں تھا اور نہ آنکھ بند کر کے حدیث کے بارے میں ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

اس رسالہ میں ابن تیمیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت جس میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج کی رات اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا الخ یہ روایت صحیح ہے لیکن ابن تیمیہ نے اس روایت کو جھٹلا دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"وکل حدیث فیہ ان محمدا رأی ربہ بعینہ فی الارض فھو کذب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وکذلک الحدیث الذی رواہ اھل العلم انہ قال رأیت ربی فی صورۃ کذا وکذا یروی من طریق ابن عباس" ص۲۴

یعنی وہ ساری حدیثیں جس میں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا وہ جھوٹی ہیں، اسی طرح سے حضرت ابن عباس والی حدیث بھی جھوٹی ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے رب کو ایسی ایسی شکل میں دیکھا۔

حالانکہ ابن عباس والی روایت کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں:

ھذا حدیث حسن صحیح سألت محمد بن اسماعیل عن ھذا الحدیث فقال حسن صحیح ۔ یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے اس حدیث

کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بھی کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام احمد اور حافظ ابن خذیمہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اسی رسالہ میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وثبت ذٰلک فی صحیح مسلم عن النواس بن سمعان عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ ذکر الدجال فقال الخ

یعنی صحیح مسلم میں نواس بن سمعان کے طریق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے دجال کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ الخ

حالانکہ صحیح مسلم میں نواس بن سمعان کا ذکر اس حدیث کی سند میں نہیں ہے، بلکہ حضورؐ سے جس صحابی نے اس کو نقل کیا ہے اس کا ذکر مبہم ہے بعض اصحاب رسول اللہ کا لفظ ہے،

حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ وہ ابوامامہ ہیں۔

ابن تیمیہ نے اس رسالہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما بین خلق آدم الی قیام الساعۃ فتنۃ اعظم من الدجال یعنی حضرت آدم کی پیدائش سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے ذکر کیا ہے اصل حدیث میں فتنہ کا لفظ نہیں ہے بلکہ یہ لفظ ہے امر اعظم من الدجال۔

اسی سلسلہ کی ایک دوسری روایت ابن تیمیہ نے ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا جلس احدکم فی الصلوٰۃ فلیستعذ باللّٰہ من اربع الخ

یعنی جب تم میں کا کوئی نماز میں بیٹھے تو اللہ کے ذریعہ چار چیزوں سے پناہ چاہے۔

یہ روایت مسلم شریف میں ہے اس میں اذا جلس کے بجائے اذا تشھد کا لفظ ہے، اور ایک روایت میں اذا فرغ احدکم من التشھد الاخیر کا لفظ ہے۔

اس رسالہ میں ابن تیمیہ نے حضورؐ کی طرف منسوب کرکے یہ حدیث ذکر کی ہے لا یصلح السجود الا للّٰہ یعنی سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لفظ

کے ساتھ کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

ابن تیمیہ اس رسالہ میں فرماتے ہیں۔ وقال معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ارأیت لو مررت بقبری أکنت ساجداً له قال، قال فلا تسجد لی۔ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بتلاؤ اگر تم میری قبر سے گذرتے تو اس کو سجدہ کرتے تو انھوں نے کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا پس مجھ کو سجدہ مت کرو۔

یہ روایت ابو داؤد میں ہے۔ ابن تیمیہ نے اس کو حضرت معاذ سے جو نقل کیا ہے غلط ہے۔ حضورؐ کی گفتگو جس صحابی سے ہوئی اس کا نام قیس بن سعد ہے نہ کہ معاذ بن جبل۔

ابن تیمیہ ایک حدیث کو دوسری حدیث میں گڈمڈ کر دیا کرتے تھے۔ مثلاً اسی رسالہ میں وہ فرماتے ہیں۔ وفی الصحیح عنه صلی اللہ علیه وسلم انه قال قبل ان یموت بخمس ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد الا فلا تتخذوا بیتی عیداً الخ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے اپنے انتقال سے پانچ روز پہلے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجدیں بنا لیا کرتے تھے تو تم لوگ میرے گھر کو عید مت بنانا۔ (پھر پوری حدیث ذکر کی ہے)

اس میں کانوا یتخذون القبور مساجد تک کا لفظ تو صحیح مسلم کا ہے اور اس کے بعد کی پوری عبارت دوسری روایت کا ہے جو مصنف بن عبد الرزاق وغیرہ میں ہے اور وہ صحیح روایت نہیں ہے بلکہ مرسل ہے۔

مسلم شریف میں جو روایت ہے وہ حضرت جندب سے مروی ہے اور مصنف عبد الرزاق کی روایت حضرت علی سے مروی ہے۔

ابن تیمیہ اس رسالہ میں فرماتے ہیں:

وکان النبی صلے اللہ علیه وسلم یعلم الصحابة اذا زاروا القبور ان یقولوا، السلام علیکم اهل دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون یرحم اللہ المستقدمین منا ومنکم والمستأخرین نسأل اللہ لنا ولکم العافیة اللّٰهم لا تحرمنا

اجرهم ولا تفتنا بعدهم واغفر لنا ولهم ۔

یعنی جب صحابہ کرام قبروں کی زیارت کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکو یہ دعا سکھلاتے تھے۔ السلام علیکم اهل دار قوم مومنین الخ

یہ دعا ان الفاظ کے ساتھ کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہے، ابن تیمیہ نے متعدد حدیثوں کو ایک کرکے اور کچھ اپنی طرف سے گھٹا بڑھا کر مستقل ایک دعا بنادی ہے، اور بلا تکلف اس مصنوعی دعا کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے ۔

ابن تیمیہ نے مشہور حدیث خیر القرون قرنی ذکر کی ہے اور اس کے الفاظ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ صحیح احادیث میں بلکہ احادیث کی کتابوں میں خیر القرون قرنی کا لفظ نہیں ملتا ہے ۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں ۔ وفی المسانید والسنن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس لما شکا الیہ جفوة قوم لهم ۔ قال : والذی نفسی بیده لا یدخلون الجنة حتی یحبوکم من اجلی۔

یعنی مسانید وسنن میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے ان کے ساتھ کچھ لوگوں کے غلط برتاؤ کی شکایت کی تو آپ نے حضرت عباس سے فرمایا: کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے لوگ جنت میں نہیں داخل ہونگے تا آنکہ تم سے میری وجہ سے محبت نہ کریں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جن الفاظ کی ابن تیمیہ نے نسبت کی ہے والذی نفسی بیدہ سے اخیر تک اس کا پتہ احادیث کی کتابوں میں نہیں چلتا، یہ حدیث دوسرے الفاظ سے حدیث کی کتابوں میں ہے، ان الفاظ کے ساتھ کسی حدیث کی کتاب میں سراغ نہیں لگتا ۔

ان چند مثالوں سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ احادیث رسول کے بارے میں غیر محتاط تھے ۔

ابن تیمیہ کا ضعیف احادیث سے استدلال

ابن تیمیہ کے بارے میں معلوم ہوچکا ہے کہ اگر کوئی حدیث ان کے معتقد و مسلک کے خلاف ہوتی تھی تو بلا تکلف اس کی تکذیب کر دیا کرتے تھے، لیکن کوئی حدیث اگر ان کے مسلک کی مؤید ہوتی ہے تو اس سے استدلال کرنے اور اس کے قبول کرنے میں انکو ذرا بھی جھجک نہیں ہوتی ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ وہ ان احادیث کا ضعف واضح بھی نہیں کرتے ہیں، اگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو ان احادیث کے ضعیف ہونے کا علم نہیں رہا تو اس سے ان کی علم حدیث میں کم علمی ظاہر ہوتی ہے اور اگر ان احادیث کا ضعف ان پر واضح تھا تو اس کا ضعف ظاہر نہ کرنا اور صحیح حدیث بنا کر پیش کرنا صریح خیانت اور امر حرام کا ارتکاب ہے۔ یہ عمل محدثین کے یہاں بہت بڑا گناہ ہے۔

ہمارے سامنے جو الوصیۃ الکبریٰ نامی ان کا چند صفحات کا رسالہ ہے اس چھوٹے سے رسالہ میں انھوں نے ضعیف احادیث سے استدلال کی بھرمار کر رکھی ہے جب کہ اس رسالہ میں ابن تیمیہ نے دین کے اصولی و اساسی و اعتقادی مسائل کو بیان کیا ہے۔ اس کتاب پر جن صاحب کا مقدمہ ہے (ان کا نام محمد بن حمد الحمود ہے) وہ لکھتے ہیں:

"الوصیۃ الکبریٰ . . . . . التی الفت فی بیان معتقد اهل السنۃ بشکل مختصر"

یعنی وصیۃ الکبریٰ رسالہ اہل سنت والجماعت کے اعتقادی مسائل کو بیان کرنے کیلئے لکھا گیا ہے۔

اور لکھتے ہیں: وقد تعرض الکتاب علی صغر حجمہ لاصول العقیدۃ الاسلامیۃ۔ یعنی کتاب باوجود مختصر ہونے کہ اس میں اسلامی عقیدہ کے اصول سے بحث کی گئی ہے۔

اور اہل علم جانتے ہیں کہ اصولی و اعتقادی مسائل میں ضعیف احادیث سے استدلال

کرنا باطل ہے۔ اہل سنت اس کو جائز نہیں رکھتے ہیں۔ اس کیلئے قطعی دلائل یا کم از کم صحیح حدیث کی ضرورت ہوتی ہے، مگر ابن تیمیہ اہل سنت کے اس منہج سے بالکل الگ اپنا نظریہ بنائے ہوئے ہیں اور وہ اصولی اور اعتقادی مسائل میں بھی ضعیف احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ابن تیمیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ذکر کی ہے۔

من قرأ القرآن فاعربہ فلہ بکل حرف عشر حسنات

یعنی جس نے قرآن کو اعراب کے ساتھ پڑھا تو اس کیلئے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ہیں۔

اس حدیث کے بارے میں اس رسالہ کے محقق کی تحقیق یہ ہے کہ ضعیف جداً یعنی یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے۔

ابن تیمیہ نے ایک یہ حدیث ذکر کی ہے۔

مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بابی موسیٰ رضی اللہ عنہ وھو یقرأ فجعل یستمع لقرأتہ، فقال یا ابا موسیٰ مررت بلٰث البارحۃ فجعلت استمع لقراءتک فقال لو علمت لحبرت لک تحبیرًا۔

یعنی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا حضرت ابو موسیٰ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے، تو حضور نے انکی قرأت کو غور سے سنا، پھر صبح کے وقت ان سے فرمایا کہ ابو موسیٰ میں گذشتہ شب تمہارے پاس سے گذرا تو میں نے تمہاری قرأت کو سنا تو حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ اگر مجھے اس کا پتہ چلا ہوتا تو آپ کیلئے اور اچھا کر کے پڑھتا۔

اس حدیث کے بارے میں اس رسالہ کا محقق لکھتا ہے، ضعیف یعنی یہ حدیث ضعیف ہے۔

ابن تیمیہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں ہے:

قلت یارسول اللہ ما عبدوھم قال: ما عبدوھم ولکن احلوا لھم

الحرام فاطاعوهم وحرموا عليهم الحلال فاطاعوهم۔

یعنی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بنی اسرائیل تو اپنے علماء کی پوجا نہیں کرتے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں وہ ان کی پوجا نہیں کرتے تھے مگر انکے علماء حرام کو حلال قرار دیتے اور یہ لوگ ان کی بات مانتے اور حلال کو حرام کرتے اور یہ لوگ انکی اطاعت کرتے۔

اس رسالہ کا محقق کہتا ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے، اس چھوٹے سے رسالہ میں دسیوں ضعیف حدیث سے ابن تیمیہ نے استدلال کیا ہے۔

احادیث کے بارے میں ابن تیمیہ کے اوہام

ابن تیمیہ کو احادیث کے بارے میں وہم بھی بہت لگتا تھا۔ اسی رسالہ میں اس کی کئی مثالیں ہیں، نمونہ کے طور پر دو مثالیں ذکر کرتا ہوں۔

سورہ فاتحہ کے بارے میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ اعطیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کنز تحت العرش۔ یعنی سورہ فاتحہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے تحت کے خزانہ سے دی گئی ہے۔ اس رسالہ کا محقق کہتا ہے۔

وھم رحمہ اللہ فان التی اعطیھا من کنز تحت العرش ھما الآیتان من آخر سورۃ البقرۃ کما جاء فی مسلم

یعنی اللہ ابن تیمیہ پر رحم کرے انکو وہم ہوا ہے۔ جو آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحت العرش کے خزانہ سے دی گئی تھی وہ سورہ بقرہ کے اخیر کی دو آیتیں ہیں جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔

ایک جگہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وقد روی البخاری فی صحیحہ عن ابن عمر رضی اللہ عنھما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اول جیش یغزو القسطنطینیۃ مغفور لہ۔

یعنی بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا جو لشکر قسطنطینیہ کو فتح کریگا وہ مغفور لہ ہوگا۔

ابن تیمیہ نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بتلایا ہے، یہ ان کا شدید وہم ہے، یہ حدیث حضرت ابن عمر کی نہیں ہے بلکہ اس کے راوی حضرت عمیر بن الاسود ہیں۔ اور پھر جن الفاظ کے ساتھ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے بخاری شریف کے وہ الفاظ بھی نہیں ہیں - بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں - اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا - دیکھئے بخاری کی حدیث کے الفاظ کیا ہیں اور ابن تیمیہ نے اس کو کن الفاظ سے ذکر کیا ہے - یہ ان کا دوسرا وہم ہے -

میں یہ مثالیں اس رسالہ سے دے رہا ہوں جو چند صفحات کا ہے - میں نے ابن تیمیہ کی ضخیم کتابوں کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ ورنہ صرف ان کے فتاویٰ سے اس قسم کے اوہام اور احادیث میں غلطیوں اور ضعیف سے استدلال اور صحیح حدیث کو مردود قرار دینے کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ وفی ذٰلک کفایۃ لمن لہ بصیرۃ وھدایۃ -

(نوٹ) ابن تیمیہ کے اعتقاد کس قسم کے تھے اس کو جاننے کیلئے میرا رسالہ " کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت میں سے تھے ؟ پڑھئے -

---

محمد اجمل ۱۰ مقامی

نورالدین نوراللہ الاعظمی

کچھ معلومات جناتوں کے بارے میں

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ جنات میں سے جو مومن ہیں کیا وہ عبادات مثلاً روزہ، نماز، وغیرہ اعمال کے بھی مخاطب ہیں یعنی ان کے ذمہ بھی یہ عبادتیں لازم و فرض ہیں، یا وہ صرف تصدیق کے مخاطب ہیں یعنی ان کو صرف ان چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے جن کے بغیر کوئی مومن نہیں ہوتا ہے۔ تو حافظ ابن تیمیہ نے اس کا درج ذیل مفصل جواب دیا۔ فرماتے ہیں:

> "اس میں کوئی شک نہیں کہ جنات کو صرف تصدیق کا مخاطب نہیں بنایا گیا ہے بلکہ ان کو اس سے زیادہ چیزوں کا مکلف بنایا گیا ہے، یعنی ان کے حسب حال جو دین کے اصول اور فروع ہیں ان کا ان کو حکم دیا گیا ہے، چونکہ وہ حقیقت میں انسان جیسے نہیں ہیں اس لئے وہ ماموراتِ اور منہیات میں انسان کے برابر نہیں ہیں، ہاں وہ جنس تکلیف میں انسان کے برابر ہیں، کچھ چیزوں کا ان کو حکم دیا گیا ہے، اور کچھ چیزوں سے ان کو روکا گیا ہے، بعض چیزیں ان پر حلال ہیں اور بعض چیزیں ان پر حرام ہیں۔ یہ جو عرض کیا گیا ہے کہ یہ اتفاقی بات ہے اس میں مسلمانوں کے درمیان کسی کا اختلاف نہیں ہے"

نیز اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں کہ جناتوں میں سے جو کافر فاسق اور نافرمان ہیں وہ جہنم کے عذاب کے مستحق ہوں گے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کیا جناتوں میں سے جو مومن ہیں وہ بھی اسی طرح جنت میں جائیں گے جیسا کہ مومن آدمی جنت میں جائے گا، تو جمہور کا مذہب یہ ہے مثلاً

مالکیہ اور امام شافعی اور امام احمد اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا کہ جناتوں میں سے جو ایمان والے ہیں وہ جنت میں جائیں گے، ایک حدیث میں جس کو طبرانی نے روایت کیا ہے یہ ہے کہ جنات جنت کے کناروں کے حصہ میں ہوں گے، ان کو انسان دیکھیں گے اور وہ انسانوں کو نہیں دیکھیں گے (یعنی ان کا معاملہ جنت میں دنیا کے برعکس ہوگا)

اور ایک جماعت جن میں حضرت امام ابو حنیفہ بھی ہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ جناتوں میں سے جو مطیع اور فرماں بردار ہیں وہ اسی طرح مٹی ہو جائیں گے جس طرح جانور روز قیامت مٹی ہو جائینگے اور ان کا ثواب یہ ہوگا کہ وہ جہنم کے عذاب سے نجات پا جائیں گے۔

اب رہا یہ کہ جناتوں میں رسول بھی ہوئے ہیں یا ان میں اللہ نے صرف ڈرانے والوں کو بھیجا ہے، تو بعض کا قول یہ ہے کہ انسانوں میں جس طرح رسول آئے ہیں جناتوں میں بھی رسول ہوئے ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے۔ یمعشر الجن والانس الم یأتکم رسل منکم یعنی اے انسانوں اور جناتوں کی جماعت کیا تم میں سے تمہارے پاس رسول نہیں آئے۔

اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ انسانوں میں رسول ہوئے ہیں اور جناتوں میں صرف ڈرانے والے ہوئے ہیں، اور یہی زیادہ مشہور بات ہے، اسلئے کہ ان کے بارے میں اللہ نے یہ اطلاع دی ہے وہ دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں (اس سے معلوم ہوا کہ خاص جناتوں میں رسول نہیں ہوئے ہیں) قرآن میں ہے ولوا الی قومهم منذرين (اپنے قوم کے پاس وہ ڈرانے والے بن کر گئے، اور انھوں نے کہا کہ اے قوم ہم نے ایک کتاب کو سنا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے۔

اب اس پر یہ اعتراض کہ قرآن میں ہے کہ یامعشر الجن والانس والی آیت میں یہ کہا جا رہا ہے کہ جناتوں میں سے بھی رسول آئے ہیں۔ الم یاتکم رسل منکم کا مفاد یہی ہے، تو یہ اس طرح کی بات ہے جیسے قرآن میں کہا گیا یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان کہ دونوں سمندروں سے میٹھے سے (بھی) اور شور سے بھی موتی اور مونگے نکلتے ہیں، حالانکہ موتی اور مونگے صرف کھارے اور شور سمندر سے نکلتے ہیں، یعنی یہاں جس طرح نکلنے کی نسبت

دونوں سمندروں کی طرف کی گئی ہے اسی طرح آیت مذکورہ بالا میں رسولوں کے آنے کی نسبت انسان اور جنات دونوں کی طرف کی گئی ہے جب کہ حقیقت میں صرف انسانوں ہی میں رسول آئے ہیں جنات میں نہیں ۔ یا جس طرح قرآن میں ہے ۔ وجعل القمر فیھن نورًا وجعل الشمس سراجًا ۔ یعنی اللہ نے ساتوں آسمانوں میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو اللہ نے چراغ بنایا ۔ جب کہ چاند صرف ایک آسمان میں ہے ساتوں میں نہیں ہے ۔

رہا جناتوں کو امر ، نہی اور حلال وحرام کا مکلف بنانا تو اس کے دلائل بہت ہیں ، مثلاً مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جناتوں میں سے ایک بلانے والا آیا میں اس کے ساتھ گیا ، میں نے اس کو قرآن پڑھ کر سنایا پس جب وہ چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ان کے اور ان کی آگ کے آثار کو دکھلایا اور جناتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو ، جب وہ تمہارے ہاتھ میں آئے گی تو پہلے اس پر جتنا گوشت رہا ہوگا اس سے زیادہ ہو کر تمہارے ہاتھ میں وہ ہڈی آئیگی اور یہ فرمایا کہ تمہارے جانوروں کا چارہ جانوروں کا گوبر ہوگا ، اسی وجہ سے حضور نے یہ حکم فرمایا ہے کہ ہڈی اور گوبر سے پاخانہ اور پیشاب کی جگہ صاف نہ کرو ، تاکہ جناتوں کی غذا خراب نہ ہو ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جناتوں کے لئے اسی ہڈی کو کھانا جائز رکھا ہے جس کے جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو ۔ جو بلا اللہ کے نام کے جانور ذبح کیا گیا ہے اس کی ہڈی کا بطور غذا استعمال کرنا جانوروں کیلئے جائز نہیں ہے ۔

اور اللہ نے شیطان کے بارے میں فرمایا کہ یاد کرو اس وقت کو جب شیطان نے لوگوں کے لئے ان کے اعمال کو مزین کیا اور ان سے کہا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں ہوگا اور میں تمہارا حمایتی ہوں پس جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوگئیں تو اس نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگوں سے بری ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو ، میں اللہ سے ڈرتا ہوں ، اور اللہ سخت عذاب والا ہے ۔ اس آیت میں اللہ نے بتلایا کہ شیطان اللہ سے ڈرتا ہے اور سزا کسی مامور کے ترک یا کسی ممنوع چیز

کے کرنے پر ہوتی ہے اور وہ یہاں تصدیق نہیں ہے۔

نیز ابلیس جو کہ ابو الجن ہے، اس کا گناہ کسی رسول کی تکذیب کرنا نہیں تھا، جب اللہ نے اس کو سجدہ کا حکم دیا تو اسے معلوم تھا کہ اس کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور ابلیس اور اللہ کے بیچ کوئی رسول نہیں تھا جس کی ابلیس تکذیب کرتا، اور جب شیطان نے آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا تو اللہ نے اس کو سخت سزا دی اور اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی سجدہ کرتا ہے تو شیطان ہٹ کر روتا ہے (کہ اس نے آدم کو کیوں نہیں سجدہ کیا اور اللہ کے حکم کو اس نے کیوں نہیں مانا)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں اللہ نے جناتوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا تھا، اور ابلیس کے متعلق قرآن میں ہے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی اللہ نے یہ نہیں کہا کہ ابلیس نے اللہ کی تکذیب کی نیز قرآن میں ہے۔ جناتوں کو اس کا حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی طرف دعوت دینے والے یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو وہ قبول کریں، اور قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ امر و نہی میں اس کی اطاعت کریں اور اسی کا نام عبادت ہے جس کے لئے ثقلین یعنی جناتوں کو اور انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے کہ وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی میں نے جناتوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔

اور اس پر دلائل کہ جنات حج کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں، احادیث و آثار میں بہت زیادہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے جناتوں کی زبان سے سورہ جن میں فرمایا کہ انھوں نے کہا کہ ہم میں سے نیک بھی ہیں اور نیکوں کے علاوہ بھی ہیں، اور ہمارے طریقہ الگ ہیں، یعنی ہم میں سے مسلمان بھی ہیں، یہود بھی ہیں، نصاریٰ بھی ہیں اور شیعہ و سنی بھی ہیں، تو اللہ نے بتلایا کہ جناتوں میں سے صالحین بھی ہیں اور غیر صالحین بھی ہیں۔ پس اگر فرماں بردار ہوں گے تو وہ مومن ہوں گے اور نافرمان ہوں گے تو کافر ہوں گے، اسلئے کہ مومن کی تقسیم صالح اور غیر صالح کی طرف نہیں ہوتی ہے، صالح وہ ہوتا ہے جو اس چیز کا ادا کرنے والا ہو جو اس پر واجب ہے، اور جو صالح سے کم درجہ کا ہوتا ہے وہ نافرمان ہوتا ہے، اور نافرمان کی قسم کافر کے علاوہ ہے، اسلئے کہ کافر کو نافرمان نہیں کہا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جناتوں میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو کچھ واجبات کو چھوڑنے والے ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

محمد عبد اللہ قاسمی غازیپوری قسط ۳

بریلوی مذہب پر ایک نظر

اگر کوئی یہ کہے کہ جانور بنام خدا و بنام فلاں ہے تو وہ جانور حرام ہے

احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ذبح کرنے والے نے یوں کہا بنام خدا و بنام فلاں (یعنی کسی اور کا نام لیا جس سے صاف معنی شرکت ظاہر ہے تو مذہب صحیح حرمت جانور ہے۔ مگر حکم کفر نہیں دیتے۔ (ایضاً ص ۴۵)

"اگر کوئی یہ کہے کہ بنام خدا بنام محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو جانور مکروہ ہے"

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

"اگر ذبح تکبیر میں یہ کہے بسم اللہ بنام خدا بنام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ کہنا مکروہ بیشک ہے مگر کفر کیسا جانور بھی حرام نہ ہوگا۔ جب کہ اس الفاظ سے اس کی نیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف تعظیم ہو" (ایضاً ص ۴۵)

"اگر کوئی یہ کہے کہ بنام خدا بنام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو جانور مکروہ بھی نہ ہوگا"

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

"بے حرف عطف بنام خدا بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے اور اس نام پاک کے لینے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم چاہے حضور کی عظمت ہی کیلئے حاضر وقت ذبح بنام خدا کے ساتھ بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے تو جانور میں اصلاً حرمت و کراہت کچھ بھی نہیں" (ایضاً ص ۴۶)

ابھی اس کو خاں صاحب نے اوپر والی عبارت میں مکروہ کہا ہے اور یہاں کہتے ہیں کہ کراہت بھی نہیں، شاید اوپر والی عبارت جوش میں بھول گئے یا پھر بریلوی مذہب مضطرب ہے۔

اذان کے وقت انگوٹھا چومنا کسی حدیث سے ثابت نہیں

احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

"اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے کلام سے خالی نہیں۔ پس جو اس کیلئے ایسا ثبوت مانے یا ایسے مسنون و مؤکد جانے یا نفس ترک کو باعثِ زجر و ملامت کہے وہ بیشک غلطی پر ہے" (ابرالمقال ص۱۱)

فائدہ:۔ بریلوی حضرات اذان میں کلمۂ شہادت ادا ہوتے وقت انگوٹھا یا اس کا ناخن چومتے ہیں، وہ اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

قبر پر سجدہ ممنوع ہے

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

"جس کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے وہاں جو افعال حسب عرف و عادت قوم کئے جاتے ہیں، اسی مطلوب شرعی کے تحت میں داخل ہوں گے جب تک کسی خاص فعل سے نہی شرعی ثابت نہ ہو جیسے قبر پر سجدہ یا قبر کی طرف نماز یہ شرعاً ممنوع ہے"

(ابرالمقال ص۱۵)

فائدہ:۔ اگرچہ اعلیٰ حضرت کا یہ کلام غلط در غلط ہے تو مگر اس سے بہرحال یہ بات معلوم ہوئی کہ قبر پر سجدہ یا قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں۔

قبر کی تعظیم کے لئے جھکنا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں :

" مگر محل ممانعت یہی ہے کہ نفس انحنا سے مقصود اصل غرض تعظیم " (ایضاً ص ۱۹)

فائدہ :۔ معلوم ہوا کہ قبر کی تعظیم کے لئے جھکنا اعلیٰحضرت کے یہاں بھی جائز نہیں ہے۔

الوداع کا ثبوت قرون ثلاثہ میں نہ تھا

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :

" الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت درحقیقت کے ادا کرنا فی نفسہ مباح ہے۔ مگر اس طرح کا ثبوت قرون ثلاثہ میں نہیں تھا "

(وشاح الجید ص ۱۱)

فائدہ :۔ معلوم ہوا کہ الوداع کا خطبہ جو آخر رمضان میں لوگ پڑھتے ہیں وہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں نہ تھا ، یہ قرون ثلاثہ کے بعد کی پیداوار ہے ، یعنی بدعت ہے۔

اولیاء صالحین کی دستگیری

مولانا احمد رضا خانصاحب لکھتے ہیں :

" صالحین کا ذکر موجب رحمت ہے۔ جب یہ اوقات سلامت میں ان کا نام لیوا رہے گا وہ اوقات مصیبت میں اس کے دستگیر ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفك فی الشدۃ

(احکام شریعت ص ۹۶)

فائدہ :۔ یہ اہل بدعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے سوا اولیاء بھی کسی کے دستگیر ہوتے ہیں مگر اس عبارت میں پر لطف بات خانصاحب کا استدلال ہے ، یعنی آنحضور تو اللہ کے بارے میں

ایک بات فرماتے ہیں اور خاں صاحب اس کو فٹ صالحین اور اولیاء پر کرتے ہیں۔ حدیث کا مطلب خیز ترجمہ یہ ہے۔

تم اللہ کو فراخی اور کشادگی کے زمانہ میں یاد رکھو اللہ تمہیں تنگی میں یاد رکھے گا۔

دیکھا آپ نے پر لطف بات، شاید صالحین بھی خاں صاحب کے خدا ہیں جبھی تو اس حدیث سے استدلال کیا جا رہا ہے۔

میلاد پر اجرت لینا حرام ہے

خاں صاحب مرحوم سے سوال کیا گیا۔ جو لوگ میلاد پر اجرت مقرر کرتے ہیں وہ جائز ہے یا ناجائز، ارشاد ہوا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے لا تشتروا بآیاتی ثمناً۔ یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق،، (احکام شریعت ص ۱۲ ج ۲)

فائدہ :۔ بریلوی مذہب کے میلاد خاں حضرات اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں اس ارشاد میں پر لطف بات یہ ہے کہ جو بات اللہ نے قرآن کے بارے میں فرمائی خاں صاحب اس میلادی قصے کہانیوں والے وعظ پر فٹ کر رہے ہیں۔ سچ ہے جیسا مذہب ویسا اس کا موجد۔

مردہ کے نام کا کھانا صرف فقراء کیلئے ہے

خانصاحب فرماتے ہیں :

،، مردہ کا کھانا صرف فقراء کیلئے ہے، عوام جو دعوت کے طور پر کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے ،، (ایضاً ص ۱۹ ج ۲)

فائدہ :۔ بریلوی حضرات خانصاحب کے اس فتویٰ میں غور فرمائیں، خانصاحب مردہ کے لئے جو کھانا پکتا ہے اس کے کھانے کو صرف فقراء کیلئے جائز بتلاتے ہیں۔

عورتوں کا مزارات پر جانا ممنوع ہے

خانصاحب فرماتے ہیں :

"عورتوں کو مزارات اولیاء، مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے"

(ایضاً ص ۲۱ ج ۲)

فائدہ:۔ مزارات پر عورتوں کو لیجانے والے بریلوی حضرات اس فتویٰ دیکھ لیں۔

قبروں کا پختہ بنانا

خانصاحب سے پوچھا گیا، قبروں کا پختہ بنانا روا ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا میت کے گرد پختہ نہ ہو، اوپر کا حصہ پختہ کر دیں تو کچھ حرج نہیں۔ (ایضاً ص ۳۹ ج ۲)

فائدہ:۔ بریلوی حضرات تو از اول تا آخر پختہ ہی قبر بناتے ہیں، ویسے خانصاحب کا یہ فتویٰ ابھی گول مول ہے۔ حدیث میں صاف ارشاد ہے۔ ولا تجصصوا القبور قبروں کو پختہ نہ بناؤ۔

رافضیوں کے ساتھ کھانا، پینا، ملنا، جلنا حرام ہے

خانصاحب سے پوچھا گیا رافضیوں سے ملنا جلنا، کھانا، پینا، سودا سلف جائز ہے یا ناجائز ہے؟ ارشاد ہوا:

"روافض فی زمانہ علی العموم مرتد ہیں، ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں، میل جول، نشست و برخاست اسلام و کلام سب حرام ہے۔"

(ایضاً ص ۴۶ ج ۲)

فائدہ:۔ تعزیہ و جہلم کے دلدادہ بریلوی حضرات اعلیٰحضرت کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں۔

تعزیہ بنانے والا جاہل خطاوار مجرم ہے

اعلیٰحضرت سے پوچھا گیا، تعزیہ بنانا سنت ہے اور یہ کب سے جاری ہوا؟

ارشاد ہوا، وہ جاہل خطاوار مجرم ہے مگر کافر نہ کہیں گے۔ تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض

ورو گردانی کریں۔ اس کی جانب دیکھنا ہی نہ چاہیے۔ اس کی ابتدا سنا جاتا ہے امیر تیمور بادشاہ دہلی کے وقت سے ہوئی۔ (احکام شریعت ج ۱ ص ۱۵)

محرم کی مرثیہ خوانی میں شرکت جائز نہیں

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا۔ محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا، ناجائز ہے کہ وہ مناہی و منکرات سے مملو ہوتے ہیں۔ (عرفان شریعت ص ۱۶-۱۷)

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحتیابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے" (احکام شریعت ج ۲ ص ۲۰)

فائدہ:۔ خانصاحب کا ارشاد سو فی صد درست لیکن یہ مرض اقدس والی ترکیب تو بڑی دلچسپ ہے۔

قبر کا بوسہ و طواف وغیرہ کام ناجائز ہے

خانصاحب سے قبر کے بوسہ، طواف اور سجدہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو ارشاد ہوا:

"بلا شبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے۔ اور غیر کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے، خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو، (ایضاً ج ۳ ص ۴۰۳)

فائدہ:۔ بریلوی کے عوام و خواص اعلیٰ حضرت کے فتویٰ پر غور کریں، اعلیٰ حضرت اولیاء کرام

کی قبروں کا بوسہ، طواف سجدہ وغیرہ سب سے منع کر رہے ہیں۔

نماز کے بعد درود وسلام ساڑھے پانچ سو برس پہلے کی ایجاد ہے

پوچھا گیا، نماز کے بعد درود وسلام کب سے جاری ہے اور اگر کوئی بدعت کہے تو گمراہ ہے یا کیا؟ اعلیٰحضرت نے جواباً ارشاد فرمایا:

"اسے بدعت کہہ کر منع کرنا انھیں وہابیوں کا کام ہے، اور اگر وہابی گمراہ نہ ہوں گے تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہوگا اس کی گمراہی ان سے ہلکی ہے، وہ کذب کو اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔

صلوٰۃ بعد اذان ضرور مستحسن ہے، ساڑھے پانچ سو برس سے زائد ہوئے بلاد اسلام حرمین شریفین مصر وشام وغیرہ میں جاری ہے" (احکام شریعت ج ۱ ص ۸۲)

فائدہ:۔ جواب دیتے وقت اعلیٰحضرت کی خان صاحبی زوروں پر تھی، اس وجہ سے اعلیٰحضرت نے جواب دینے میں گڑبڑ کی، سوال کرنے والے نے نماز کے بعد درود وسلام کے بارے میں پوچھا تھا، اعلیٰحضرت اذان کے بعد درود وسلام کے بارے میں فتویٰ صادر کر رہے ہیں۔ بہرحال اتنا ثابت ہوا کہ اذان کے بعد ہو کہ نماز کے بعد درود وسلام کا رواج پہلے نہ تھا، نہ آنحضورؐ کے زمانہ میں نہ صحابہؓ کے زمانہ میں نہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں یہ رواج صرف ساڑھے پانچ سو برس پہلے سے ہے۔

دوسرا عظیم فائدہ اس جواب سے یہ حاصل ہوا کہ شیطان کی گمراہی کا سبب وہابی ہیں ورنہ شیطان پہلے گمراہ نہ تھا۔ اور ظاہر بات ہے کہ وہابی محمد بن عبدالوہاب کے زمانہ سے ہیں، اسلئے شیطان بھی اسی زمانے گمراہ ہوا ہے، قرآن میں شیطان کی گمراہی کی ساری باتیں غلط ہیں، غرض اعلیٰحضرت کا یہ فرمان بڑا دلچسپ ہے۔

تیسرا فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ اگر آج وہابی اپنی گمراہی سے توبہ کرلیں تو شیطان بھی گمراہ نہ رہے گا۔

چوتھی بات جو اس جواب میں ہے وہ یہ ہے کہ اعلیٰحضرت نے صاف جواب نہیں دیا کہ نماز کے بعد صلوٰۃ وسلام بدعت ہے یا سنت حالانکہ سوال اسکے سنت و بدعت ہونے کے بارے میں تھا۔ ایک صاحب نے شاید سچی بات کہی کہ جواب دیتے وقت اعلیٰحضرت پر شیطان سوار تھا۔

محمد ابوبکر غازی پوری

حکیم ظل الرحمن صاحب دہلوی کے سوالات کے بارے میں

قومی آواز سات نومبر ۲۰۰۶ء کے شمارہ میں حکیم ظل الرحمن صاحب دہلوی کے ایک مضمون جس کا عنوان ہے "علمائے احناف سے چند سوالات" کی پہلی قسط ایک دوست کے توسط سے میرے سامنے ہے، مضمون کا عنوان بتلا رہا ہے کہ حکیم صاحب مذہب حنفی سے رشتہ توڑ چکے ہیں اور غیر مقلدیت کے ہار سے اپنی گردن کو آراستہ کر لیا ہے، خیر جو کچھ کیا اچھا کیا، بہتر کیا، عمرانہ کے قضیہ کا غیر مقلدوں کو یہ فائدہ بھی ہوا کہ حکیم ظل الرحمن جیسا فاضل یگانہ ان کی جماعت میں داخل ہو گیا، اور ہمارے لئے خوشی یہ ہے کہ ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی حنفی بن کر احناف اور مذہب حنفی کے خلاف اپنی قابلیت جتلائے۔

عمرانہ کا قضیہ حکیم صاحب کو پریشان کئے ہوئے ہے، اور بوڑھے ستر سالہ سسر کی ہمدردی میں حکیم صاحب سینہ فگار ہیں، حکیم صاحب کا فرمانا یہ ہے کہ عمرانہ کا سسر بے قصور ہے اور اس کو بلاوجہ دس سال کی سزا میں پھنسایا گیا ہے، اگر عمرانہ کے سسر کو یہ سزا ہوئی ہے تو عدالت جانے اور عمرانہ کا سسر جانے اس میں علماء کا کیا قصور ہے، کہ حکیم صاحب علماء احناف پر اور دیوبند کے فتوی پر اپنا غصہ اتار رہے ہیں، اور مذہب حنفی کو اپنی تیز و تند تحریر کا نشانہ بنا رہے ہیں، مفتی کا کام سوال کی روشنی میں فتویٰ دینا ہے، اور دیوبند کے مفتیوں نے اپنا یہی فریضہ انجام دیا ہے، اور شریعت کے عین مطابق انجام دیا ہے، تو حکیم صاحب کو دیوبند کے

فتویٰ پر برہمی کیوں ؟ اور اس فتویٰ کا عمرانہ کے خسر کی سزا پانے سے کیا رشتہ اور جوڑ ہے!
عدالت نے اپنی سزا سنانے میں اس فتویٰ کو بنیاد تو بنایا نہیں ہے، نہ اس فتویٰ کی روشنی میں
عدالت نے اس بوڑھے ستر سالہ کو سزا سنائی ہے، عدالتیں تو شہادتوں کی بنیاد پر فیصلہ
کرتی ہیں نہ کہ علماء کرام کے فتاویٰ کی روشنی میں ؟ غرض حکیم صاحب دامت برکاتہم کا دارالعلوم کے
فتویٰ پر غصہ کا اظہار اور پھر اس کو بنیاد بنا کر مذہب حنفی کے خلاف ناروا باتیں اور علمائے کرام
کی تضحیک اور ان پر طنز و تعریض بالکل غلط عمل ہے، عدالت کے فیصلہ کے خلاف آپ کو آواز بلند
کرنی چاہیے کہ عدالت نے کیوں ایسے شخص کو ایسی سخت سزا دی، حالانکہ بقول حکیم صاحب وہ ستر سالہ
بڈھا وہ ہے جس کی جنسی خواہش مردہ ہو چکی ہے، اور اس سے ہم بستری کی صلاحیت مفقود ہو چکی
ہے، وہ زنا کے فعل پر قطعاً قادر نہیں ہے، اسلئے عدالت کا فیصلہ غلط ہے، حکیم صاحب کو آواز
درحقیقت اس عدالتی فیصلہ کے خلاف بلند کرنی چاہیے تھی مگر انکو غصہ ہے تو مذہب حنفی پر،
دیوبند کے فتویٰ پر، اور علمائے احناف پر۔

حکیم صاحب نے علمائے احناف سے جو سوالات کئے ہیں ان کا ذکر تو ذرا بعد میں آئے گا
پہلے ہم ناظرین کو اس مضمون کی اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور حکیم صاحب سے چند سوالات
ہم بھی کرتے ہیں۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں : " خواتین کی انجمنوں نے منضبط طریقے پر
مقدمہ لڑا اور اس ستر سالہ بوڑھے باپ کو کہ جس کی شاید تمام جنسی طاقتیں
تک سلب ہو چکی ہیں، دس سال کی قید با مشقت کی سزا دلوا دی "،

جب حکیم صاحب کو خود اعتراف ہے کہ سزا دلوانے کا کام خواتین کی انجمنوں نے انجام
دیا ہے تو حکیم صاحب کو اپنا غصہ خواتین کی ان انجمنوں پر اتارنا چاہیے مگر آپ کو غصہ دارالعلوم
کے فتویٰ پر اور مذہب حنفی پر آ رہا ہے، کیا ان انجمنوں نے دارالعلوم کے فتویٰ کو عدالت میں پیش کیا تھا
اور سزا دلوانے کا اسے ہتھیار بنایا تھا ؟ ان انجمنوں کا جواب تو یہ تھا کہ حکیم صاحب کچھ اپ
ہم فکروں کو ساتھ لیتے اور اجڑا دہ مدرسہ کے تحقیق کرنے والوں کو ساتھ لے کر عدالت میں اس فیصلہ

کے خلاف رٹ داخل کر کے اس بوڑھے کو اس سزا سے نجات دلاتے۔ حکیم صاحب کے کرنے کا کام تو یہ تھا مگر اس نیک کام کی انجام دہی سے تو غافل رہے اور آپ دارالعلوم کے فتویٰ اور مذہب حنفی کو کوس رہے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے، باطل طاقتیں تو باطل کی حمایت کے لئے میدان میں آجائیں اور اسلامی طاقتیں عدل وانصاف قائم کرنے کرانے اور مظلوم کی حمایت کے لئے گھر سے قدم نہ نکالیں۔ یہ عجوبہ کیوں ظہور میں آیا۔ حکیم صاحب اس کا جواب ضرور دیں۔

رہا حکیم صاحب کا یہ انکشاف کہ ستر سالہ بوڑھے سے جنسی طاقتیں سلوب ہو چکی ہیں، اس کا تجربہ حکیم صاحب کو کیسے ہوا؟ حکیم صاحب کتاب وسنت سے ثابت کریں کہ ستر سالہ بوڑھے سے یہ طاقت مسلوب ہو جاتی ہے۔ کسی مالکی، شافعی فقیہ کا قول ہی پیش کریں۔ اچھا آپ حکیم صاحب ہیں کسی طب کی کتاب سے یہ صراحت دکھائیں یا کسی طبیب حکیم یا ڈاکٹر کا قول نقل فرمائیں کہ ستر سالہ بوڑھا قادر علی الزنا والجماع نہیں ہوتا ہے۔ آپ کا یہ فرمان بتلا رہا ہے کہ آپ کی طبابت کا معیار کیا ہے جس فن کو آپ نے جی جان لگا کر پڑھا ہے جب اس میں آپ کی قابلیت کا یہ معیار ہے تو علوم اسلامیہ جن سے آپ کو قطعاً کوئی مس نہیں ہے اور جن کتابوں کا مطالعہ ان علوم کو جاننے کے لئے آپ کا واحد ذریعہ ہے تو اس میں آپ کا دخل دینا اور شیروں کی جست کی طرح میدان میں آنا بڑی جرأت اور جسارت کی بات ہے۔

اس مضمون میں حکیم صاحب فرماتے ہیں:

"دارالعلوم کے فتویٰ کو نشانہ بنانا اسلامی عقیدے پر حملہ کرنا تھا"

ابھی حکیم صاحب کو یہی معلوم نہیں ہو سکا کہ عقیدہ کے مسائل کیا ہوتے ہیں اور فقہ کے مسائل کیا ہوتے ہیں، فقہی مسئلہ کو عقیدہ کا مسئلہ قرار دینا یہ حکیم صاحب کی نابابیت کو زریں جلا بخشنا ہے۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

"دارالعلوم کے فتویٰ میں ایک نئی اصطلاح حرمت مصاہرت سامنے آئی ہے"

اس کا مطلب یہ ہے کہ حکیم صاحب کو مسئلے مسائل کی کتابوں کی ہوا بھی نہیں لگی ہے، حرمت مصاہرت تو فقہ کی وہ اصطلاح ہے جس کو ہمارے مدارس عربیہ کے درجہ سوم وچہارم کے طلبہ بھی

جانتے ہیں اور فقہ کی کتابوں میں پڑھتے ہیں، اور لطف یہ ہے کہ خود ہی آگے چل کر فرماتے ہیں:

"امام شافعی نے کہا کہ زنا کچھ حرمت مصاہرت نہیں ہے"

دیکھئے حکیم صاحب کی عقل و خرد کا تماشا کہ ابھی ابھی وہ جس چیز کو دارالعلوم کے فتویٰ میں نئی اصطلاح بتلا رہے تھے، اسی کو امام شافعی کے قول سے ثابت کر رہے ہیں۔ جس کے ہوش کا ٹھکانا ایسا ہو وہ مسائل علمیہ میں دخل دے اور علمائے دین کے سامنے اپنی پہلوانی دکھلائے، یہ اس شخص کی بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

"دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ پر درج ذیل سوال تحقیق طلب ہیں حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ باپ کے اپنے بیٹے کی بہو سے زنا پر بہو اپنے شوہر کیلئے حرام ہوجاتی ہے"

یہ ہے حکیم صاحب کا پہلا پہاڑ جیسا سوال جس کا جواب قرآن و حدیث سے حکیم صاحب طلب فرماتے ہیں۔ "باپ اپنے بیٹے کی بہو سے زنا پر بہو اپنے شوہر کیلئے حرام ہوجاتی ہے" اس مسئلہ کو عمرانہ کے قضیہ سے کیا تعلق ہے، کیا عمرانہ کا قضیہ اور حکیم صاحب جو مسئلہ بنا کر کے پیش کر رہے ہیں دونوں ایک ہیں، حکیم صاحب کو تو صحیح مسئلہ کا علم بھی نہیں ہے کہ واقعہ کیا پیش آیا ہے۔ باپ کا اپنی بہو سے منہ کالا کرنے کی بات ہے یا بیٹے کی بہو یعنی اپنی پوتے کی بیوی سے منہ کالا کرنے کی بات ہے، جس کو صحیح ڈھنگ سے علماء کے سامنے مسئلہ رکھنا بھی نہ آتا ہو وہ علم کے گھوڑے کی سواری کا شوق پالے ہوئے ہے۔ اگرچہ شریعت کا حکم دونوں شکل میں ایک ہی ہے۔ مگر عمرانہ کا قضیہ یہ ہے کہ بیٹے کی بہو سے نہیں بلکہ بیٹے کی بیوی یعنی باپ اپنی بہو سے منہ کالا کر رہا ہے، دونوں مسئلوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، اگرچہ حکم شرعی میں دونوں یکساں ہیں۔

مزید آگے ارشاد ہوتا ہے کہ:

"براہ کرم حرمت مصاہرت کی منطقی بحث اور ذاتی دلیلوں سے گریز فرمائیں کیونکہ قرآن و حدیث کے حوالوں کے بغیر کوئی قیمت نہیں ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کو صرف قرآن وحدیث سے دلیل چاہیئے، اگر ان کے سوال کا جواب قرآن سے مل جائے تو ان کو وہی کافی ہوگا، خیر ہم ابھی دیکھیں گے۔

اس کے بعد حکیم صاحب کا پہلا سوال یہ ہے، یہ فتویٰ کب اور کس عالم نے دیا؟ آپ کو کس عالم کے فتویٰ سے مطلب کیا! آپ تو یہ سوال کریں کہ قرآن وحدیث میں اس کا ذکر کہاں مذکور ہے یہ کیلبے تکی بات ہے کہ آپ مانیں گے تو صرف قرآن وحدیث کو اور فتویٰ کسی عالم کا تلاش کر رہے ہیں؟ اچھا سنئے کہ یہ فتویٰ سب سے پہلے رب کائنات نے دیا ہے، اور قرآن میں یہ حکم نازل فرمایا ہے۔ ولا تنکحوا ما نکح آبائکم من النساء یعنی جن عورتوں سے تمہارے ماں باپ، دادا نے نکاح کیا ہے ان سے نکاح نہ کرو۔ یہاں لفظ نکاح وارد ہوا ہے جس کا اصل معنی ہے وطی، مجامعت، ہم بستری، تو اب آیت کا یہ ترجمہ ہوگا کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے وطی اور مجامعت اور ہم بستری کی ہو (خواہ جائز طریقہ سے یا ناجائز طریقے) ان عورتوں سے تم ہمبستری نہ کرو، اس خدائی فتویٰ کو حکیم صاحب کس دلیل سے رد کر رہے ہیں براہ کرم قرآن وحدیث سے اس کا جواب دیں۔

رہا حکیم صاحب کا یہ فرمانا کہ اس میں حرمتِ نکاح یعنی عقد نکاح کا بیان ہے یعنی حکیم صاحب کا کہنا یہ ہے کہ جن عورتوں سے باپ دادا نے عقد نکاح کیا ہو تم ان سے عقد نکاح نہ کرو تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ نکاح سے مراد عقد نکاح لینا یہ نکاح کا حقیقی معنی نہیں ہے نکاح کا حقیقی معنی مجامعت اور وطی ہے، فقیہ وقت امام ابوبکر جصاص احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔ ان اسم النکاح حقیقۃ للوطی مجاز فی العقد۔ یعنی نکاح کا اطلاق حقیقۃ وطی اور مجامعت پر ہوتا ہے، عقد کے معنی میں مجازاً استعمال ہوتا ہے، تو آیت کریمہ میں بلا وجہ اور بلا کسی قرینہ کے نکاح کا معنی عقد کرنا درست نہ ہوگا۔ قاعدہ یہی ہے کہ جب تک حقیقی معنی مراد لینے سے کوئی واقعی مانع نہ ہو لفظ کو حقیقی معنی ہی میں استعمال کریں گے، مجازی معنی مراد نہیں لیں گے، اور جب معلوم ہوگیا کہ نکاح کا اصل اور حقیقی معنی وطی اور مجامعت ہے تو خواہ یہ وطی اور مجامعت جائز ہو یا ناجائز ہر شکل میں باپ کی موطوءۃ اور ہم بستری کی ہوئی عورت سے

بیٹا از روئے قرآن ہم بستری نہیں کر سکتا ، امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں ۔ ان اسم النکاح حقیقۃ للوطی مجاز فی العقد فوجب اذا کان ھذا علی ما وصفنا ان یحمل قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح آبائکم من النساء علی الوطئ فاقتضیٰ ذٰلک تحریم من وطئھا ابوہ من النساء لانہ لما ثبت ان النکاح وطی للاسم لم یختص بالمباح دون المحظور۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب معلوم ہو چکا کہ وطی کا حقیقی معنی وطی ہے تو اب باپ نے جس عورت سے وطی کی ہو خواہ حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے بیٹے پر وہ عورت حرام ہو جائے گی یعنی بیٹے کو اس سے ہم بستری کرنا جائز نہ ہو گا ۔

مغنی ابن قدامہ حنابلہ کی مشہور کتاب ہے ، اس میں حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں :

" حرام طریقہ سے صحبت کرنا عورت سے اسی طرح پر حرام کرنے والا ہوتا ہے ۔ جس طرح سے حلال طریقہ سے وطی کرنا عورت کو حرام کرنے والا ہوتا ہے اسلئے اگر باپ نے کسی عورت سے وطی کی ہے خواہ حرام طریقہ سے یا حلال طریقہ سے وہ عورت بیٹے پر حرام ہو جائے گی ، اسی طرح اگر بیٹے نے وطی کی ہے تو وہ عورت باپ پر حرام ہو جائے گی " (مغنی لابن قدامہ ص ۴۸۲ ج ۷)

اور تفسیر مظہری میں ہے :

" لان علۃ التحریم کون الوطی سببا للولد و وصف الحل ملغاۃ شرعا "

یعنی حرمت کی علت اور اصل وجہ یہ ہے کہ مجامعت اور صحبت لڑکا پیدا ہونے کا سبب ہے اس میں شرعاً حلال کی قید لغو قرار دی گئی ہے

یعنی وطی خواہ حلال طریقہ سے ہو یا زنا کے طریقہ پر باپ کی موطوءۃ بیٹے پر حرام ہو جائیگی یعنی اب بیٹا اس سے مجامعت اور صحبت نہیں کرے گا ۔

پھر فرماتے ہیں :

" ان المعتبر ذات الوطی من غیر نظر لکونہ حلالاً او حراماً "

یعنی حرمت مصاہرت میں اصل اعتبار نفس وطی کا کیا گیا ہے، خواہ وہ حلال طریقہ سے ہو یا حرام طریقہ سے ہو۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ لا یجوز للابن ان یطئها بعد وطی ابیہ یعنی بیٹے کیلئے جائز نہیں ہے کہ باپ کی ہمبستری اور وطی کے بعد اس عورت سے ہم بستری اور وطی کرے۔

حافظ ابن تیمیہ سے سوال کیا گیا کہ جو بیٹی زنا سے پیدا ہوئی ہے اس کا عقد نکاح اسکے زانی باپ سے کیا جا سکتا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

"ذھب الجمھور انہ لا یجوز التزویج بہا وھو الصواب المقطوع بہ"

یعنی جمہور کا مذہب ہے کہ نہیں، اور یہی درست اور قطعی بات ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

"وحجۃ الجمھور فھو قول اللہ تعالیٰ حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم فھو یتناول لکل من شملہ ھذا اللفظ سواء کان حقیقۃ او مجازاً"

(فتاوی ص ۱۳۵ ج ۳۲)

اور جمہور کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم یعنی تمہارے اوپر تمہاری مائیں اور لڑکیاں حرام کردی گئی ہیں، پس ماں اور لڑکی کا معنی حقیقۃً یا مجازاً جہاں پایا جائے گا بیٹے اور باپ پر وہ ماں اور لڑکی حرام رہے گی۔

حکیم صاحب بتلائیں کہ بقول ابن تیمیہ جو جمہور کا مذہب ہے اس سے ان کے اعراض کی کیا وجہ ہے؟

اب حکیم صاحب کو معلوم ہو گیا کہ اس بارے میں جو احناف کا مسلک ہے وہ ہی جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے۔ اور حکیم صاحب جس ڈگر پر جا رہے ہیں وہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔

اپنے مضمون میں ایک جگہ علماء کو بے وقوف بتلانے کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا بڑے طنطنہ سے کلام نقل کیا ہے۔ تو حکیم صاحب یہ بھی معلوم کرلیں کہ حضرت الامام الدہلوی یعنی

شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی وہی مسلک ہے جو جمہور کا ہے اور جس کو مذہب حنفی میں اختیار کیا گیا ہے۔
کاش حکیم صاحب نے میرا اس موضوع پر وہ مضمون پڑھا ہوتا جو زمزم شمارہ ۵ جلد ۸ میں چھپا ہے
تو انکو بہت سی حقیقتوں کا علم ہو جاتا، اور ان میں اگر ذرا بھی حقیقت پسندی کا مادہ ہوتا تو
وہ مذہب حنفی کے خلاف اپنے جذبات کو بے قابو ہونے سے بچاتے۔ حکیم صاحب نے اپنے مضمون میں
اس کے پڑھنے والوں کو گمراہ کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی اختیار ہے وہ لوگوں کو بتلانا چاہتے ہیں کہ احناف
کا جو مذہب ہے وہ بعد کے علمائے احناف کی ایجاد ہے، ابوحنیفہ و امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ
کا یہ مذہب نہیں تھا۔ یہ حکیم صاحب کے علمی دیوالیہ پن کی آخری حد ہے، اگر حکیم صاحب کی علمی و عربی
لیاقت کچھ قابلِ لحاظ ہوتی تو میں ان سے درخواست کرتا کہ جناب ان ائمہ ثلاثہ کا مذہب معلوم کرنے
کیلئے احناف کی فقہ میں امہات الکتب کا مطالعہ فرمائیں اور اگر کہیں سے انکو میسر ہو تو کتاب الحجۃ
علی اہل المدینہ حضرت امام محمد کی کتاب ہی ملاحظہ فرمالیں، آپ کے چودہ طبق روشن ہوجائیں گے۔

میرے محترم دوست مولانا عبدالحمید نعمانی نے بھی اس موضوع پر متعدد تحریروں میں مسئلہ
کے ہر پہلو کو بہت تفصیل سے اور بہت عمدہ طریقہ پر اجاگر کر کے بتلایا ہے کہ مذہب حنفی کا یہ مسئلہ
اپنے اندر سماجی و معاشرتی کتنی مصالح رکھتا ہے۔ اور یہ تحریریں حکیم صاحب کی نگاہ سے ضرور
گذری ہوں گی تو پھر بار بار اسی ایک بات کو مختلف انداز سے دہرانا یہ صرف غیر مقلدوں والی شرارت
ہے جس میں ہمارے حکیم صاحب بھی مبتلا ہو گئے ہیں۔

اب جب کہ حکیم صاحب کو معلوم ہو گیا کہ مذہب حنفی کا یہ مسئلہ کتاب اللہ کی روشنی میں ہے اور
یہی جیسا کہ ابن تیمیہ نے فرمایا جمہور کا مذہب ہے۔ تو اب ان کے وہ سارے سوالات لغو ہوجاتے
ہیں جو ہیں تو صرف ایک ہی مگر حکیم صاحب نے زبردستی اس کی تعداد آٹھ تک پہونچادی ہے، ایک
سوال کو دس عبارتوں میں ذکر کرنا یہ غیر مقلدین کا پرانا کھیل ہے۔ حکیم صاحب اس کھیل کو نا کھیلتے تو بہتر تھا۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ مذہب شافعی میں سہولت زیادہ ہے، تو شوق سے حکیم صاحب اسکو
اپنالیں کون انکو منع کرتا ہے، مگر یہ ضرور ارشاد فرمائیں کہ اگر سسر کے اپنی بہو سے منہ کالا کرنے کے
بعد بھی اس صحبت سے اس کا شوہر ہم بستر ہوتا ہے تو اس کا معاشرہ پر اور گھر خاندان پر اور

نسب پر جو برا اثر پڑے گا اس کا ان کے مطلب میں کیا علاج ہے ؟ آسان تو بہت کچھ ہے ، تو کیا سارا آسانیاں چاہیے وہ اپنے اندر ہزار برائیاں لے کر آئیں اختیار کرلی جائیں۔ حکیم صاحب کی حکمت کیا کہتی ہے ! براہ کرم کچھ تو ارشاد ہو ، شریعت کا تو حکم یہ تک ہے کہ اگر کسی نے کسی عورت کو شہوت سے ہاتھ لگایا ہے تو وہ عورت باپ بیٹے کیلئے حرام ہو جائے گی ، اگر بیٹے نے یہ حرکت کی ہے تو باپ کیلئے اور اگر باپ نے یہ حرکت کی ہے تو بیٹے کیلئے اس عورت سے ہم بستری کرنا جائز نہیں ، جس شریعت میں حرمت مصاہرت کا یہ معیار ہو حکیم صاحب اور ان جیسے لوگ اس شریعت میں رہتے ہوئے باپ کے بہو کے ساتھ حرام کاری کرنے کے بعد بھی اس عورت سے بیٹے کی صحبت و ہم بستری کے جائز ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں ۔ فیاللعجب ۔

میں ناظرین عموماً اور حکیم صاحب سے خصوصاً گذارش کروں گا کہ آپ حضرات زمزم میں جو میرا مضمون (شمارہ نمبر ۵ جلد نمبر ۵ میں) شائع ہوا ہے اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں ، انشاء اللہ بہت سی مزید باتیں معلوم ہو جائیں گی ۔

قارئین زمزم سے گزارش

قارئین زمزم سے گذارش کی جاتی ہے کہ براہ کرم وہ چندہ کی بقایا رقم جلد روانہ کردیں ۔ جس کے ذمہ دو سال کی رقم باقی ہے اگر ان کی رقم نہیں آئی تو اس پرچہ کے بعد ان کے نام پرچہ بند کردیا جائے گا ۔

زمزم کے خریداروں کا خریداری نمبر بدل گیا ہے ، اب نیا خریداری نمبر نوٹ کرلیں ۔ اور خط و کتابت اور رقم بھیجتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں ۔

جو آدمی نماز باجماعت پر قادر ہو اس کی تنہا نماز درست ہے یا نہیں؟

یہ مسئلہ یعنی یہ کہ جو آدمی نماز باجماعت ادا کرنے پر قادر ہو اس کی تنہا نماز درست ہے یا نہیں تو اس مسئلہ کی بنیاد دو چیزوں پر ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے یا نہیں اور اگر فرض ہے تو کیا یہ نماز کی صحت کیلئے شرط ہے یا بلا جماعت بھی نماز ہو جائے گی اور ترک جماعت کرنیوالا گنہگار ہوگا یہ دو مسئلے ہیں۔

پہلے مسئلہ میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں عطاء ابن رباح، حسن بصری ابو عمر امام اوزاعی ابو ثور جماعت کے وجوب کے قائل ہیں امام احمد کا بھی ظاہری مذہب یہی ہے اور امام شافعی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے چنانچہ مختصر میں ان کی تصریح ہے فرماتے ہیں۔

واما الجماعۃ فلا ارخص فی ترکھا عذرا	یعنی جماعت کے ترک کو میں بلا عذر روا نہیں رکھتا ہوں۔

اور کتاب الاوسط میں ابن المنذر نے ایک باب قائم کیا ہے جسکا عنوان ہے

ذکر حضور الجماعۃ العمیان وان بعدت منازلھم من المسجد یدل علی ذالک ان شھود الجماعۃ فرض لا ندب	اندھوں پر مسجد میں حاضر ہونیکا وجوب اگرچہ انکی رہائش گاہیں مسجد سے دور ہوں اور اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ جماعت کی حاضری فرض ہے مندوب نہیں۔

اس کے بعد انہوں نے ام مکتوم کی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ انہوں نے آنحضورؐ سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ میرے درمیان اور مسجد کے درمیان کھجور کے باغات اور درخت ہیں کیا میرے لئے گنجائش ہے کہ میں گھر پر نماز پڑھ لیا کروں آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم اقامت کی آواز سنتے ہو انہوں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا تب جماعت میں حاضر ہو۔

اس کے بعد ابن منذرؒ نے ایک باب قائم کیا ہے جسکا عنوان ہے۔

ذکر تخویف النفاق علی تارک شهود العشاء یعنی عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہونیوالے کیلئے نفاق کی وعید ہے۔

انہوں نے اس بات کے تحت مکدم کرتے ہوئے کہا کہ جو احادیث مذکور ہیں اُسے یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے کہ جنکو عذر نہیں ہے ان پر جماعت فرض ہے مثلاً آنحضورؐ کا حضرت ام مکتوم سے یہ فرمانا کہ میں تمہارے لئے رخصت نہیں پاتا ہوں تو جب اندھے کیلئے رخصت نہیں ہے تو آنکھ والے کیلئے رخصت کیوں ہوگی۔

نیز جو لوگ نماز سے پیچھے رہ گئے تھے آپ نے ان کے گھروں میں آگ لگانے کا عزم کیا تھا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جماعت کی حاضری فرض ہے اس لئے کہ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کہ آنحضورؐ نے مستحب اور مندوب کام کے ترک پر اس طرح کی تہدید فرمائی۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں کہ ایک آدمی مؤذن کی آذان کے بعد باہر نکلا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے ابوالقاسم کی مخالفت کی۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمار سلفیت

چلو اب میلاد کرنے والے اور بدعتوں کو ایجاد کرنے والے بھی ثواب پائیں گے

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی کچھ سنا آپ نے حرانیوں کا اعلان؟ انھوں نے میلاد شریف کرنے کا جلسہ بلایا ہے میلاد پڑھنے کیلئے علامہ بحرانی کا اشتہار میں نام ہے ۔

باپ ۔ یہ حرانی کون لوگ ہیں؟ یہ نام تو پہلی دفعہ کان میں پڑ رہا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی یہ ہماری جماعت اہلحدیث میں سے ایک نیا طبقہ پیدا ہوا ہے، امام اہلسنت حافظ ابن تیمیہ کی نسبت حرانی ہے، چونکہ اس طبقہ کو امام موصوف سے غایت درجہ عقیدت ہے، اس وجہ سے انھوں نے اپنا نام بھی حرانی رکھا ہے، اور اپنی جماعت کا نام جماعت الحرانیین رکھا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا، عجیب بات ہے، کبھی ہم لوگ موحد کہلاتے ہیں، کبھی محمدی کہلاتے ہیں، کبھی غیر مقلد کہلاتے ہیں، کبھی اہلحدیث کہلاتے ہیں، کبھی سلفی کہلاتے ہیں، کبھی اثری کہلاتے ہیں، اپنے ہی لوگوں نے جماعت اہلحدیث کو کباڑیوں کی دوکان بنا رکھا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی کوئی بات نہیں ہے، یہ عمل عین کتاب و سنت والا ہے، حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے ننانوے اور نام ہیں، خود قرآن میں ہے۔ وللہ الاسماء الحسنیٰ یعنی اللہ کے
بہت سے اچھے نام ہیں، پی، ایچ، ڈی شیخ رضا اللہ حفظہ اللہ کے زمانہ میں اس کی
تحقیق ہو چکی ہے، حفظہ اللہ رحمہ اللہ نے یہی کہا تھا کہ متعدد نام رکھنا عین شریعت
کے مطابق ہے۔

باپ - تو ان حرانیوں نے اس بدعت کا یعنی میلاد کا کیوں اعلان کیا ہے۔

بیٹا - اباجی، بات یہ ہے کہ انکو پتہ چلا ہے کہ بدعت کرنے اور اس کا ایجاد کرنے والا
ثواب پاتا ہے اور اس کیلئے اللہ کے یہاں اجر عظیم ہے، اور یہ ان کو حافظ ابن تیمیہ
رحمہ اللہ کی کتابوں سے پتہ چلا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ اپنی مشہور کتاب اقتضاء الصراط
المستقیم میں فرماتے ہیں۔

" فتعظیم المولد واتخاذہ موسمًا قد یفعلہ بعض الناس و
یکون لہ اجر عظیم لحسن قصدہ و تعظیمہ للرسول صلی اللہ
علیہ وسلم " (ص ۲۹۷)

یعنی جو لوگ عید میلاد النبی مناتے ہیں اس میں انکو بڑا اجر ہے، اسلئے کہ
ان کا مقصد نیک ہوتا ہے اور ان کا ارادہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
تعظیم کرنا ہوتا ہے۔

باپ - بیٹا، یہ تو ہمارے لئے بڑا نیا انکشاف ہے، یہ تو ایسا ہی ہوا کہ " رند کے رند رہے
ہاتھ سے جنت نہ گئی "، بدعت بھی ایجاد کی اور ثواب بھی پایا، تو پھر حضور پاک کے ارشاد
کل بدعۃ ضلالۃ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے، اس کا کیا مطلب ہوا۔

بیٹا - مطلب بالکل صاف ہے، کہ جو بدعتیں حسن نیت اور حضورؐ کی تعظیم کے ارادہ سے نہیں ہونگی
وہی حرام اور گمراہی ہیں۔ اباجی کیا شیخ بحرانی حفظہ اللہ اس جلسہ میں تقریر کریں گے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

انبیاء اور اولیاء اور صحابہ کرام سب کے سب معاذاللہ ناقص الایمان تھے

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی، اصحاب البدایہ والنہایہ شیخ بحرانی حفظہ اللہ سے ملنے گئے تھے، مگر شیخ حفظہ اللہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔

باپ۔ کیا شیخ بحرانی حفظہ اللہ کہیں کے سفر پر تھے؟

بیٹا۔ نہیں اباجی، وہ بیچارے تو عرصہ سے صاحبِ فراش ہیں، متعدد موذی مرض میں گرفتار ہیں ہمارے جامعہ والے انکی طرف توجہ ہی نہیں کرتے ہیں کہ باقاعدہ علاج ہو۔

باپ۔ تو پھر ملاقات کیوں نہیں ہوئی؟

بیٹا۔ ان کی اہلیہ محترمہ نے بتلایا کہ وہ بہت دیر سے دارالحیا رہیں ہیں، نماز تک قضا ہوگئی، مگر ان کی حاجت قضا نہیں ہورہی ہے، موسٰی کا گل استعمال کیا، نجو کی کھینی کھایا، بیڑی کا کئی بنڈل خرچ کر دیا مگر حاجت ہے کہ رفع ہونے کا نام ہی نہیں لیتی ہے، انقباض شدید ہے

باپ۔ شیخ بحرانی کو تو ہمیشہ انطلاق شدید کی شکایت رہا کرتی ہے، یہ انقباض شدید کیسے لاحق ہو گیا؟

بیٹا۔ اباجی، بات یہ ہے کہ شیخ حفظہ اللہ پر اکٹھے کئی انقباضات طاری ہو گئے ہیں، انقباض فکری، انقباض ذہنی، انقباض قلبی، اور انقباض معدوی، جس سے حاجت مسدود ہو گیا ہے اور حاجت کا قضا ہونا مشکل ہو رہا ہے، نہ موسٰی کا گل کام کر رہا ہے نہ نجو کی کھینی اور نہ بیڑیوں کا بنڈل۔

باپ۔ بیٹا، یہ اتنے انقباضات شیخ بحرانی پر کیسے طاری ہو گئے؟

بیٹا۔ اباجی بات یہ ہے کہ اصحاب البدایہ والنہایہ کے نام سے جماعتِ اہلحدیث میں ایک نیا فرقہ پیدا ہو گیا ہے۔ شیخ حفظہ اللہ کے انقباضات کی وجہ یہی ہے، یہ فرقہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ

کا خاص معتقد ہے اور انکی ہر بات کو بسر و چشم قبول کرتا ہے، اسلئے اپنا نام اصحاب البدایہ والنہایہ رکھا ہے۔

باپ - بیٹا۔ البدایہ والنہایہ تو حافظ ابن کثیر کی تاریخ کا نام ہے؟

بیٹا - جی ہاں اباجی، مگر اصحاب بدایہ والنہایہ والے اس نام کی وجہ کچھ اور بتلاتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ مومن کا ایمان ابتداء میں کامل نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کو کمال کا درجہ آخر میں ہوتا ہے، حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام سب کا ایمان بدایہ میں نامکمل رہتا ہے اور نہایہ میں مکمل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس نئے فرقہ نے اپنا نام اصحاب البدایہ والنہایہ رکھا ہے۔

باپ - اس طرح کی بات ابن تیمیہ بھلا کیسے کہیں گے۔ یہ تو سراسر کفر ہے؟

بیٹا - اباجی، بات یہ ہے کہ ان حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے منہ سے حق کے سوا ناحق نکل ہی نہیں سکتا، ابن تیمیہ کی ہر بات کتاب و سنت کا آئینہ ہوتی ہے۔

باپ - بیٹا تو ابن تیمیہ نے اس طرح کی بات کہاں لکھی ہے؟

بیٹا - یہ انھوں نے اپنے فتاویٰ میں لکھی ہے، فتاویٰ کی دسویں جلد کا صفحہ دو سو نناوے کھولئے وہاں آپ کو انکی یہ بات ملے گی۔ فرماتے ہیں:

"فکانت حاله بعد قوله بعد قوله لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین ارفع من حاله قبل ان یکون ما کان، والاعتبار بکمال النهایة لا بما جری فی البدایة والاعمال بخواتیمها"

یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا حال لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کہنے کے بعد پہلے سے بڑھا ہوا تھا، جب ان سے اس بات کا صدور ہوا جو ان سے ہوئی، اور اعتبار تو انتہائی حالت کا ہوا کرتا ہے نہ کہ ابتدائی احوال کا، اور اعمال کو تعلق تو انجام کار سے ہے۔

اور اسی بات کو مزید مؤکد کر کے فرماتے ہیں۔

"ویونس صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ من الانبیاء فی حال النهایة حالهم اکمل الاحوال (ایضاً)

یعنی یونس علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے آخری حالات اول کے حالات
سے زیادہ کامل ہوتے ہیں۔

باپ۔ بیٹا، ابن تیمیہ کا یہ کلام تو نہایت خطرناک ہے، کفر تک پہونچانے والا ہے،
اہل سنت کے کسی عالم نے اس طرح کی بات نہیں لکھی ہے۔

بیٹا۔ شیخ بحرانی سے لوگ ابن تیمیہ کے بارے میں فتویٰ لینے گئے تھے تو ابن تیمیہ کی یہ بات
دیکھ کر شیخ حفظہ اللہ پر انقباضات طاری ہونے شروع ہوگئے، انکی اہلیہ کا بیان ہے کہ شیخ
حفظہ اللہ کو رات میں نیند بھی کم آئی تھی، آنکھیں کھولے آسمان کی طرف ٹکٹکی دیکھ رہے
تھے اور صبح جو دارالحیار میں گئے تو ابتک باہر نہیں آئے۔ اباجی، ابن تیمیہ کی اس خطرناک
بات سے ان کا ایمان باقی رہا؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

شیخ بحرانی حفظہ اللہ کی توبہ اور ندامت، دارالحیار سے بسلامت واپسی

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ایک بالکل نئی خبر شیخ بحرانی حفظہ اللہ کے متعلق سننے میں آئی ہے

باپ۔ وہ کیا بیٹا۔

بیٹا۔ اصحاب البدایہ والنہایہ والے شیخ بحرانی کے گھر کل صبح گئے تو وہ دارالحیار سے واپس ہو چکے تھے
اور طبیعت میں بڑا نشاط تھا، ان کی اہلیہ نے لوگوں کو چائے بھی پلائی اور شیخ بحرانی حفظہ اللہ
نے ہنس ہنس کر بات بھی کی۔

باپ۔ بیٹا، تم نے دل کو خوش کرنے والی خبر سنائی ہے، ورنہ دیوبندیوں نے تو ان کے متعلق یہ
افواہ اڑائی تھی کہ اللہ والوں کی شان میں شیخ بحرانی کی گستاخیوں نے ان کو متعدد موذی
امراض میں گرفتار کر دیا ہے اور وہ دماغی اعتبار سے معذور ہو چکے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی، ان کے امراض تو جوں کے توں ہیں، مگر کل جوان پر انقباضات کا شدید دورہ پڑا تھا اور جس کی وجہ سے حاجت کی قضا میں دشواری پیش آرہی تھی، اس سے ان کو چھٹکارا ملا۔

باپ۔ بیٹا، شیخ بحرانی کا یہ انقلاب حال کیسے ہوا ؟

بیٹا۔ بات یہ ہے کہ اصحاب البدایہ والنہایہ والے وہی لوگ ہیں جو شیخ بحرانی کی کتابوں کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، اور یہ لوگ شیخ بحرانی ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے پکے معتقد ہیں، انھوں نے شیخ بحرانی سے کہا کہ آپ نے اپنی کتابوں میں تصوف اور صوفیاء کے بارے میں جو مغلظات درج فرمائی ہیں ان سے رجوع کیجئے، اسلئے کہ یہ بات شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

باپ۔ پھر کیا ہوا ؟

بیٹا۔ اباجی پہلے تو شیخ بحرانی پر حیرانی کی کیفیت طاری ہوئی اور انھوں نے کہا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ تو تصوف اور صوفیاء کے پکے مخالف تھے وہ بھلا صوفیہ کی تعریف کیوں کریں گے ! مگر جب اصحاب البدایہ والنہایہ والوں نے ان کو شیخ الاسلام کا یہ قول دکھلایا تو ان پر سکتہ طاری ہوگیا، شیخ الاسلام نے فتاویٰ میں صوفیہ کی تین قسم کی ہیں، ایک وہ جن کا شمار مقربین میں سے ہوتا ہے، ایک وہ جن کا شمار اصحاب الیمین میں ہوتا ہے اور ایک وہ جن کا شمار اصحاب بدعات وخرافات میں سے ہوتا ہے، پہلی دو قسموں کو انھوں نے اہل حق صوفیاء میں شمار کیا ہے، اور دوسری قسم کو انھوں نے قرآن وحدیث کا مخالف بتلایا ہے۔

فطائفة ذمت الصوفية والتصوف وقالوا انهم مبتدعون خارجون عن السنة۔

وطائفة غلت فيهم وادعوا انهم افضل الخلق واكملهم بعد الانبياء وكلا طرفي هذه الامور ذميم۔

والصواب انهم مجتهدون في طاعة الله كما اجتهد غيرهم من

اهل طاعة الله فيهم السابق المقارب حسب اجتهاده، وفيهم المقتصد الذی هو من اهل الیمین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ومن المنتسبين اليهم ظالم لنفسه عاص لربه (صفحہ ۱۸ / ۱۱ فتاوی)

یعنی ایک جماعت نے صوفیہ کی اور تصوف کی مطلقاً برائی کی ہے اوران کو بدعتی اور اہلسنت سے خارج قرار دیا ہے، اور ایک جماعت نے ان کے بارے میں غلو کا راستہ اختیار کیا ہے انھوں نے صوفیا کو مخلوق میں انبیاء کے بعد سب سے افضل اور اکمل بتلایا ہے، یہ دونوں رائے مذموم ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ صوفیا طاعت کے بارے میں مجتہد ہیں، ان میں سے ایک گروہ سابقین اور مقربین کا ہے، اور ایک گروہ اہل اقتصاد یعنی اہل یمین کا ہے۔ اور ایک گروہ ظالین اور اللہ کے نافرمانوں کا ہے۔

باپ ۔ بیٹا شیخ الاسلام تو بڑی اہم بات فرمارہے ہیں، اب ہماری جماعت کا کیا ہوگا، اس نے تو زندگی بھر صوفیاء کو گالی ہی دی ہے اور تصوف کی برائی میں آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔

بیٹا ۔ جی، اباجی، جب شیخ بحرانی حفظہ اللہ کے کان میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ کلام پڑا تو ان کا کان بھی کھڑا ہوگیا، اور انھوں نے سوچا کہ اس موقع پر مصلحت یہی ہے کہ اصحاب البدایہ والنہایہ والوں کی بات کو مان لو تاکہ تالیفات وتصنیفات کا سلسلہ رکنے نہ پائے۔

باپ ۔ بیٹا، شیخ بحرانی نے بڑی عقل سے کام لیا، ورنہ ہم لوگ ان کے افادات سے محروم رہتے

بیٹا ۔ مگر اباجی شیخ کلو حفظہ اللہ کا سوال یہ ہے کہ شیخ بحرانی حفظہ اللہ دارالحیا[illegible] سابت قضا کرکے آگئے تو کیا انھوں نے ان نمازوں کی بھی قضا کی جو حالت انقباض میں دارالحیار میں طویل قیام کی وجہ سے چھوٹ گئی تھی؟

باپ ۔ بیٹا ۔ انھوں نے اس کی ہرگز قضا نہیں کی ہوگی اس وجہ سے کہ ہمارے شیخ الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ جو نمازیں قصداً چھوڑی جائیں انکی قضا نہیں ہے۔

بیٹا ۔ اباجی ۔ شیخ الاسلام کا یہ مذہب قرآن والا ہے یا حدیث والا یا فقہ والا؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونے والا دوماہی
دینی و علمی مجلہ
زمزم
جلد ۱۰
جمادی الاولی ، جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ
شمارہ ۳
مدیر مسئول و مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازیپوری
سالانہ چندہ ———— ۷۰/ روپے
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور یوپی
پن کوڈ ـ ۲۳۳۰۰۱
موبائل نمبر ـ ۹۴۵۱۰۶۴۹۹

فہرست مضامین

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

مدارس عربیہ میں تبدیلیٔ نصاب کی بات

پانچ فروری کے روزنامہ راشٹریہ سہارا میں ایک خبر پڑھنے کا اتفاق ہوا، خبر کی سرخی یہ تھی "مدارس میں نصاب کی تجدید پر عرب وعجم کے علماء اتفاق کے قریب" اور خبر کی ابتدائی سطریں یہ تھیں۔ جامعہ سید احمد شہید کٹولی میں ہونے والے نصاب تعلیم عالمی کانفرنس میں اس بات پر تقریباً عرب اور عجم علماء کی اکثریت متفق نظر آئی کہ عربی و دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں تبدیلی لائی جائے تاکہ ہمارے جامعات ومدارس کے فارغین اشاعتِ اسلام میں مؤثر رول ادا کرسکیں ... پھر لکھا ہے۔ آج کے سیمینار میں مقالوں اور تقاریر کے بعد جو بات ابھر کر سامنے آئی وہ یہ تھی کہ عربی و دینی نصاب میں تبدیلی و تجدید ضروری ہے " اس کے بعد مولانا سلمان حسنی ندوی کے حوالہ سے ان کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے " کورس میں تبدیلی اسلئے بھی ضروری ہے کہ آج جن مدارس میں یہ نصاب " درس نظامی " رائج ہے وہاں طلبہ ۱۲ / ۱۳ سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد نہ تو عربی زبان بول سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں "

آج کل مختلف موضوعات پر کانفرنسیں کرنا اور سیمینار منعقد کرنا ایک فیشن بن گیا ہے، اسی فیشن کا مظاہرہ کٹولی کے جامعہ سید احمد شہید میں بھی ہوا۔ جامعہ سید احمد شہید کے کرتا دھرتا مولانا سلمان ندوی ایک باثر آدمی ہیں، ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک خصوصًا عالم عرب میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے ان کا اثر کچھ زیادہ ہی ہے، اور

بڑی سے بڑی کانفرنس کا خرچ برداشت کر لینا ان کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے، جیسا کہ اسی اخبار سے معلوم ہوا، اس کانفرنس میں بھی عرب علماء کی بھی ایک جماعت شریک ہوئی، ترکی بنگلہ دیش پاکستان اوران کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی کچھ لوگ شریک ہوئے، اس کانفرنس کی اصل کامیابی اور مولانا سید سلمان ندوی کی جد وجہد کا اصل ثمرہ اس کانفرنس میں انھیں عرب علماء کی شرکت رہی ہے، اس کے علاوہ اس کانفرنس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی، اگر کسی کو اس کا وہم ہو کہ ہند وپاک کے مدارس عربیہ اس کانفرنس کی تقاریر، مقالات اور تجاویز سے متاثر ہو کر اپنا نصاب تعلیم تبدیل کر دیں گے، تو عرض یہ ہے کہ جب تک یہ مدارس اپنی خودکشی کا پختہ ارادہ نہ کر لیں ان مدارس میں تبدیلئ نصاب کا خواب پورا ہونے والا نہیں ہے۔

تبدیلئ نصاب کی آواز مدت دراز سے اٹھائی جا رہی ہے، اور بعض مدارس میں نصاب تبدیل بھی ہو چکا ہے، خصوصاً ان مدارس میں جو ندوہ سے متعلق ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ مدارس عربیہ کی اکثریت اپنے نصاب میں جزئی تبدیلی کرنے پر تو آمادہ ہے، یہ تبدیلیاں ہو بھی رہی ہیں مگر پورے نصاب تعلیم کو بدلنے پر یہ مدارس راضی نہیں ہیں، جن مدارس میں درس نظامی کے علاوہ دوسرا جدید نصاب تعلیم پڑھایا جا رہا ہے ان کا حشر ہمیں معلوم ہے کہ وہاں کس لیاقت اور کس علمی صلاحیت کے لوگ پیدا ہو رہے ہیں اور اشاعتِ اسلام میں ان کا کتنا مؤثر رول ہے، اور عربی زبان وادب کے کتنے نامور فضلاء ان مدارس سے ہر سال نکل رہے ہیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنے وجود کے کچھ ہی دن بعد سے نصاب تعلیم کی تجدید کا نعرہ بلند کرنا شروع کر دیا تھا اور آج پچاسوں سال گذر جانے کے بعد بھی برصغیر کے عام مدارس عربیہ کا ذہن نصاب تعلیم کے سلسلہ میں وہی پرانا ہے، تو یہ کیسے سمجھ لیا جائے کہ کوٹلی کے جامعہ سید احمد شہید کی یہ کانفرنس جو مولانا سلمان ندوی کی سربراہی میں منعقد ہوئی ہے وہ ان مدارس کے ذہن کا رخ موڑ دے گی اور ان مدارس عربیہ میں نصاب کی تجدید کا کام شروع ہو جائے گا۔

جن مدارس میں قدیم نصاب تعلیم کو ختم کر دیا گیا ہے ان کا حال پہلے سے بھی برا ہے، نئی کتابوں اور نئے نصاب نے طلبہ کی صلاحیتوں کو اور بھی غارت کر دیا ہے، یہ ایسا واقعہ ہے

جن کا مشاہدہ مدارس عربیہ کی اکثریت کر رہی ہے تو پھر وہ کیوں کسی ایسے اقدام پر راضی ہوگی جس کا نقصان فائدہ سے زیادہ ہو۔

ندوۃ العلماء اور اس کے فضلاء کو مدارس عربیہ میں تبدیلیٔ نصاب کی فکر بہت ستائے رہتی ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ ندوہ نے جو محققین اور نامور علماء وفضلاء پیدا کئے ہیں جن کی وجہ سے ندوہ کا نام روشن ہوا ہے، وہ سب اسی قدیم نصاب کا فیض ہے، اور جب سے ندوہ میں درس نظامی کو بالکل ختم کر دیا گیا ہے، اور مجتہدانہ اور زمانہ حال کے مطابق نصاب پڑھایا جانے لگا ہے ندوہ میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی جیسے محققین پیدا ہونا بند ہو گئے ہیں، قدیم نصاب سے منہ موڑنے کے بعد اپنے دور جدید میں اپنے ان بزرگوں میں سے کسی ایک جیسا فاضل ندوہ نہیں پیدا کر سکا، اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہو کہ عربی لکھنا اور بول لینا، اور عربی میں مقالہ نگاری کر لینا ان مدارس عربیہ کا مقصد ہے اور یہی ان مدارس کی بڑی کامیابی ہے تو یہ بات مولانا سید سلمان ندوی جیسے لوگ سوچا کریں، مدارس عربیہ کا یہ مقصد کبھی نہیں رہا ہے اور نہ کبھی ان مدارس کے محققین علماء نے اس بات کو علمی کمالات کی فہرست میں شمار کیا ہے، عربی بولنا اور لکھنا زیادہ تر مشق و ممارست سے تعلق رکھتا ہے اس کا تعلق علمی لیاقت وصلاحیت سے نہیں ہے، درس نظامی پڑھنے والوں میں بھی ایک اچھی تعداد ایسے فضلاء کی ہوتی ہے جو عربی لکھنے اور بولنے پر قدرت رکھتی ہے، دہلی میں حضرت مولانا عمیدالزماں صاحب کیرانوی کی نگرانی میں جو عربی معہد چل رہا ہے اس میں صرف دو سال کی مشق و تمرین کے بعد بہترین عربی لکھنے وبولنے والے نکل رہے ہیں، دارالعلوم دیوبند میں ہمارے استاذ حضرت مولانا وحیدالزماں صاحب کیرانوی تھے، النادی الادبی کے شرکاء میں سے مولانا اپنی محنت، توجہ اور لگن سے صرف دو سال میں پچاسوں ایسے طلبہ تیار کر دیتے تھے جو عربی لکھنے وبولنے پر قادر ہوتے، اور اس میں دس پانچ تو وہ ہوتے جو باقاعدہ عربی زبان میں مضمون نگاری کرتے، عربی بولنے اور لکھنے کا تعلق نصاب سے قطعاً نہیں ہے اس کا تعلق طلبہ کے شوق اور عربی مشق کرانے والے استاد کی

تمرینی صلاحیت اور اس کی طلبہ کے ساتھ دلچسپی سے ہے۔ جس طرح ۱۲ / ۱۳ سال درس نظامی پڑھنے کے بعد عام طلبہ میں عربی بولنے و لکھنے کی صلاحیت نہیں پیدا ہوتی ہے، یہی بات ان مدارس کی بھی ہے جہاں آجکل جدید نصاب پڑھایا جا رہا ہے، بلکہ ان کا حال تو اور بھی بُرا ہے۔
کہا جاتا ہے اور صحیح کہا جاتا ہے کہ برصغیر میں دارالعلوم ندوہ کو عربی زبان و ادب کی تعلیم میں امتیاز حاصل ہے، مگر میں مولانا سید سلیمان ندوی حسنی سے بصد ادب پوچھنا چاہوں گا کہ کیا ندوہ کے آجکل کے فضلا، صد فی صد عربی لکھنے و بولنے پر قادر ہوتے ہیں، صد فی صد چھوڑیئے، سو میں پچاس پچیس بھی اتنے باصلاحیت ہوتے ہیں کہ اشاعتِ اسلام کیلئے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے اس کو تو جانے دیجیئے عربی بولنے و لکھنے پر بھی قدرت رکھتے ہوں، اگر جواب نفی میں ہے جیسا کہ ہمارا مشاہدہ و تجربہ ہے تو پھر آپ حضرات کے نشانہ پر درس نظامی ہی کیوں رہتا ہے، اور اس کی بے صلاحیتی کے پروپیگنڈہ کرنے کا شوق آپ حضرات کو کیوں پریشان کئے رہتا ہے، کبھی آپ نے اپنا اور اپنے نصاب کا بھی محاسبہ کیا ہے؟ یہ نصاب کتنا باصلاحیت ہے کبھی اس پر بھی آپ نے غور کیا ہے؟ آپ کے جدید نصاب سے جو طلبہ تیار ہو رہے ہیں کبھی سنجیدہ ہو کر اس پر آپ غور کریں تاکہ معلوم ہو کہ یہ جدید نصاب مفید ہے یا غیر مفید۔

رہا یہ کہ عربی مدارس عربیہ میں درس نظامی کی جگہ کوئی نیا نصاب لانے سے اشاعتِ اسلام کا کارنامہ بخوبی انجام پائے گا تو یہ بھی محض ایک تصور ہے اور فکری کھوکھلا پن، یا پھر آپ حضرات کے ذہن میں اشاعتِ اسلام کا ایسا تصور ہے جو اسلام کی روح کے منافی ہے، ہر شخص جس کو اللہ نے دو کھلی آنکھیں دی ہیں وہ خوب دیکھ رہا ہے کہ جہاں نصاب میں جدیدیت پیدا کی گئی ہے وہاں کے فضلاء کا اشاعتِ اسلام میں کیا کردار ہے، ہمیں تو یہ فضلاء عام طور پر خود ہی راہِ مستقیم سے بھٹکے نظر آتے ہیں، یہ بیچارے کیا اسلام کی اشاعت کریں گے۔ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند
ان جدید نصاب والے فضلاء کی نکری پرواز اونچی ملازمتوں کا حصول کے سوا اور کیا ہوتا ہے، کسی ریڈیو اسٹیشن پر اناؤنسری کریں، کسی یونیورسٹی میں لکچرر اور پروفیسر ہو جائیں، کسی سفارت خانہ میں کسی کرسی پر بیٹھ جائیں، ان فضلاء کا عام مطمح نظر یہی ہوتا ہے، اور خدا نے اگر قلم کی دنی

کا بھی سلیقہ دیا ہے تو وہ قوم و ملت اور دین و مذہب کے لئے فتنہ بن جاتے ہیں۔ الا من عصمہ اللہ۔

اللہ بھلا کرے قدیم نوع کے علماء کا کہ برصغیر میں خدا کے دین کے وہی پاسبان بنے ہوئے ہیں، جدیدیت، عصریت اور الحاد کے طوفان میں وہ کشتی نوح کا کام انجام دے رہے ہیں، آج جدیدیت کے نام پر ہر چیز کی تجدید کی جارہی ہے، کتاب و سنت کی نئی نئی تفسیریں سامنے آرہی ہیں، اسلامی فقہ کو نیا روپ دیا جارہا ہے، حرام کو حلال کرنے کی ہوا چل پڑی ہے ہر باشتیہ مجتہد بنا ہوا ہے، ان پرانی درسگاہوں کے علماء ہیں کہ ان چیلنجوں کا مقابلہ کررہے ہیں۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ مدارس عربیہ میں تعلیم کا معیار پہلا جیسا نہیں ہے، فضلاء کی صلاحیتوں میں انحطاط ہو رہا ہے مگر اس کی وجہ قدیم نصاب کو قرار دینا سراسر ظلم ہے اور بالکل بچکانہ بات اور سطحی فکر ہے، کل تک جو نصاب تعلیم مفید تھا آج غیر مفید کیسے ہو جائے گا ؟

تعلیم کا معیار گرنے اور طلبہ میں صلاحیتوں کے فقدان کی وجہ کچھ اور ہے اور وہ ایک نہیں کئی ہیں، مثلاً ایک وجہ تو بظاہر یہ سمجھ میں آتی ہے کہ موجودہ دور میں طبیعت اور ذہن کو متاثر کرنے والے حوادث اس تسلسل سے پیش آرہے ہیں کہ انسان کی زندگی حیرانی و پریشانی کی بن گئی ہے ایسے میں طبیعت اور ذہن کو یکسوئی کہاں سے حاصل ہو کر ان کی پوری توجہ تعلیم میں لگے۔ تعلیم و تعلم کے لئے جس یکسوئی اور طمانیت کی ضرورت ہے وہ اس زمانہ میں مفقود ہے۔ اس کا اثر طلبہ کی تعلیم پر بھی پڑ رہا ہے۔

ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں نئی نئی ایجادات کی اتنی کثرت ہو گئی ہے کہ مدارس کے طلبہ بھی ان کے چنگل میں آگئے ہیں، کسی زمانہ میں مدارس کے طلبہ کو سوائے پڑھنے، کتابوں سے لگے رہنے اور مطالعہ و تکرار کے کسی چیز سے مطلب نہیں ہوتا تھا، آج ان کا وقت ٹی وی اور موبائل کے ساتھ گزرتا ہے۔

علمی صلاحیت کے نمو میں معلم اور متعلم کی سیرت و کردار کی پاکیزگی اور تقویٰ و طہارت اور نیت کے خلوص کا ہمیشہ سے دخل رہا ہے بلکہ یہ بہت اہم عنصر رہا ہے۔ آج طلبہ کو جانے دیجئے

اساتذہ اور معلمین میں بھی یہ اوصاف نظر نہیں آتے۔

طلبہ میں علمی صلاحیت کے انحطاط کی ایک بڑی وجہ مدارس میں پرانی کتابوں کو ہٹا کر اسکی جگہ دوسری کتابوں کا داخل کرنا بھی ہے، منطق و فلسفہ، ہیئت و فلکیات سے متعلق بڑی کتابیں نصاب سے بڑی حد تک نکال دی گئی ہیں، انھیں کتابوں سے ذہن کی گرہیں کھلتی تھیں قوتِ دراکہ کو قوت پہنچتی تھی، طبیعت میں تیزی اور بیداری آتی تھی، مشکل مسائل اور غوامض کو حل کرنے کی لیاقت پیدا ہوتی تھی، فکر میں بلندی آتی تھی، جب سے نصاب میں سے ان کتابوں کو ہٹا دیا گیا ہے، اور قاعدہ بغدادی کے معیار کی کتابیں داخل ہو گئی ہیں، طلبہ کی صلاحیت دن بدن کم ہوتی جارہی ہے، مختصر المعانی اور مطول کی جگہ سفینۃ البلغاء اور کافیہ اور شرح جامی کی جگہ قطر الندی اور نفحۃ الیمن اور مقامات کی جگہ منثورات و مختارات، اور حماسہ اور متنبی کی جگہ التاریخ الادبی جیسی کتابیں پڑھائی جائیں اور توقع ہو کہ علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی پیدا ہوں تو یہ کہاں سے ہوگا، خود کردہ را علاجے نیست، نصاب میں سہولت پسندی اور تجدید کے شوق نے طلبہ کو علمی و فکری صلاحیتوں سے محروم کرنے میں بڑا خطرناک رول ادا کیا ہے۔

تعلیمی انحطاط کی ایک بڑی وجہ جس کی طرف ارباب مدارس کی توجہ قطعاً نہیں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے مدارس عربیہ کے قیام کا مقصد محض دین کی تعلیم کے غرض سے ہوتا تھا، کتاب و سنت اور علوم اسلامیہ کی حفاظت و اشاعت ہی کے لئے یہ مدارس قائم کئے جاتے تھے، کتاب و سنت کے ماہر علماء پیدا کرنا اور اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والے اور اس کو پھیلانے والے دین کے سپاہی پیدا کرنا ان مدارس کا مقصد تھا۔ اب مدارس کے قیام کا مقصد عام طور پر کچھ اور ہو گیا ہے، ان مدارس کو پیسہ کمانے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے، مدرسہ کے ذمہ دار کی توجہ حصول زر پر ہوتی ہے، دن ورات ان پر یہی فکر سوار رہتی ہے کہ مدرسہ میں زیادہ سے زیادہ پیسہ آئے خواہ وہ کسی ذریعہ سے آئے، حرام وحلال کا بھی اس میں خیال نہیں کیا جاتا ہے، آج مدارس کو جو ایڈ کرانے کی ہوا چلی ہے اس کے پیچھے یہی ذہنیت کارفرما ہے، اور ان ایڈ مدارس کا جو حال ہے اس سے ہر پڑھا لکھا واقف ہے۔ پڑھائی لکھائی برائے نام بس بڑی بڑی تنخواہیں اور حکومت سے زیادہ سے زیادہ پیسے حاصل کئے جائیں، ان مدارس

کے ذمہ داروں کو بس یہی دھن سوار رہتی ہے، وہ مدارس جو کل تک عربی کی معیاری درسگاہیں تھیں ایڈ ہونے کے بعد ان کا تعلیمی معیار بالکل گر گیا ہے، اور عربی درسگاہیں جہاں ایک وقت تعلیم کا کبھی تصور نہیں تھا، بیشتر درسگاہوں میں اب ایک وقت کی تعلیم ہونے لگی ہے، اور چونکہ ان مدارس کے ذمہ داروں کے نزدیک یہ مدارس کمائی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں اس وجہ سے جو کسی مدرسہ پر قابض ہے وہ اپنا قبضہ اس پر بہر حال بحال رکھنا چاہتا ہے، پرائیوٹ مدرسوں کا بھی یہی حال ہے، وہ گھر کی جائداد ہوتے ہیں، اور ان مدارس کے اہل بست وکشاد کسی طور پر بھی ان مدارس کو اپنے خاندان اور اپنی ذات سے جدا نہیں ہونے دیتے، ان ارباب مدارس میں جن کا تعلق دول عربیہ اور دوسرے ممالک سے ہوتا ہے ان کا بار بار غیر ملکی دورہ اسی غرض سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے مدارس کے لئے دین اور دین کی تعلیم کے نام پر زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کریں اور اپنی مادی زندگی کو شاندار بنائیں، کل تک ایسے جن لوگوں کے پاس سائیکل نہیں تھی آج ان کے پاس اپنی گاڑیاں ہیں، کھانے پینے، رہنے سہنے کا معیار انتہائی بلند ہے، جو مکانات کچے اور خستہ تھے آج وہ لمبے چوڑے کئی منزلہ والے ہیں۔ اس طرح کے پرائیوٹ مدرسوں کا حال دیکھنا ہو تو دیوبند میں اس کا تماشہ دیکھو، نیز لکھنؤ اور اطراف لکھنؤ میں گھوم پھر کر ان تجارتی مراکز کی بہتات اور کثرت نظر آئے گی، ایک دفعہ میں لکھنؤ سے ہردوئی جا رہا تھا، میرا رفیق سفر ندوہ کا ایک گجراتی طالب علم تھا، وہ ہر دس پندرہ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ایک مدرسہ کی نشاندہی کرتا تھا کہ یہ فلاں کا مدرسہ ہے اور یہ فلاں کا مدرسہ ہے، اور آج ان ہی ارباب مدارس کو یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ عربی مدرسوں میں تعلیم کا معیار گرتا جا رہا ہے اور فکر کی بلند پروازی کا عالم یہ ہے کہ کہا یہ جا رہا ہے کہ قدیم نصاب والے مدارس عربیہ میں ایسے افراد پیدا نہیں ہو رہے ہیں جو عربی زبان لکھ بول سکیں، گویا ان حضرات کے نزدیک ان مدارس میں تعلیمی انحطاط و ترقی کا معیار یہی ہے چاہے کتاب وسنت اور فقہ وتفسیر سے ان مدارس کے طلبہ اجنبی رہیں۔

جامعہ سید احمد شہید کٹولی میں تبدیلی نصاب کے بارے میں جو کانفرنس منعقد ہوئی ہے اور جس کے بارے میں اخبار کی رپورٹ یہ ہے کہ عرب وعجم علماء کی اکثریت اس بات پر متفق ہو گئی ہے

بقیہ صفحہ ۲۱ پر

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو جماعت اللہ کے ذکر کے لئے بیٹھتی ہے فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور خدا کی رحمت اس کو ڈھانک لیتی ہے، اور ان پر طمانینت نازل ہوتی ہے اور اللہ ان کا تذکرہ ان فرشتوں سے کرتا ہے جو اللہ کے پاس ہوتے ہیں۔ (رواہ مسلم از مشکوٰۃ)

اللہ کے ذکر کرنے میں بڑی برکت ہے، اللہ کا ذکر کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ خدا کے دین کا بیٹھ کر چرچا کیا جائے، جنت میں جانے والی باتوں کا تذکرہ ہو، جہنم سے بچانے والے امور کا ذکر ہو، ان باتوں کا ذکر ہو جن سے اللہ کی خشیت دل میں پیدا ہو، کن باتوں سے اللہ راضی ہوتا ہے اور کن باتوں سے اللہ ناراض ہوتا ہے اس کا ذکر ہو، اللہ نے کس چیز کو حرام کیا ہے، اور کس چیز کو حلال کیا ہے اس کا استحضار اور اس کا تکرار ہو۔

اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ لوگ ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ اللہ کریں، اللہ اللہ کرنے کا جو فائدہ ہے وہ اس حدیث میں مذکور ہے، ایک فائدہ تو یہ ہے کہ فرشتے اس مجلس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اس مجلس میں شرکت کرنیوالے کیلئے برکت کا باعث بنتے ہیں دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت ایسے لوگوں کو ڈھانک لیتی ہے، یعنی وہ اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہو جاتے ہیں اور شیطان کا ان پر اثر نہیں ہوتا ہے، کار خیر کی ان کو توفیق ہوتی ہے، گناہوں سے وہ محفوظ

رہتے ہیں، تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ان کو سکون قلب حاصل رہتا ہے، دنیا کے آلام و مصائب ان کو پریشان نہیں کرتے ہیں، چوتھا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ اس جماعت پر فخر کرتا ہے اور ان کا ذکر اپنے پاس رہنے والے فرشتوں سے کرتا ہے، اللہ جس کا ذکر فرشتوں سے کرے اسکی خوش بختی سعادت کا کیا کہنا، سب کا حاصل یہ ہے کہ ایسی جماعت اللہ کے مقربین کی ہوتی ہے۔

انھیں برکات کو حاصل کرنے کے لئے صوفیائے کرام اور اللہ کے نیک وصالحین بندے مجالس ذکر قائم کرتے ہیں اور پھر ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اپنی جھونپڑیوں میں رہتے ہوئے وہ دلوں پر حکومت کرتے ہیں، اور بڑے بڑے جابر بادشاہ و دنیادار ان کے سامنے اپنا سر جھکاتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے ذکر کی مجلس کا نہ صرف جواز ثابت ہوتا ہے بلکہ اس کی بے انتہا فضیلت معلوم ہوتی ہے، اس قسم کی مجالس کو بعض بے توفیق لوگ بدعت قرار دیتے ہیں، سوچو ان کی یہ بات کس قدر دین کے خلاف اور خطرناک ہے۔

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس شخص کی مثال جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا ہے، زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔ (بخاری ومسلم از مشکوٰۃ)

یعنی جس طرح زندہ آدمی ہی آدمی کہلانے کے لائق ہوتا ہے، مردہ آدمی آدمی کہلانے کے لائق نہیں ہوتا ہے، اسی طرح اللہ کے نزدیک زندہ آدمی وہی ہے جو اللہ کا ذکر کرے، اور جو اللہ کا ذکر نہ کرے اس کا زندہ رہنا اور نہ رہنا اللہ کے نزدیک برابر ہے یعنی وہ زندہ رہتے ہوئے بھی مردہ کے حکم میں ہے۔ زندہ آدمی اپنے ظاہر و باطن کو مزین کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور اس کو اچھے برے کاموں کی تمیز رہتی ہے، نفع و ضرر کو وہ جانتا ہے، اسی طرح سے جو اللہ کو یاد کرنیوالا ہوتا ہے اپنے ظاہر کو نور طاعت سے اور باطن کو نور معرفت سے مزین کرتا ہے اور غیر ذاکر گویا مردہ کی طرح ہوتا ہے اسکے سارے حواس معطل رہتے ہیں، اور اس کا باطن تاریک رہتا ہے۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنت کے باغوں سے گزرا کرو تو اس میں سے چرلیا کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا

وہ ذکر کے حلقے ہیں۔ (رواہ الترمذی از مشکوٰۃ)

جانوروں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ جب ایسی جگہوں سے گزرتے ہیں جہاں ہری ہری گھاس ہوتی ہے تو اس میں سے وہ کچھ چر لیتے ہیں پھر آگے بڑھتے ہیں، اسی طرح حضورؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب تم کسی ایسی جماعت سے گزرو کہ وہ اللہ کا ذکر کر رہی ہے تو تم بھی اس میں شریک ہو جاؤ اور اس کی برکات حاصل کر کے آگے بڑھو، اس سے معلوم ہوا کہ ذکر کی مجلس میں تھوڑی دیر کی شرکت بھی آدمی کے لئے دینی اعتبار سے بڑی خیر و برکت کی چیز ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ ذکر کی دو قسم ہے، ذکر لسانی اور ذکر قلبی، کسی موقع سے ذکر لسانی بہتر ہوتا ہے، اور کسی موقع سے ذکر قلبی، اور بہتر یہ ہے کہ اللہ کا ذکر زبان سے بھی ہو اور دل سے بھی ہو، ذکر قلبی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات اور اس کی صفات کا استحضار ہو اسی کو صوفیہ کے نزدیک مراقبہ بھی کہا جاتا ہے، کبھی اللہ کی ذات کا استحضار اتنا قوی ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات کے علاوہ آدمی کے لئے ساری چیزیں معدوم ہو جاتی ہیں، حتیٰ کہ اس کو اپنی ذات کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ صوفیاء کے نزدیک اسی قسم کے استغراق اور استحضار کو فناء سے تعبیر کرتے ہیں اور چونکہ اس طرح کی استغراقی اور استحضاری کیفیت کی حالت میں بندہ کے سامنے صرف اللہ کی ذات اور اس کے کمالات ہوتے ہیں دوسری چیزوں سے وہ بالکل غافل ہو جاتا ہے اور بندہ کو ہر چیز میں اللہ ہی کا جلوہ نظر آتا ہے تو اس کی زبان سے کبھی بے اختیار لاموجود الا اللہ نکل جاتا ہے یعنی اللہ کی ذات کے علاوہ کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔

صوفیاء کے اس طرح کی باتوں پر بعض جاہلوں کو اعتراض ہوتا ہے، حالانکہ یہ تصوف کا کوئی عقیدہ نہیں ہے، نہ صوفیاء کرام کے نزدیک لاموجود الا اللہ کا کلمہ اپنی حقیقت پر ہوتا ہے۔

محدث جلیل ابو المآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی نوّر اللہ مرقدہ

جہری نماز میں عدم قرأت خلف الامام کے بارے میں حنفیہ کی ایک دلیل کا بیان

موطا امام مالک ص ۹۰ ابو داؤد ص ۸۲ ترمذی ص ۷۱ نسائی ص ۱۴۶ جلد ا میں ہے۔ عن ابن شہاب الزہری عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوٰۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل نعم انا یا رسول اللہ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن فانتھی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہری نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ کیا تم میں کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا کہ ہاں یا رسول اللہ میں نے، پس آپ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ کیا بات ہے کہ مجھ سے قرآن میں منازعت کی جاتی ہے پس جس وقت لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی تو حضرت کے ساتھ جہری نماز میں قرأت کرنے سے باز آگئے،، اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔

۱۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو امام سے منازعت قرار دیا۔

۲ - اور صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے امام کے پیچھے کم از کم جہری نماز میں قرأت کی ممانعت سمجھی، اسلئے ان لوگوں نے جہری نماز میں قرأت ترک کردی، پس اس سے حنفیہ کے مدعا کا ایک جزیعنی جہری نماز میں مقتدی کو قرأت کی ممانعت، بے تأمل ثابت ہے۔

اس حدیث پر مخالفین کا اعتراض چونکہ قرأت فاتحہ خلف الامام کی ممنوعیت پر یہ بہت پختہ اور صاف و صریح دلیل ہے، اسلئے جو لوگ اس مسئلہ میں ہمارے مخالف ہیں وہ اس دلیل کو رد کرنے کیلئے ہمیشہ سے ہاتھ پیر مارتے چلے آئے ہیں، اسی لئے مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے بھی اس کو رد کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، اور پہلے ہی جواب میں پورے تیرہ صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں، لیکن کل کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ اس حدیث میں جملہ فانتھی الناس الخ مدرج اور زہری کا قول ہے، حدیث مرفوع صرف مالی انازع القرآن تک ہے، پس اگر حنفیہ کا استدلال زہری کے قول سے ہے تو زہری تابعی ہیں، ان کا قول حجت نہیں ہے، اور اگر یہ زہری کا قول نہ ہو بلکہ روایت ہو تو مرسل ہے، اور زہری کے مراسیل بمنزلہ ہوا کے ہیں، علاوہ بریں اس قول کی غلطی اس سے بھی ظاہر ہے کہ متعدد صحابہ کا امام کے پیچھے جہری نماز میں قرأت کرنا ثابت ہے، اور اگر حنفیہ کا استدلال حدیث مرفوع سے ہے تو یہ بھی صحیح نہیں، اسلئے کہ منازعت مقتدیوں کے زور سے پڑھنے سے ہوگی، آہستہ پڑھنے سے منازعت نہیں ہوگی، پس آہستہ پڑھنے کی ممانعت اس حدیث سے ثابت نہیں ہوسکتی ....،

(اس اعتراض کا رد) مصنف تحقیق نے اس جواب میں کئی دعوے کئے ہیں، اور ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے (اول) جملہ فانتھی الناس الخ کے مدرج اور قول زہری ہونے کا دعویٰ کیا جس کو واقعیت سے دور کا بھی کوئی لگاؤ نہیں ہے، اور ہر چند کہ یہ بات بخاری، ابوداؤد، ترمذی جیسے اکابر محدثین نے بھی کہی ہے، لیکن مولوی عبدالرحمٰن صاحب اپنی اسی کتاب تحقیق الکلام، ص ۳۲ میں لکھ چکے ہیں کہ "بیہقی اگرچہ ایک مشہور محدث ہیں، مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہوسکتا،" تو جو بات مولوی صاحب نے بیہقی کی نسبت کہی ہے وہی ہم ان اکابر کی

نسبت کہتے ہیں، اگرچہ یہ حضرات اکابر محدثین سے ہیں، لیکن ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہو سکتا۔

اگر کہیئے کہ ان حضرات نے بے دلیل نہیں کہا ہے، بلکہ انھوں نے اوزاعی کی روایت سے استدلال کیا ہے، اس واسطے کہ اوزاعی نے اس جملہ کو حدیث مرفوع سے علیحدہ کر کے یوں روایت کیا قال الزھری فانتھی الناس الخ (تحقیق ص ۱۰۲) تو جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ استدلال حد درجہ تعجب انگیز ہے، اسلئے کہ زہری سے اس حدیث کو امام مالک معمر، یونس اور اسامہ بن زید نے روایت کیا ہے (ابوداؤد ص ۸۳ ج ۱ سنن بیہقی ص ۱۵۷ ج ۲) نیز زہری سے اس حدیث کو یحیی بن سعید اور زبیدی اور نعمان بن راشد نے روایت کیا ہے (قرأت بیہقی ص ۹۶) اور ان میں سے کسی نے بھی اس جملہ کو حدیث سے الگ کر کے روایت نہیں کیا ہے، بلکہ ملا کر روایت کیا ہے۔ نیز اس حدیث کو زہری سے سفیان نے بھی روایت کیا ہے، پھر سفیان سے مسدد اور ابن السرح اور عبداللہ بن محمد زہری نے روایت کیا ہے اور سفیان سے جس وقت یہ حدیث زہری نے بیان کی تھی، اس وقت یہ صورت پیش آئی کہ مالی انازع القرآن تک تو سفیان نے صاف سنا، اس کے بعد کا فقرہ جو زہری بولے وہ ان کو صاف سنائی نہ دیا، تو معمر سے جو اس مجلس میں موجود تھے پوچھا، معمر نے جواب دیا کہ مالی انازع القرآن کے بعد زہری نے فانتھی الناس کہا ہے، یہ سفیان کے شاگرد عبداللہ بن محمد کا بیان ہے، اور اسی کے قریب ان کے شاگرد مسدد کا بھی یہی بیان ہے مگر وہ مختصر ہے، اور سفیان کے شاگرد ابن السرح کا بیان یہ ہے کہ معمر نے یہ جواب دیا کہ زہری نے اس کے بعد قال ابوھریرۃ فانتھی الناس کہا، بہرحال سفیان کی روایت سے بھی اس جملہ کا قول زہری ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ان کے شاگرد ابن السرح کے بیان سے تو اس کا قول ابی ہریرہؓ ہونا ثابت ہوتا ہے، اگر کسی کو شبہ ہو کہ سفیان کے شاگرد مسدد۔ اور عبداللہ بن محمد کے بیان سے اس جملہ کا قول زہری ہونا مفہوم ہوتا ہے، تو عرض ہے کہ ایسے موقع پر کہ ہم درسوں میں کوئی ایک شخص کچھ حصہ نہ سنے، تو دوسرے سے پوچھے اور دوسرا اس کو بتائے کہ

استاد نے اس کے بعد یہ کہا، تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ استاد نے اپنی طرف سے یہ کہا، بلکہ پہلے سے جس کا بیان استاد نقل کرتا چلا آتا ہے اسی کا بیان اس کو بھی قرار دیا جاتا ہے، احادیث میں اس کی متعدد نظیریں ہیں۔

بہر حال اوپر کے بیان سے یہ ثابت ہوا کہ زہری کے آٹھ شاگرد اس جملہ کو حدیث سے علاحدہ کر کے نہیں بلکہ ملا کر روایت کرتے ہیں، لیکن ان سب کے برخلاف زہری کے ایک نویں شاگرد اوزاعی اس جملہ کو قال الزہری کر کے روایت کرتے ہیں، ایسی صورت میں انصاف سے بتائیے کہ ایک کا بیان صحیح مانا جائے گا یا آٹھ کا، مجھے سخت حیرت ہے کہ مذکورہ بالا حضرات ہمیشہ تو اکثر کی روایت کے مقابلہ میں اقل کی روایت کو معلول بتاتے ہیں، اور یہاں اقل بلکہ ایک کی روایت کی بنا پر اکثر کی روایت کو معلول کہنے لگے۔ مولانا مبارکپوری حدیث اذا قرأ فانصتوا کے جواب میں فرماتے ہیں کہ قتادہ کے اکثر شاگرد اس لفظ (إذا قرأ فانصتوا) کو روایت نہیں کرتے اور سلیمان روایت کرتے ہیں، لہذا وہ محفوظ نہیں ہیں، دیکھئے اکثر کے مقابلہ میں سلیمان کی روایت نامقبول ہوگئی حالانکہ سلیمان اکیلے بھی نہیں ہیں، مگر یہاں پہونچ کر اکیلے (اوزاعی) کی روایت کے مقابلہ میں اکثر (یعنی آٹھ) کی روایت نامقبول ہوگئی، درصورتیکہ اوزاعی کا کوئی دوسرا مؤید بھی نہیں ہے۔

اور سنئے امام بیہقی نے کتاب القرأۃ میں جہاں پر اوزاعی کی روایت سے اس فقرہ کے قول زہری ہونے پر استدلال کیا ہے، اس سے صرف ایک صفحہ آگے یہ لکھا ہے کہ "اس حدیث منازعت کو زہری سے ان کے بھتیجے نے روایت کیا ہے تو اسناد میں بجائے عن ابن اکیمۃ عن ابی ھریرۃ کہنے کے عن الاعرج عن عبد اللہ بن بحینہ کہہ دیا ہے، لیکن یہ بے شبہ غلط ہے، اسلئے کہ زہری سے اس حدیث کو مالک، معمر، ابن عیینہ، لیث، یونس اور زبیدی نے بھی روایت کیا ہے، اور سب نے عن ابن اکیمۃ عن ابی ھریرۃ کہا ہے" (ص ۹۸) دیکھئے یہاں بھی اقل کی روایت اکثر کے مقابلہ میں غلط ہوگئی، حالانکہ ایک صفحہ پہلے اقل ہی کی روایت اکثر کے مقابلہ میں قابل قبول تھی، اس طرح کی دو ایک نہیں صدہا مثالیں ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اکیلے اوزاعی کی روایت کو اکثر کی روایت کے مقابلہ میں ترجیح دینا انصاف کے خلاف، اصول کے خلاف، بلکہ ان حضرات کے دستور کے بھی خلاف ہے، پھر بڑا عمدہ لطیفہ یہ ہے کہ اوزاعی نے اس حدیث کی سند میں یہ غلطی کی ہے کہ ابن اکیمہ کے بجائے سعید ابن المسیب کو ذکر کر دیا ہے، تو امام بیہقی سنن میں فرماتے ہیں۔ حفظ الاوزاعی کون ھذا الکلام من قول الزھری ففصلہ عن الحدیث الا انہ لم یحفظ اسنادہ (ص ۱۵۸ ج ۲) یعنی اوزاعی نے اس جملہ کا قول زہری ہونا تو خوب یاد رکھا لیکن سند بھول گئے "چہ خوش" یہ اپنے مذہب کی پاس نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟ امام موصوف نے یہ نہیں سوچا کہ سند بھول جانے کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی کہ دوسرے اصحاب زہری ابن اکیمہ کا نام لیتے ہیں تو بالکل اسی دلیل کی بنا پر یہ بھی کیوں نہ کہا جائے کہ اوزاعی نے اس جملہ کو قول زہری قرار دینے میں بھی غلطی کی ہے، اسلئے کہ دوسرے اصحاب زہری اس کو قول زہری نہیں قرار دیتے۔

اور اگر کہئے کہ امام بیہقی نے اس جملہ کے قول زہری ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ لیث وابن جریج نے اپنی روایت میں اس کو ذکر نہیں کیا ہے، تو میں کہوں گا یہ بھی صحیح نہیں ہے، اسلئے کہ خود مولوی عبدالرحمن صاحب یہ فرما چکے ہیں کہ "ساکتین پر ذاکرین کا قول مقدم ہوگا (تحقیق ص ۵۱ ج ۲) نیز اگر یہ دلیل صحیح ہو تو سینکڑوں اجزاء حدیث کا حدیث ہونا باطل ہو جائے گا، اسلئے کہ اور تو اور خود امام بخاری بکثرت ایسا کرتے ہیں کہ ایک طویل حدیث ایک جگہ پوری نقل کرتے ہیں اور دوسری جگہ اس کے بعض اجزاء حذف کر دیتے ہیں، تو کیا یہاں بھی یہ کہہ دیجئے گا کہ چونکہ ایک جگہ فلاں فلاں جزء مذکور نہیں ہے، اسلئے وہ حدیث کا جزء نہیں ہے۔ دیکھئے امام بخاری نے یہی حدیث جزء القرأۃ ص ۲۲ میں بروایت قتیبہ عن مالک نقل کی ہے، تو جملہ فانتھی الناس الخ چھوڑ گئے ہیں، لیکن اسی کو نسائی نے سنن ص ۱۴۶ ج ۱ میں بعینہٖ اسی سند (قتیبہ عن مالک) سے روایت کیا ہے، اور وہاں جملہ فانتھی الناس موجود ہے، تو کیا یہ کہنا جائز ہو سکتا ہے کہ قتیبہ کی روایت میں یہ جملہ نہیں ہے، اسلئے کہ بخاری نے ذکر نہیں کیا ہے ؟ ہرگز نہیں۔

الحاصل جملہ فانتھی الناس کی نسبت مخالفین کا یہ دعویٰ کہ وہ زہری کا قول ہے

سراسر غلط اور بے دلیل ہے، حق یہ ہے کہ وہ حضرت ابوہریرہؓ کے بیان کا ایک جزء اور حدیث ہے، جیسا کہ ابو داؤد کے استاد ابن السرح نے تصریح کی ہے، اور سفیان کی روایت سے جو اس کے قول زہری ہونے کا شبہ کیا جاتا ہے صحیح نہیں ہے، اصل میں سفیان نے اس فقرہ کو سنا نہیں، اسلئے معمر سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ زہری نے اس کے بعد یہ کہا کہ اس سے زہری کی یہ مراد نہیں کہ اپنی طرف سے کہا، بلکہ یہ مراد ہے کہ اس کے بعد حدیث میں یہ کہا، جیسا کہ امام مالک وغیرہ کی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے، اوزاعی نے جو قال الزہری کہا ہے تو ان کی بھی مراد یہی ہے کہ زہری نے حدیث میں یہ بھی ذکر کیا، اور اگر ان کی یہ مراد نہ ہو تو انھوں نے اس کو قول زہری قرار دینے میں اسی طرح خطا کی ہے، جس طرح اس حدیث کی سند میں خطا کی ہے، جس کا اعتراف بیہقی وغیرہ کو بھی ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ اچھا یہ زہری کا قول نہیں روایت سہی لیکن وہ مرسل ہے، اسلئے حجت نہیں ہے، تو میں کہوں گا کہ یہ بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ابن السرح کی روایت میں قال الزهري قال ابو هريرة کی مراد یہ ہے کہ زہری نے اپنی سند مذکور سے کہا، جیسا کہ اس کے دوسرے نظائر میں محدثین نے یہی قرار دیا ہے۔

اور اگر وہ بالفرض مرسل ہی ہو تو ایسے مرسل صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں، مثلاً صحیح بخاری میں ہے قال ابن شهاب وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول آمين۔ لہذا پہلے یہ اعلان کیجئے کہ صحیح بخاری میں بھی ایسے مرسل جو ضعیف اور ناقابل اعتبار اور دوسرے مرسلوں سے کمتر ہیں، روایت کئے گئے ہیں، اس کے بعد اس مرسل میں کلام کیجئے، اگر کہئے کہ بخاری والا مرسل راوی حدیث صحابی کے فعل سے موید ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ مرسل بھی راوی حدیث صحابی کے قول اور ان کی دوسری روایت سے موید ہے، جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔

ہمارے اس بیان سے مولوی عبدالرحمن صاحب کے ان اعتراضات کا اندفاع بھی ظاہر ہوگیا، جو انھوں نے تحقیق الکلام ص ۱۰۷، ۱۰۸ میں حضرت مولانا گنگوہی و حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی پر کئے ہیں، اس لئے کہ ان کے یہ اعتراضات جملہ فانتهى الناس کے قول زہری یا مرسل ہونے

پر مبنی ہیں، اور ہم نے ثابت کردیا کہ وہ نہ قول زہری ہے نہ مرسل، اور اگر بفرض محال یہ جملہ زہری ہی کا قول ہو تب بھی یہ کہنا کہ "یہ قول کاذب اور خلافِ واقع ہے" اس لئے کہ مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خود لکھا ہے کہ "بعض صحابہ کے نزدیک قرأت خلف الامام مطلقاً خواہ نماز سریہ ہو یا جہریہ واجب ہے" بالکل غلط اور سخت دریدہ دہنی ہے، زہری جیسے امام الائمہ کے قول کو جھوٹا ثابت کرنے والا خود جھوٹا ہے، اور یہ خیال کہ یہ تکذیب حضرت گنگوہی کے کلام سے لازم آتی ہے بالکل فاسد اور سخت نافہمی کا نتیجہ ہے، اس لئے کہ زہری کا قول عہد نبوی سے متعلق ہے جیسا کہ خود اس فقرہ میں مصرح ہے کہ "پس لوگ اس نماز میں قرأت سے باز رہے جس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم جہر کرتے تھے"، اور حضرت گنگوہی کا یہ قول کہ "بعض صحابہ جہری نماز میں قرأت خلف الامام کو واجب سمجھتے ہیں" عہد نبوی کے بعد کا بیان ہے، اس لئے کہ انھوں نے مذاہب صحابہ کے بیان کے سلسلہ میں یہ لکھا ہے، پس ہو سکتا ہے کہ مالی انازع القرآن سننے کے بعد وہ سب لوگ، جو اس نماز میں شریک تھے قرأت خلف الامام سے جہری نماز میں باز آگئے ہوں، لیکن عہد نبوی کے بعد کسی اور دلیل سے اشتباہ پیدا ہو جانے کے سبب سے پھر جہری میں قرأت خلف امام کو واجب سمجھنے لگے ہوں، نیز اسلئے بھی مولانا کے کلام سے زہری کے قول کی تکذیب نہیں ہوتی، کہ زہری ان تمام صحابہ کا قرأت خلف امام سے باز آنا روایت کرتے ہیں جو اس نماز میں شریک تھے، اور مولانا جن صحابہ کا جہری میں واجب سمجھنا ذکر کرتے ہیں وہ ایسے ہیں جو اس نماز میں شریک نہ تھے۔

(دوم) مصنف تحقیق نے اپنے اس جواب میں دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ "اس حدیث سے امام کے پیچھے بالجہر پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اس لئے کہ منازعت جبھی ہوگی کہ مقتدی قرأت بالجہر کریں" (تحقیق ص ۱۰۹) میں کہتا ہوں کہ یہ دعویٰ مصنف تحقیق نے شوکانی وغیرہ کی تقلید میں کیا ہے، بہر حال جس نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے، اس نے حد درجہ ناواقفیت اور ناانصافی کا مظاہرہ کیا ہے، بلکہ میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ اس نے کھلم کھلا حدیث کی معنوی تحریف کی ہے، اس لئے کہ اولاً حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ان لفظوں میں سوال کیا هل قرأ معی احد منکم آنفا (کیا تم میں سے

کسی نے میرے ساتھ پڑھا ہے ؟) دیکھئے یہ عنوان سوال صاف بتا رہا ہے کہ پڑھنے والے نے جہر سے نہیں پڑھا تھا، اگر جہر سے پڑھا ہوتا تو پڑھنے کا علم اس کے جہر سے ہی حاصل ہوتا تصدیق کی ضرورت نہ پڑتی ۔

ثانیاً امام بخاری نے جزء القرأۃ میں ص میں مالی انازع القرآن کے بعد یہ الفاظ روایت کئے ہیں فانتھی الناس عن القرأۃ فی ماجھر فیہ الامام وقرأوا فی انفسھم سرًّا فیما لایجھر فیہ الامام یعنی مالی انازع القرآن سن کر لوگ جہری نمازیں قرأت سے باز رہے ، اور سری میں آہستہ قرأت کرتے تھے ، اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ شوکانی وغیرہ نے جو کہا ہے بالکل غلط ہے اس لئے کہ اگر پڑھنے والے نے جہر سے پڑھا ہوتا اور مالی انازع میں اسی جہر پر انکار ہوتا تو جہری نمازیں لوگ بالکل نہ چھوڑ دیتے ، اس صورت میں تو جہری میں بھی صرف جہر چھوڑنا چاہئے تھا ، حیرت ہے کہ مولوی عبد الرحمٰن اس روایت کو تحقیق ص ۱۱۱ ج ۲ میں نقل کرتے ہیں لیکن سوء فہم کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے ان کے مدعا کا ابطال ہوتا ہے ۔ نعوذ باللہ من الجھل وسوء الفھم ۔

اداریہ کا بقیہ :۔

کہ مدارس میں نصاب کی تبدیلی ضروری ہے ، ہم منتظر ہیں کہ یہ کانفرنس اپنا کرشمہ دکھائے اور مدارس میں نصاب بدل دیا جائے اور مدارس کا تعلیمی انحطاط دور ہو ، ہمارے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کیا ہوگی ۔

محرم ۱۴۰۱ جمل مفتاحی

نور الدین نور اللہ الاعظمی

کیا جناتوں کو بھی انسانوں کی طرح مکلّف بنایا گیا ہے؟!

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جنات اعمال یعنی روزہ نماز کے بھی مخاطب ہیں، یا ان کو صرف ایمان اور تصدیق کا مکلف بنایا گیا ہے، تو آپ نے اس کا درج ذیل جواب لکھا، فرماتے ہیں کہ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جناتوں کو صرف تصدیق اور ایمان کا مخاطب نہیں بنایا گیا ہے بلکہ ان کو ایمان اور تصدیق کے علاوہ بھی کچھ چیزوں کا مکلف بنایا گیا ہے، اور جو اعمال ان کے حسب حال ہیں ان کی ادائیگی یا ان کا ترک کرنا بھی ان پر لازم کیا گیا ہے، مگر چونکہ وہ انسانوں جیسے نہیں ہیں اس لئے ماموراتے کے بجالانے اور منہیات سے رکنے میں انسان کے جیسا ان کا حال نہیں ہے، ہاں وہ مکلف ہونے کے سلسلے میں انسانوں کے برابر ہیں کہ جس طرح انسان مکلف ہے اسی طرح جنات کو بھی مکلف بنایا گیا ہے، جس طرح انسان پر بعض چیزیں حلال وحرام ہیں اسی طرح جناتوں پر بھی بعض چیزیں حلال ہیں اور بعض چیزیں حرام ہیں، یہ وہ بات ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اور یہ بھی اتفاقی اور اجماعی بات ہے کہ جناتوں میں سے جو کافر ہیں یا عاصی اور نافرمان ہیں وہ جہنم کے عذاب کے مستحق ہوں گے، اختلاف اس میں ہے کہ جناتوں میں سے جو اہل ایمان ہیں کیا وہ بھی جنت میں اسی طرح جائیں گے جس طرح مومن آدمی جنت میں جائے گا، تو جمہور مالکیہ، امام شافعی امام احمد، امام ابویوسف اور امام محمد وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ جنات میں سے جو ایمان والے ہوں گے ان کا

داخلہ جنت میں ہوگا، طبرانی میں ایک حدیث ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ جنات جنت میں اس کے کنارے پر رہیں گے، انسان جناتوں کو دیکھیں گے لیکن جنات انسانوں کو نہیں دیکھیں گے۔(۱)

اور ایک جماعت جس میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ بھی ہیں کا مذہب یہ ہے کہ جناتوں میں سے جو مطیع اور فرماں بردار ہوں گے ان کو جنت میں اسی طرح سے مٹی بنا دیا جائے گا جیسے قیامت کے روز جانوروں کو مٹی میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ اور ان کی طاعت اور حسن عمل کا ثواب یہی ہوگا کہ ان کو جہنم کے عذاب سے نجات مل جائے گی۔

اب رہا یہ سوال کہ جناتوں میں رسول بھی ہوئے ہیں یا ان میں صرف ڈرانے والوں کو بھیجا گیا ہے، تو بعض کا قول یہ ہے کہ جس طرح انسانوں میں خود انسانوں میں سے رسول بھیجا جاتا ہے اسی طرح جناتوں میں بھی خود انھیں کے جنس سے رسول مبعوث ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔ یٰمعشر الانس والجن الم یاتکم رسل منکم یعنی اے انسانوں اور جناتوں کی جماعت کیا تمہارے پاس خود تم میں کا رسول نہیں آیا؟

اور بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ رسول تو صرف انسانوں میں مبعوث ہوتے ہیں اور جناتوں میں ڈرانے والے پیدا کئے جاتے ہیں اور یہی زیادہ مشہور بات ہے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے جناتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا ہے، تو اگر جنات میں سے رسول مبعوث ہوتے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم نہ دیا جاتا۔ قرآن میں ہے کہ جناتوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے سنا تو اپنی قوم کی طرف گئے اور انکو ڈرانیوالے

---

(۱) یعنی آخرت میں ان کا معاملہ دنیا کے برعکس ہوگا، دنیا میں جنات انسانوں کو دیکھا کرتے تھے اور انسانوں کی نگاہ سے جناتوں کو پوشیدہ کر دیا گیا تھا، اور جنت میں جناتوں کو انسان کے نہ دیکھنے کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ انسانوں کو وسط جنت میں دیکھ کر اور وہاں کی لذتوں سے ان کو متمتع دیکھ کر جناتوں کو رنج وغم نہ ہو، چونکہ جنت کو دارالسرور بنایا گیا ہے یعنی خوشی کا گھر اس وجہ سے جو بھی جنت میں ہوگا خواہ اس کا درجہ کیسا بھی ہو اس سے رنج وغم کے اسباب کو ختم کر دیا جائیگا تاکہ صرف انکو خوشی حاصل رہے۔

تھے۔ ولوا الی قومھم منذرین۔ یعنی وہ اپنی قوم کے پاس ڈرانے والے بن کر گئے،
انھوں نے اپنی قوم سے یہ کہا۔ یاقومنا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ، یعنی
اے قوم ہم نے ایک کتاب کو سنا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے۔

اب اس پر یہ اعتراض کہ قرآن میں صاف یہ ہے کہ الم یاتکم رسل منکم جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ خود جنات میں سے رسول بھیجے جاتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت اسی طرح کی
ہے جیسا کہ قرآن میں یہ کہا گیا ہے۔ یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان یعنی دونوں سمندروں سے
موتی اور مونگے نکلتے ہیں، حالانکہ موتی اور مونگا صرف شور سمندر سے نکلتا ہے میٹھے سمندر سے
نہیں، یا جس طرح قرآن میں کہا گیا ہے کہ وجعل القمر فیھن نورًا وجعل الشمس
سراجًا۔ یعنی اللہ نے آسمانوں کو سات پیدا کیا اور ان میں چاند کو نور بنا کر پیدا کیا جب کہ چاند صرف
ایک آسمان میں ہے، ساتوں میں نہیں ہے۔ تو جس طرح یہاں پہلی آیت میں موتی اور مونگے کی
نسبت دونوں سمندر کی طرف کر دی گئی اور چاند کے ہونے کی نسبت ساتوں آسمان کی طرف کر دی
گئی اسی طرح رسول کے آنے کی نسبت مذکورہ آیت میں انسانوں اور جناتوں دونوں کی طرف کر دی گئی
ہے۔

اور یہ بات کہ جناتوں کو احکام خداوندی یعنی امر و نہی کا مکلف بنایا گیا ہے تو اس کے دلائل
بہت ہیں۔ مثلاً مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جناتوں نے
اپنی غذا کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری غذا ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام
لیا گیا ہو، جب تم اس کو اپنے ہاتھ میں لوگے تو اس پر گوشت پہلے سے زیادہ ہوگا اور ان کے
جانور کا چارہ جانوروں کا گوبر بتلایا، اور آپ نے مسلمانوں کو ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنے
کو منع فرمایا اور یہ فرمایا کہ ہڈی تمہارے بھائی جناتوں کی غذا ہے، اس کو استنجا میں استعمال کر کے
ان کی غذا کو آلودہ اور خراب نہ کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناتوں کو صرف اسی جانور کی ہڈی کا کھانا جائز ہے
جس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، اور جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کی ہڈی کو غذا بنانا

جناتوں کے لئے حرام ہے۔

نیز قرآن میں ہے کہ شیطان کہتا ہے۔ انی اخاف اللہ واللہ شدید العقاب یعنی میں اللہ سے ڈرتا ہوں وہ سخت عذاب والا ہے، تو اس آیت میں اللہ نے بتلایا کہ شیطان بھی اللہ سے اور اس کے عذاب سے خوف کھاتا ہے، اور اللہ کا عذاب اس کو ہوتا ہے جو کسی امر کو چھوڑے اور محظور اور ممنوع کو کرے۔ اس آیت میں خوف سے مراد تصدیق نہیں ہے۔

نیز ابلیس جو جناتوں کا باپ ہے۔ جیسے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اس کا گناہ یہ نہیں تھا کہ اس نے کسی رسول کو جھٹلایا تھا۔ اللہ نے جب اس کو سجدہ کا حکم دیا تھا تو اسے معلوم تھا کہ اللہ نے اس کو سجدہ کا حکم دیا ہے، شیطان کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی رسول نہیں تھا جس کی وہ تکذیب کرتا، اور جب اس نے اللہ کے حکم کو ٹھکرایا اور حضرت آدم کو سجدہ نہیں کیا تو اسی کو اس مامور کے چھوڑنے پر اللہ کی طرف سے سخت سزا دی گئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن آدم سجدہ کرتا ہے تو شیطان کنارے ہو کر روتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ جنات اللہ کے حکم سے حضرت سلیمان کی اطاعت میں لگے ہوئے تھے اور جو کہتے تھے جنات اس کو کیا کرتے تھے، ابلیس کے بارے میں اللہ نے کہا کہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی یہ نہیں کہا کہ اس نے تکذیب کی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے جب جناتوں نے قرآن کو سنا تو اپنی قوم میں جا کر کہا کہ تم لوگ اللہ کی طرف بلانے والی کی بات کو قبول کرو۔ یہ بلانے والا اللہ کا رسول ہے، رسول کی دعوت کے قبول کرنے کا مطلب یہی ہے کہ امر و نہی میں اس کی اطاعت کرو، اور اسی کا نام عبادت ہے جس کے لئے انسانوں اور جناتوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ خدا کا ارشاد ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ میں نے جناتوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

نیز قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی آیات کی تلاوت انسانوں اور جناتوں دونوں پر کیا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ یا معشر الجن والانس الم یاتکم

رسل منکم یقصون علیکم آیاتی وینذرونکم لقاء یومکم هٰذا۔

یعنی روز قیامت اللہ تعالیٰ جناتوں اور انسانوں دونوں کو مخاطب بنا کر ارشاد فرمائیں گے کہ اے جنات اور انسان کی جماعت کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے اوپر میری آیتوں کی تلاوت کرتے تھے اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈرایا کرتے تھے۔

اور یہ بات کہ جنات حج کرتے بھی، نمازیں پڑھتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور ان کو گناہوں پر سزا بھی ہوتی ہے، اس کا ذکر احادیث و آثار میں کثرت سے ہے۔ اور جناتوں کی زبان سے قرآن نے یہ نقل کیا ہے کہ ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور غیر نیکوکار بھی ہیں، اور یہ کہ ہمارے طریقے الگ الگ ہیں، یعنی ہم جناتوں میں مسلمان بھی ہیں، یہود بھی ہیں، نصاریٰ بھی ہیں، شیعہ اور سنی بھی ہیں، تو قرآن سے معلوم ہوا کہ جناتوں میں ہر طرح کے لوگ ہیں، صالح بھی ہیں اور غیر صالح بھی ہیں تو جو نیکوکار ہیں وہ مومن ہیں اور نافرمانوں میں کافر بھی ہوں گے، صالح اس کو کہا جاتا ہے جو ان چیزوں کا ادا کرنے والا ہو جو اس پر واجب ہیں اور غیر صالح وہ کہلاتا ہے جو واجبات کی ادائیگی میں لاپرواہ ہو اور ان کی بجاآوری کا اہتمام کرنے والا نہ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ جناتوں میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ خدائی احکامات کی بجاآوری کرنے والا بھی اور اس میں کوتاہی کرنے والے بھی، مومن بھی اور کافر بھی۔ صالح بھی، اور غیر صالح بھی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جناتوں کو بھی انسانوں کی طرح اپنے احکامات کا مکلف بنایا ہے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۳۴

محمد ابو یحیٰ غازی پوری

قسط ۸

مقام صحابہؓ کتاب و سنت کی روشنی میں

اور مولانا مودودی

قرآن کریم کی یہ آیاتِ کریمہ صحابۂ کرام کے مقام فی الدین کو بڑی وضاحت کے ساتھ بتلا رہی ہیں، ان آیات کو پڑھنے اور ان کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد کتاب اللہ سے صحابۂ کرام کی جو تصویر متعین ہو کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے۔

(۱) صحابہ کرام سب جنتی ہیں اللہ نے ان سب سے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ کیا ہے۔

دیکھو پہلی آیت

(۲) صحابہ کرام کو اللہ نے اپنے رسول کی صحبت کیلئے خود چنا ہے

(۳) جس طرح دین کے بارے میں اللہ اور رسول کی ذات معیار ہے اسی طرح اللہ اور رسول کے بعد صحابہ معیار ہیں۔ دیکھو تیسری آیت

(۴) صحابہ کرام نے دین کی خاطر جانی ومالی قربانی دے کر ہر طرح کی خیر و فلاح کا اپنے کو مستحق بنا لیا تھا۔

دیکھو چوتھی آیت

(۵) اللہ نے سارے صحابی و صحابیات کے لئے جنت اور اپنی رضوان کا وعدہ کر رکھا ہے

دیکھو پانچویں آیت

(۶) صحابہ کرام کو اللہ نے امت وسط یعنی افراط و تفریط سے الگ ایک معتدل امت

بنایا تھا اور ان کو شہداء علی الناس کا طغرائے امتیاز بخشا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں عدالت وثقاہت جو ادائے شہادت کی شرط اول ہے پورے طور پر پائی جاتی تھی۔

دیکھو چھٹی آیت

(۷) اللہ نے رسول کی حفاظت اس کی تائید و نصرت کے بیان میں صحابہ کرام کو اپنے ساتھ ذکر کر کے ان کے مقام بلند اور ان کی رفعت شان کی تصریح کر دی ہے۔

دیکھو ساتویں آیت

(۸) اللہ نے سارے صحابہ کرام کو خیر امت کے لقب سے نوازا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا وظیفہ بتلایا ہے۔

دیکھو آٹھویں آیت

(۹) بیعتِ رضوان میں شریک سارے صحابہ کو اللہ نے اپنی رضوان و رضا کا مژدہ سنایا اور ان کے مرضی عنداللہ ہونے کا اعلان فرمایا۔

دیکھو نویں آیت

(۱۰) صحابہ کرام کو کفار کے مقابلے میں زبردست اور آپس میں حلیم متواضع اور ایک دوسرے کے ہمدرد تھے، اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والے تھے اور عبادت کا نور ان کی پیشانی سے جھلکتا تھا۔

دیکھو دسویں آیت

(۱۱) اللہ نے صحابہ کرام سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ انھیں زمین کی خلافت اور اس میں تمکین کے شرف سے نوازے گا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں یہ وعدہ اپنی کامل شکل میں پورا ہوا۔

دیکھو گیارہویں آیت

(۱۲) اللہ نے صحابہ کرام کے دلوں میں سکون کی دولت رکھ دی تھی اور ان میں ہمیشہ کے لئے صفت تقویٰ کو لازم کر رکھا تھا اور اس طرح ان کے اکرم الناس ہونے کا اعلان کر دیا۔

دیکھو بارہویں آیت۔

(۱۳) اللہ نے صحابہ کرام کے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرما دی تھی اور ان کے قلوب کو

ہر طرح کی معصیت سے نا فرما بنا دیا تھا اور ان کے راشد ہونے کا اعلان فرمایا۔

دیکھو تیرہویں آیت

(۱۴) اللہ نے صحابہ کرام کے بارے میں صراحت کردی کہ وہ آخرت کے عذاب سے بالکل محفوظ ہیں۔

دیکھو چودہویں آیت

(۱۵) صحابہ کرام کے احوال محمودہ سے متصف اور احوال مذمومہ سے بری تھے، وہ اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے تھے۔

دیکھو پندرہویں آیت

(۱۶) اللہ نے صحابہ کرام کے دلوں کو جوڑ دیا تھا اور آپس میں الفت و محبت پیدا کردی تھی اور ان کے قلوب کو ایک دوسرے کے خلاف بغض و حسد، عداوت و دشمنی کے جذبات سے پاک کردیا تھا۔

دیکھو سولہویں آیت

(۱۷) صحابہ کرام کے بعد آنے والے مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ وہ صحابہ کا ذکر خیر سے کریں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ ان کے بارے میں کینہ، کپٹ، حسد، بغض اور سوئے ظن نہ رکھیں۔

دیکھو سترہویں آیت

(۱۸) سارے مہاجرین اور انصار اور غزوۂ تبوک میں شامل ہونے والے سارے مسلمان مغفور لہم ہیں۔

دیکھو اٹھارہویں آیت

(۱۹) صحابۂ کرام پر اللہ کی خصوصی توجہ تھی اور فرشتے ان کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے۔

دیکھو انیسویں آیت۔

(۲۰) صحابۂ کرام ایمان کامل و صادق کے مجسم نمونہ تھے ان میں شانِ ایمان اپنی پوری آب و تاب

کے ساتھ پائی جاتی تھی۔

دیکھو بیسویں آیت

یہ ہے صحابہ کرام کی اصلی حقیقی اور سچی تصویر جس کو اللہ نے ہمارے سامنے پیش کی ہے، اور ایک مسلمان کے نزدیک رسول اللہ کے اصحاب آپ کی صحبت میں زندگی بسر کرنے والے درسگاہ نبوت کے مستفیدین، شمع رسالت کے مستنیر اور اسلام کے قافلۂ اول کی تصویر اس تصویر کے علاوہ کوئی دوسری متصور بھی نہیں ہو سکتی۔

قرآن کریم کی یہ قطعی اور واضح شہادت ہے کہ رسول اللہ کا ہر صحابی اور درسگاہ نبوت و رسالت کا ہر تربیت یافتہ انسانیت کا (انبیاء و رسل کے بعد) کامل و مکمل نمونہ تھا، ان کی ذاتِ قدسیہ حق و باطل کے لئے معیار تھی ان میں شرافت و انسانیت کے اعلیٰ اخلاق تھے، وہ رشد و ہدایت کے مہر و ماہ تھے، وہ اپنے بعد والوں کے لئے قدوۂ حسنہ اور مشعلِ راہ تھے، ان کی اتباع و اقتدا سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ان کی اتباع کرنے والا جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

صحابۂ کرام ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں

صحابۂ کرام کے بارے میں قرآن کے ارشادات آپ نے معلوم کر لئے اب آئیے ہم دیکھیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اور اس باب میں آپ کی تعلیم کیا ہے۔

ہم پہلے ان احادیث کو نقل کریں گے جن سے عام صحابۂ کرام کا مقام واضح ہوتا ہے، پھر ہو سکا تو ہم بعض خواص کا ذکر الگ سے کریں گے۔

پہلی حدیث

بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم　　میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو تم میں کا کوئی

انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہا۔

احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد اور آدھے مد کی مقدار کو بھی نہیں پہونچے گا۔

اس حدیث سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ آنحضور کے کسی صحابی کو برا بھلا کہنا حرام ہے دوسری یہ کہ صحابۂ کرام کو بعد میں آنے والوں پر فضیلت مطلقہ حاصل ہے، ان کا اللہ کے راستہ میں ایک مد خرچ کرنا دوسروں کے پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرنے سے افضل اور با قیمت تھا اور اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے، صحابہ کرام نے اپنی جان و مال سے اسلام کی اس وقت خدمت کی جب اسلام زمین عرب پر غریب تھا، اسلام لانے والے کمزور، ناتواں اور کم سہارا تھے، اس وقت اسلام پر ڈٹ جانا اور رسول کی نصرت و تائید کرنا اور اپنی جان و مال کی قربانی پیش کرنا اس کی قیمت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ انسان اس وقت خرچ کرے جب اسلام کا غلبہ ہو چکا اور اکناف عالم میں اس کی شوکت کا غلغلہ بلند ہوا اور وہ ہر اعتبار سے قوی اور مضبوط ہو گیا۔

دوسری حدیث

بخاری و مسلم کی حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے۔

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم ان بعدھم ثم ان بعدھم قوما یشھدون ولا یستشھدون ویخونون ولا یوتمنون وینذرون ولا یوفون ویظھر فیھم السمن وفی روایۃ یحلفون ولا یستحلفون۔

میری امت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے۔ پھر اس کے بعد ایک ایسی جماعت ہوگی کہ اس سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی اور وہ گواہی دے گی وہ خیانت کریں گے اور امانت دار نہ ہوں گے وہ نذر مانیں گے لیکن پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا پیدا ہو جائیگا، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ قسم کھائیں گے اور ان سے قسم نہیں لی جائے گی۔

. . . .

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کا عہد مکمل خیر و برکت کاملہ کا عہد تھا، اس عہد کے لوگ ان امراض سے عموماً پاک تھے جو بعد میں امت میں پیدا ہو گئے، مثلاً ادائے شہادت پر جری ہو جانا، خیانت کرنا

ادائیگی امانت میں متساہل ہونا، قسم کھانے میں بیباک ہوجانا وغیرہ۔

تیسری روایت۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اکرموا اصحابی فانھم خیارکم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یظھر الکذب (مشکوٰۃ)	تم لوگ میرے اصحاب کی تعظیم کرو اسلئے کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں، پھر اس کے بعد کے لوگ پھر اس کے بعد کے لوگ پھر کذب پیدا ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اکرام صحابہ واجب ہے اور ان کی شان میں ادنی گستاخی و بے ادبی بھی بڑے خطرہ کی بات ہے، صحابہ کرام ساری امت میں سب سے افضل ہیں۔ صحابہ کرام میں دروغ بیانی نہیں تھی وہ اس گندی خصلت سے پاک تھے۔

چوتھی حدیث

ترمذی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے آنحضورؐ نے فرمایا :

لا تمس النار مسلما رآنی ورأی من رآنی۔	یعنی آگ اس مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

اس حدیث سے صحابہ کرام کی بڑی منقبت اور فضیلت نکلتی ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود جنتی ہیں اور ان پر دوزخ کی آگ حرام ہے بلکہ جنھوں نے ان کو دیکھ لیا اور انھیں اسلام و ایمان کی دولت حاصل رہی وہ بھی جہنم سے محفوظ ہیں۔

اللہ اللہ کیسا مقام ہے صحابہ کا۔ افسوس ان پر جو صحابۂ کرام کے اس مقام سے ناآشنا ہیں۔

پانچویں حدیث

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مغفل سے یہ روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے

علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی	اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ یا
لاتتخذوھم غرضا من بعدی	میرے بعد نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت کی اس
فمن احبھم فبحبی احبھم و	نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے
من ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن	ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے
آذاھم فقد آذانی ومن آذانی	ان سے بغض رکھا جس نے انھیں تکلیف پہنچائی اس
فقد آذی اللہ ومن آذی اللہ	نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی
فیوشک ان یاخذہ۔	اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اور جو اللہ کو تکلیف پہنچائے
. . . .	گا تو قریب ہے کہ اللہ اسکو اپنی گرفت میں لے لے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کے بارے میں آدمی کو حد درجہ محتاط رہنا چاہئے۔ ان کے بارے میں نامناسب کلمات کہنا، ان پر طعن کرنا، ان سے بغض رکھنا، ان کو نشانۂ ملامت بنانا یہ سب حرام ہے۔ صحابہ کرام کو ایذا پہونچانا خواہ ان کی حیات میں ہو یا مرنے کے بعد، خواہ زبان سے ہو یا قلم سے یہ حقیقت میں اللہ کے رسول کو اذیت دینا ہے اور اس کا سلسلہ اللہ تک پہنچتا ہے جس کے نتیجے میں انسان اللہ کے غضب کا نشانہ بنتا ہے۔

اس حدیث سے صحابۂ کرام کے مقام کا اندازہ لگتا ہے نیز اللہ کے رسول کا اپنے اصحاب کے ساتھ کس درجہ تعلق تھا یہ بات بھی اس سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ کاش صحابہ کرام کو جنھوں نے اپنے قلم کی جولانگاہ بنایا ہے وہ ان احادیث پر ایک نگاہ ہر طرح کے جذبات اور پندار علمی سے مجرد ہو کر ڈالتے تو شاید ان کے قلم و زبان سے وہ بات نکلتی جس نے ان کو عام مسلمانوں کی صف سے الگ کر دیا ہے۔

قسط ۴ — محمد عبداللہ غازی پوری

بریلوی مذہب پر ایک نظر

شیعہ کافر ہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

"جو شیعہ کہ ضروریاتِ دین کے منکر ہیں جو قطعاً قرآن وحدیث سے ثابت ہیں وہ تو قطعاً اجماعاً کافر ہیں ان کے پیچھے نماز بالاجماع باطل ہے"

فائدہ:۔ بریلوی حضرات کو شیعوں اور تعزیوں سے بڑا لگاؤ ہے۔ اعلحضرت کا یہ ارشاد گرامی ان کے لئے باعثِ توجہ ہے۔

عرب کو گالی دینا شرک ہے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

"بیہقی شعب الایمان میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جو اہل عرب کو سب وشتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔ (النہی الاکید ص ۳۹)

فائدہ:۔ بریلوی حضرات عام طور پر حجاز میں رہنے والے مسلمانوں پر سب وشتم کرتے ہیں بلکہ ان کو مشرک سمجھتے ہیں۔ اعلحضرت کے اس فتویٰ کی روشنی میں یہ گالی دینے والے بریلوی مشرک ہی نہیں بلکہ خاص مشرک ہیں۔

دیوبندیوں کے پیچھے نماز

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

• ان کے پیچھے (یعنی دیوبندیوں کے پیچھے) نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے "۔ (النہی الاکید صہ۵۲)

فائدہ:۔ اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی، نصرانی، مجوسی اور ہندو سب نماز پڑھتے ہیں۔ غالباً بریلی ہیں۔

دیوبندی کافر نہیں ہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

"مگر حاشا للہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہیں جو چاہے کہیں ہم زنہار انکو کفار نہ کہیں گے "۔ صہ۵۲

فائدہ:۔ یہ بات اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ کے خلاف ہے جس میں انھوں نے دیوبندیوں کو کافر کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے قریب ہے

اعلیٰ حضرت ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں۔

کسی کو گناہ پر کافر نہ کہو، جو لاالٰہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک ہے۔ صہ۵۲

فائدہ:۔ بریلوی حضرات اور خود اعلیٰ حضرت نے دنیا بھر کے سارے مسلمانوں کو جو اعلیٰ حضرت کے دین پر نہ ہو کافر کہا ہے۔ اس لئے اس فتویٰ وحدیث کی روشنی میں یہ خود کافر ہوئے۔

اہل بدعت سے میل جول منع ہے

" اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

" اہل بدعت سے بلکہ فساق کی صحبت و مخالطت سے ممانعت آئی ہے" (ایضاً ص۵۴)

فائدہ :۔ آج کل کے بریلوی حضرات سب بدعتی ہیں اسلئے ان سے میل جول سے رُکنا چاہئے۔

اہل قبلہ کون ؟

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں :

اصل بات یہ ہے کہ اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً، یقیناً، اجماعاً مرتد ہے جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ (ایضاً ص ۲۸)

فائدہ :۔ اعلیٰحضرت کا فتویٰ گزر چکا ہے کہ دیوبندی ان کے نزدیک کافر نہیں ہیں حالانکہ اعلحضرت کے نزدیک وہ ضروریاتِ دین کے منکر ہیں، پس اعلیٰحضرت اس فتویٰ کی روشنی میں خود کافر ہوئے۔

جو اللہ و رسولؐ کی گواہی سے نکاح کرے یا کہے ارواح مشائخ حاضر وواقف ہیں یا کہے ملائکہ غیب جانتے ہیں یہ سب باتیں صورتِ کفر ہیں

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

اس تحقیق سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ بعض فتاویٰ مثل فتاویٰ قاضیخان وغیرہ میں جو اس شخص پر کہ اللہ و رسول کی گواہی سے نکاح کرے یا کہے ارواح مشائخ واقف ہیں یا کہے ملائکہ غیب جانتے ہیں بلکہ کہے کہ مجھے غیب معلوم ہے حکم کفر کا کرتے ہیں اس سے مراد وہی صورت کفر ہے۔ (ص ۳۶)

فائدہ :- بہر حال اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ اس طرح کا عقیدہ کفر جیسا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے قیاس کو جو باطل کہے وہ کافر ہے

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا۔

" قیاس ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف و باطل کہنے والے کو کیا لکھا ہے ؟

ارشاد ہوا ، فتاویٰ عالمگیری میں اس کو کفر لکھا ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے ۔

رجل قال قیاس ابی حنیفہ حق نیست یکفر کذا فی التاتارخانیۃ (عقائد وہابیہ ملا)

فائدہ :- اعلیٰ حضرت کا ارشاد اوپر گذر چکا ہے کہ جو لا الٰہ الا اللہ کہے اسے کافر نہ کہو اور نیز جو ضروریاتِ دین کا منکر نہ ہو کافر نہیں تو کیا قیاس ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ضروریات دین سے ہے کہ اس کا انکار کرنے والا یا اس کے خلاف عمل کرنے والا کافر ہو جائے گا ؟ اللہ اس سوئے فہم سے بچائے۔

جو یہ کہے کہ صرف قرآن و حدیث حجت اور سند ہے وہ بدعتی و جہنمی ہے

سوال :- فرقہ غیر مقلدین کیونکر مذہب اربعہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں جو بدعتی و ناری ہوئے بلکہ وہ تو بلا تعیین چاروں ائمہ کی تقلید کرتے ہیں ؟

جواب :- یہ صرف ان کا مغالطہ اور دھوکا دینا ہے ، ان کا اصول یہ ہے کہ سوائے قرآن شریف واحادیث شریف کے کسی کا قول حجت و سند نہیں ہے فتاویٰ برعقائد وہابیہ از منشی لعل محمد خان مدراس صـ۸

فائدہ :- معلوم ہوا کہ بریلوی حضرات کے یہاں یہ کہنے سے کہ قرآن و حدیث ہی حجت اور سند ہے آدمی اہلسنت والجماعت سے خارج ہو جاتا ہے ، نیز وہ بدعتی اور ناری یعنی جہنمی ہوتا ہے ۔ استغفراللہ

مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور ہر گالی دینے والا فاسق ہے

سوال :۔ مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے کہ نہیں اور مسلمانوں کو بُرا کہنے والا فاسق ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے۔ بخاری وغیرہ کتب صحاح حدیث میں ہے۔ سباب المسلم فسوق ، جب گالی دینا مسلمانوں کا فسق ہے تو گالی دینے والا فاسق ضرور ہوا۔ (ایضاً ص ۱۱)

فائدہ :۔ بریلوی حضرات اپنے سوا سب کو گالی دیتے ہیں، اسلئے اس فتویٰ کی روشنی میں سب فاسق ہیں۔

دیوبندیوں سے کسی طرح کا تعلق رکھنا کفر ہے

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں :

جو انھیں (یعنی دیوبندیوں کو) کافر نہ کہے، جو ان کا پاس و لحاظ رکھے جو انکی استادی یا رشتے یا دوستی کا خیال کرے وہ بھی انھیں میں سے ہے۔ انھیں کی طرح کافر ہے، قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔

فائدہ :۔ اس فتاویٰ کی روشنی میں دنیا کے سارے مسلمان سوائے بریلوی حضرات کے کافر ہوگئے اس لئے کہ صرف بریلوی ہی دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں۔ اب لے دے کے مسلمان صرف بریلوی رہے جی ہاں اگر اعلیٰ حضرت کا فتویٰ اتنا بھی زور نہ دکھلائے تو اعلحضرت علیہ علیہ کا فتویٰ ہی کیا۔

دیوبندی غیر مقلد وغیرہ کا ذبیحہ حرام ہے

اعلحضرت بریلوی فرماتے ہیں

" رافضی تبرائی، وہابی، دیوبندی، وہابی، غیر مقلد، قادیانی، چکڑالوی، نیچری

ان سب کے ذبیحے محض نجس و مردار اور حرام قطعی ہیں اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں، اور کیسے ہی متقی و پرہیزگار ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں۔ (احکام شریعت ص ۱۲۲)

فائدہ :- عجیب بات ہے خانصاحب علیہ ما علیہ ایک طرف ان کو کافر و مرتد بھی کہہ رہے ہیں اور ساتھ ہی ان کے متقی و پرہیزگار ہونے کا بھی اعتراف کر رہے ہیں۔ کیا کافر و مرتد بھی متقی و پرہیزگار ہوتے ہیں ؟

کفر کا حکم لگانے میں احتیاط

اعلیٰحضرت لکھتے ہیں :

"اور حکم بھی کیسا کفر و شرک کا جس میں اعلیٰ درجہ کی احتیاط فرض یہاں تک کہ ضعیف سا ضعیف احتمال بچاؤ کا نکلتا ہو تو اسی پر اعتماد (الاہلاک الوہابین ص ۲)

فائدہ :- ایک طرف خاں صاحب کا یہ ارشاد ہے اور دوسری طرف تکفیر کا وہ سلسلہ بے پناہ کہ معاذ اللہ۔

اگر کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف بھی ہو جب بھی تقلیداً اس کا ماننا ضروری ہے

عقائد وہابیہ کا مصنف رقمطراز ہے۔

غیر مقلدین سے نزاع صرف آمین بالجہر و رفع یدین پر نہیں ہے بلکہ اصل نزاع و منشاء اختلاف یہ امر ہے کہ ان کے اکابر مقلدین کو مشرک کہتے ہیں اور تقلید کو شرک بتلاتے ہیں ان کے مقتدا اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تنویر العین میں ہے۔

اتباع شخص معین بحیث یتمسک بقولہ وان ثبت علی دلائل من السنۃ والکتاب ویؤول الی قولہ	اور اس کے قول کا اختیار کرنا کسی متعین شخص کی اتباع اگرچہ قرآن وسنت کے دلائل اس کے خلاف ہوں اور قول میں شرک کا

شبہ من النصرانیہ وحظ من الشرک — حصہ اور نصرانیت کا شائبہ ہو (جائز نہیں)

اور نیز اسی تنویر العین میں ہے۔

لیت شعری کیف یجوز التزام	کاش میں جانتا کسی شخص معین کا اتباع جب کہ
تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع	وہ آنحضور سے منقول روایات کی طرف
الی الروایات المنقولۃ من النبی صلی اللہ	جو اس کے امام کے قول کے خلاف صراحت
علیہ وسلم الصریحۃ الدالۃ علی خلاف	کر رہی ہیں رجوع کرنے پر قادر ہے کیوں کر
قول الامام الصحیحۃ فان لم یترک قول	جائز ہے؟ اگر اس نے اپنے امام کے قول کو نہیں
امامہ نفیہ شائبۃ الشرک ط	چھوڑا تو اسمیں شرک کا شائبہ ہے۔

(ترجمہ از مؤلف)

اور تقویۃ ایمان میں ہے

جو شخص کسی امام یا مجتہد کی بات کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے حدیث کے مقابلے قول کی سند پکڑے تو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے "

(عقائد وہابیہ صفحہ ۱۹)

فائدہ :۔ گویا عقائد وہابیہ کا مصنف یہ کہنا چاہتا ہے کہ مولانا اسمٰعیل شہید کی یہ بات غلط ہے مقلد کو اپنے امام کی بات ہی کو مقدم رکھنا ضروری ہے اگرچہ وہ بات قرآن حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت اسمٰعیل شہید کا یہ ارشاد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے مگر جن کے قلوب پر ضلالت وگمراہی کی دبیز تہ جم چکی ہے۔ ان کیلئے فرار کا ہر راستہ بند ہے۔ عقائد وہابیہ کے مصنف کو عربی عبارت کے ترجمہ کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی، پہلی عبارت بھی اس نے ناقص نقل کی۔

حنفی غیر مقلد کو اپنی مسجد میں نہ آنے دے

عقائد وہابیہ کے مصنف سے سوال کیا گیا کہ کیا حنفیوں کو استحقاق ہے کہ اپنے مذہب کی رو سے غیر مقلدین کو اپنی مساجد میں آنے سے روکیں۔ تو آپ نے جواب دیا بیشک استحقاق ہے۔

پیغمبر کو سجدہ کرنا جائز ہے

عقائد وہابیہ کا مصنف مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی کی اس عبارت پر نکیر کرتا ہے۔
"جو کوئی کسی پیغمبر کا سجدہ کرے اس پر شرک ثابت ہے، یا یوں سمجھے کہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح کا شرک ہے"

فائدہ :۔ معلوم ہوا کہ بریلیوں کے نزدیک پیغمبر کو سجدہ کرنا جائز ہے۔ ورنہ عقائد وہابیہ کا مصنف مولانا اسمٰعیل شہید کی اس عبارت پر نکیر کیوں کرتا۔

کسی قوم کی رسم و رواج سے مقصود محض دل خوش کرنا ہو تو اس قوم کی اس میں موافقت کرنا بہتر ہے

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔
"اسی طرح تمام مساعدت کی باتیں جب کہ ان سے دل خوش کرنا مقصود ہو اور ایک گروہ کی رسم ہو گئی ہو تو ان کی موافقت کرنا کچھ حرج نہیں بلکہ موافقت بہتر ہے"

(وشاح الجید صفہ ۱۹)

فائدہ :۔ اعلیٰحضرت بریلی نے بریلوی حضرات کے دل خوش کرنے کا عمدہ نسخہ تجویز کر دیا۔ جی ہاں
"سیّاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا"

فعل عبث میں بھی عوام کی موافقت کر کے ان کا دل خوش کرنا چاہیے

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں :
"جب تک نہی صریح غیر قابل تاویل نہ آئی ہو عادات الناس میں موافقت ہی کر کے ان کا دل خوش کیا جائے اگرچہ وہ فعل عبث ہو" (وشاح الجید صفہ ۱۹)

فائدہ :۔ دیکھا آپ نے اعلیٰحضرت کی شریعت اور حرام کو حلال کرنے کا جذبہ بے پناہ فدا

اس لذ نانیت سے بچائے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل کا نقشہ اصل کے قائم مقام ہے

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں ۔

"یہ مثال (یعنی کعبہ وغیرہ کا نقشہ) اس اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل کا نقشہ منافع وخواص میں یقیناً اس کا قائم مقام ہے جس پر تجربہ صحیح گواہ ہے ۔ لہذا علمائے دین نے نقشہ کا اعزاز واحترام وہی رکھا ہے جو اصل کا رکھتے ہیں۔" (ابر المقال ص)

فائدہ :۔ یہ معمہ بریلوی علما ہی حل کریں گے کہ نقشہ اور نقل اصل کا درجہ کیسے حاصل کر لیں گے ۔

انبیاء بشر ہوتے ہیں

مولوی نعیم الدین مراد آبادی اپنی کتاب، کتاب العقائد میں لکھتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے خلق کی رہنمائی کیلئے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہونچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں ۔ انبیاء بشر ہیں جن کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے " (ص)

اسی کتاب میں ہے ۔

سوال ۔ کیا جن اور فرشتے بھی نبی ہوتے ہیں ؟

جواب :۔ نہیں نبی صرف انسانوں میں ہوتے ہیں اور ان میں بھی فقط مرد کوئی عورت نبی نہیں ہوتی (ص)

مفتی یار محمد خاں صاحب لکھتے ہیں :

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا فرشتہ نہیں ہوتے (جاء الحق صفحہ ۲۰۱)

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں : قل انما انا بشر مثلکم کا ترجمہ کرتے ہیں ۔

تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں۔ سورہ سجدہ و کنز الایمان[1]

اعلحضرت کنز الایمان میں۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولاً کا

ترجمہ کرتے ہیں ۔ تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کی میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔

فائدہ :۔ ان تمام عبارتوں میں آپ غور کر جائیں ان سے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

بشریت اور آپ کے انسان ہونے کا کس درجہ صراحت کے ساتھ اعتراف کیا جارہا ہے، مگر

ان سب کے باوجود اعلیٰ حضرت کے پرستار اور بریلوی مذہب کے لوگ اور خود اعلیٰ حضرت

دوسری جگہ پر آنحضور کی بشریت کا بڑی بے شرمی سے انکار کرتے ہیں اور قرآن و حدیث کے

صریح نصوص کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ بچوں کو بھی ہنسی آئے ۔

---

(۱) عجیب حیرت کی بات ہے کہ بالکل اسی طرح کی آیت کا دوسری جگہ ترجمہ اعلحضرت

دوسرا کرتے ہیں ۔ سورہ کہف کی آخر میں انھیں الفاظ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے کیا ہے ۔

تم فرماؤ ظاہری صورت بشری میں تو تم جیسا ہوں ۔ (کنز الایمان)

یہاں خط کشیدہ الفاظ کا اپنی طرف سے اعلحضرت نے اضافہ کر کے قرآن کا معنی

مسخ کر دیا یہ قرآن کی ترجمانی نہیں تحریف ہے ۔

ص۵۶ کا بقیہ :۔

حضرت ابو حنیفہ نے اپنے شہر کو حدیث و فقہ کے علم سے زینت بخشی ہے۔ جس کا اثر اسی

طرح جاوداں رہے گا جس طرح کتابوں میں لکھے نقوش جاوداں رہتے ہیں۔ مشرق و مغرب

اور کوفہ میں ان کی نظیر نہیں ہے ۔ میں نے ان سے اختلاف کرنے والوں کو ناحق اور کمزور دلائل

کے ساتھ پایا ۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کہنے والے نے کہا ہے اور بالکل ٹھیک کہا ہے کہ "بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا" فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ انھیں چند منتخب شخصیتوں میں سے ایک تھے جن کی مثال بڑی مشکل سے ملتی ہے، اور جب ان کا وصال ہو جاتا ہے تو ایک مدت تک ان کی جگہ کو پُر کرنے والی دوسری شخصیت نظر نہیں آتی، اور اس دور قحط الرجال میں تو حضرت مرحوم کی جدائی اور وفات امتِ مسلمہ کیلئے ناقابلِ تلافی نقصان نظر آتا ہے۔ رحمہ اللہ ورفع درجتہ واسکنہ فی علیین۔

حضرت مولانا مرحوم کی شخصیت میں مختلف الصفات شخصیتوں کا اجتماع تھا، وہ ایک عالم دین تھے، وہ ایک عابد شب بیدار تھے، وہ شیخ طریقت تھے، وہ قائد ملت تھے، وہ ایک عظیم سیاسی صاحب بصیرت رہنما تھے، وہ ایک ایسے بطل جلیل اور مجاہد تھے جن میں پہاڑوں جیسا عزم ثبات تھا وہ ایک مفکر و مدبر تھے جن کو اللہ نے فراستِ ایمانی اور نور بصیرت سے نوازا تھا، ان کی سوچ و فکر کا محور پوری ملتِ اسلامیہ تھی، وہ مذہب و ملک کے بارے میں اکابر و اسلاف کی راہ سے ایک قدم ہٹنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، اس بارے میں ادنی سی لچک بھی ہم ان میں نہیں پاتے تھے، جس بات کو انھوں نے حق سمجھ لیا خواہ اس کا تعلق دین سے ہو یا ملی سیاست سے اس پر وہ اس طرح سے جم جاتے تھے کہ زمانہ کی کوئی جنبش و گردش ان کو اپنے موقف سے ہٹا نہیں سکتی تھی۔

ان کی سوچ کی پرواز کہاں تک تھی اور ملت اسلامیہ کے لئے ان کے درد اور جذبات کا کیا عالم تھا درج ذیل واقعہ سے اس کا ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے، اس واقعہ کا شاہد میں خود ہوں، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب افغانستان میں طالبان کی حکومت تھی۔

حضرت مولانا کے ساتھ میں دہلی سے دیوبند کا سفر کر رہا تھا، گاڑی میں مولانا کے ساتھ جنوبی افریقہ کے دو صاحب اور تھے، ایک تو مولانا ایوب کاچھوی صاحب تھے اور دوسرے صاحب جن کا نام غالباً اسماعیل تھا، مولانا ایوب کاچھوی ساؤتھ افریقہ کی معروف اور بڑی متحرک و فعال شخصیت کا نام ہے، یہ جمعیۃ علماء جنوبی افریقہ کے سرگرم اور مخلص خدام میں سے ہیں، حضرت مولانا سے ان کا تعلق ہمیشہ سے بڑا خصوصی رہا ہے جب ہماری گاڑی دہلی شہر سے باہر ہوئی تو راستہ میں حضرت مولانا نے ان دونوں صاحبوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں آپ حضرات سے ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں۔ جب یہ حضرات متوجہ ہوئے تو مولانا نے فرمایا کہ، پہلے یہ ہوتا تھا کہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھنے کے لئے مختلف ممالک سے طلبہ آتے تھے، جن میں ایک بڑی تعداد افغانی طلبہ کی بھی ہوا کرتی تھی مگر اب حالات پہلے جیسے نہیں رہے، اس لئے غیر ممالک سے طلبہ کی آمد نہ ہونے کے برابر ہوگئی ہے، افغانستان اور پاکستان سے طلبہ کی آمد تو بالکل نہیں ہے، اس وقت افغانستان کی جو صورت حال ہے اس میں ضرورت ہے کہ وہاں دارالعلوم دیوبند کے طرز کی تعلیم کا اچھا انتظام ہو تاکہ وہاں پر علوم دینیہ کی اشاعت بھی ہو اور افغانیوں میں اپنے اکابر کا فکر بھی زندہ رہے، طالبان کے پاس ابھی اس کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ کوئی بڑی دینی درسگاہ یا دارالعلوم قائم کر سکیں، میں نے یہ طے کیا ہے کہ یہ کام ہم لوگ انجام دیں گے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں نے سوچا ہے کہ اس دینی درسگاہ کی عمارت کی تعمیر کا خرچ ہم برداشت کریں گے، نیز اساتذہ کی تنخواہوں اور کتابوں کی رقم کا انتظام بھی ہم کریں گے، طالبان کے ذمہ جو طلبہ رہائش پذیر رہیں گے صرف ان کا خرچ ہوگا، میں نے یہ منصوبہ بنا لیا ہے اور آپ حضرات سے ہم اس میں تعاون چاہتے ہیں، مولانا کی یہ بات سن کر ان دونوں حضرات نے بھی مولانا کی تائید کی اور اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔

میں حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کی یہ بات سن رہا تھا، اور حیران تھا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ

کے دل ودماغ میں اللہ نے امت کا درد اور اس کی فکر کا مادہ کتنا رکھا ہے، اور ان کی فکر کا طائر کتنی بلندی پر پرواز کرتا ہے، آج کون ہے جو اس انداز پر سوچے، جس کے سینہ میں امت کا یہ درد اور یہ تڑپ ہو، مدعی قیادت وسیادت تو بہت ہیں مگر فدائے ملت کی مثال اب کہاں، چراغ رخ زیبا لے کر بھی کوئی ڈھونڈے تو فدائے ملت جیسے لوگوں کی مثال ملنی مشکل ہے۔

بڑے ظالم ہیں وہ لوگ جو حضرت سید اسعد مدنی کو صرف ایک سیاسی لیڈر سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا کی پوری زندگی گواہ ہے کہ انھوں نے جس طرح میدان سیاست میں قائدانہ رول ادا کیا اسی طرح انھوں نے اپنے کو دین و مذہب کے دفاع اور اس کی تبلیغ و ترویج کے لئے بھی وقف کر رکھا تھا۔

افغانستان میں طالبان حکومت کے قیام سے یورپی ممالک کی آنکھوں سے نیند غائب ہو گئی تھی، امریکہ کا بش انگشت بدنداں تھا کہ یہ ٹوپی کرتے اور داڑھی اور پیشانیوں پر نماز کی داغ والے دنیا کی کون سی مخلوق ہیں جس نے خالص اسلامی طرز کی حکومت کی بنیاد رکھ کر دنیا کے نقشہ میں ایک نیا رنگ بھرنا شروع کیا ہے، انھیں معلوم ہوا کہ ان کا فقہی مذہب حنفی ہے اور ان کا دینی فکر دیوبندی ہے، یہ مادی طاقت وقوت سے خالی ہیں مگر ان کے پاس ایمان ویقین کی دولت ہے، اور عقیدہ کی پختگی کی طاقت وقوت ہے، تو اس نے دنیا بھر میں ان کو بدنام کرنے کے لئے مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کا انتخاب کیا اور ان کو اپنا آلۂ کار بنایا، اور دیوبندی فکر و مذہب اور حنفی فقہ کے خلاف یک بیک بڑے زور سے ایک تحریک چلی، اور دیوبندی جماعت کے خلاف تبدیع وتشریک کے گولے برسانے کا کام عالمی پیمانے پر شروع ہوا، مقصد یہ تھا کہ جب دیوبندی فکر ومذہب اور فقہ حنفی کو کتاب وسنت کے خلاف ثابت کیا جائے گا اور انکو لوگوں کے سامنے کافر ومشرک بنا کر پیش کیا جائے گا تو طالبان جو اس دیوبندی فکر سے ہم آہنگ ہیں ان کے خلاف خود مسلمانوں کا ذہن بنے گا، اس کام کے لئے ان کو بڑی آسانی سے سلفی حضرات کی جماعت میں سے کچھ ایمان فروش اور پیسے کے پجاری مل گئے، اور جماعت دیوبند اور فقہ حنفی کے خلاف ایسا محاذ کھول دیا گیا کہ عقل حیران رہ گئی، مولانا اسعد مدنی اپنی خداداد بصیرت سے اس فتنہ کو بھانپ گئے اور

انھوں نے محسوس کر لیا کہ اگر اس فتنہ پر ضرب کاری نہیں لگائی گئی تو اس کا زور تھمنا مشکل ہو جائیگا
اور مسلمان ایک بڑے امتحان اور بڑی آزمائش سے دوچار ہو جائیں گے۔

چونکہ اس فتنہ کی آبیاری سعودیہ عربیہ سے ہو رہی تھی تو پہلے تو حضرت مدنی نے وہاں کے
ذمہ داروں کو خطوط لکھ کر متوجہ کیا، پھر ان سے بھی ملاقاتیں کیں اور ان کو اس فتنہ کی طرف متوجہ کیا، میں
خوب جانتا ہوں کہ حضرت مولانا نے اس کام کے لئے مکہ مکرمہ، جدہ اور مدینہ منورہ میں ہند و پاک کے اہل
الفکر فضلاء کی ایک جماعت کو اس کام پر لگایا تھا کہ جب حضرت مولانا وہاں سے واپس ہوں تو حضرت
ان کے کاموں کی نگرانی کریں اور ان کے جد و جہد کی بارآوری کے لئے کوشاں رہیں۔

لیکن جب ہزار کوششوں کے بعد بھی یہ فتنہ دبا نہیں بلکہ اس کی آگ دن بدن بھڑکتی رہی،
اس لئے کہ اس فتنہ کو ابھارنے والی جو طاقتیں تھیں ان کے وسائل لامحدود تھے، تو حضرت مولانا
ان فتنہ پردازوں کے مقابلہ میں براہ راست خود میدان میں آگئے اور جس جلسہ میں آپ کی شرکت ہوتی مولانا کی
تقریر کا موضوع اس زمانہ میں یہی فتنہ اور اس کا ابطال اور اس کی طرف علماء اور عوام کو متوجہ کرنا ہوتا
انھوں نے سلفیت کے خلاف ایسی تحریک چلائی کہ ہندوپاک برطانیہ اور بنگلہ دیش کی در و دیوار
مولانا اسعد مدنی کی آواز کی گھن گرج سنائی دینے لگی۔ مجھے معلوم ہے کہ مولانا کے بعض مخلصین حضرات
نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ کام تو دارالعلوم دیوبند کے کرنے کا ہے، جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے
یہ کام مناسب معلوم نہیں ہوتا، تو حضرت نے بڑے تند و تیز لہجہ میں ان سے عرض کیا تھا کہ کیا جمعیۃ کی
ذمہ داری یہ نہیں کہ وہ مسلک و مذہب کی حفاظت کرے، اور اکابر کی شان میں گستاخی کرنیوالے
اور ان کو کافر و مشرک بنانے والوں کا منہ بند کرے مجھ سے یہ قطعاً برداشت نہ ہوگا کہ اسلاف و اکابر
کی شان میں گستاخی ہوتی رہے اور ہم خاموش رہیں، اور اس کام کو صرف دارالعلوم کے حوالہ کرنے
پر اکتفا کریں، اس کے بعد ہی جمعیۃ کے زیر اہتمام اور حضرت مولانا کی صدارت میں دہلی میں تحفظ سنت
کانفرنس کا وہ تاریخی اجلاس ہوا جس نے سلفیت کے کس و بل کو ڈھیلا کر دیا، اور سعودی گورنمنٹ
کے بھی کان کھڑے ہو گئے کہ اب بھی ہماری طرف سے خاموشی رہی تو گورنمنٹ کی بہت زیادہ
بدنامی ہوگی۔

اس سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آیا، اس سے اس فتنہ کے بارے میں مولانا کی حساسیت کا اندازہ ہوگا، تحفظ سنت کانفرنس سے پہلے حضرت مولانا ملک کے مختلف اطراف کا دورہ کررہے تھے اور جگہ جگہ اس سلسلہ کا جلسہ ہورہا تھا، ایک جلسہ میرٹھ شہر میں بھی ہوا، حضرت مولانا نے میرٹھ کے اس جلسہ میں سعودی گورنمنٹ کے خلاف زبان بڑی سخت استعمال کی، غالباً یہاں تک کہہ دیا، اگر سعودی حکومت نے اس فتنہ پر لگام نہیں کسی تو میں سعودی گورنمنٹ کے خلاف پورے ملک میں بلکہ اس ملک کے باہر بھی آگ لگا دوں گا، یہ الفاظ تھے یا اس سے ملتے جلتے کچھ الفاظ تھے، یہ خبر قومی آواز اخبار میں چھپی اور سفیر سعودی عرب تک یہ بات پہونچی۔

ایک روز مولانا کا میرے پاس غازی پور فون آیا کہ تم فوراً بلا تاخیر دہلی آجاؤ، میں حیران کہ آخر معاملہ کیا ہے۔ بہرحال میں حضرت مولانا کی خدمت میں بلا تاخیر ایک روز کے بعد دہلی حاضر ہوگیا یہ دن بدھ کا تھا، حضرت مولانا میرے اس طرح پہونچ جانے سے بہت خوش ہوئے اور تنہائی میں بلاکر کے فرمایا کہ سعودی سفیر نے مجھے کل یعنی پنجشنبہ کو بلایا ہے اور غالباً اسی سلفیت کے موضوع پر گفتگو کے لئے بلایا ہے، اس لئے تم کچھ ضروری اہم نوٹس عربی میں تیار کرلو، پھر مجھے اپنے آفس کی چابی دی اور کہا کہ اب تم ہوگے اور یہ کمرہ ہوگا شام تک اس کمرہ میں کوئی نہیں آئے گا، چنانچہ تین تحریریں دو دو تین تین صفحات کی شام تک تیار کرلی، مولانا نے اس کو دیکھا اور پسند کیا پھر دوسرے روز میں اور حضرت مولانا سعودی سفارت خانہ گئے سعودی سفیر کو جب اطلاع ملی تو اس نے بلا تاخیر اسی وقت ہمیں بلالیا، ابتدائی گفتگو کے بعد سفیر صاحب نے قومی آواز کا وہی تراشا نکالا اور حضرت مولانا کو دکھلایا کہ آپ نے میرٹھ میں جو تقریر کی ہے اس میں حکومت سعودیہ کو اپنی تنقید کا سخت نشانہ بنایا ہے، جبکہ گورنمنٹ سے اس مسئلہ کا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ کام بعض شیوخ شخصی طور پر کررہے ہیں اس لئے آپ کو حکومت کے ذمہ داروں سے رابطہ قائم کرنا چاہئے تھا، گورنمنٹ کو تنقید کا نشانہ بنانا اور یہ سمجھنا کہ شیوخ کے اس شخصی عمل میں گورنمنٹ کی رضا سے ہورہا ہے غلط ہے، مولانا نے اس کے جواب میں فرمایا کہ سعودی حکومت میں تسلسل کے ساتھ کئی سالوں سے جماعت دیوبند اور فقہ حنفی کے خلاف زہرافشانی کا عمل جاری ہے، میں کیسے سمجھ لوں کہ حکومت کو اس فتنہ کی اطلاع نہیں ہے، جبکہ میں نے

خود کئی بار سعودی گورنمنٹ کے ذمہ داروں اور وزراء سے مل کر اس بارے میں گفتگو کی ہے اور سلفیوں کی حرکت سے ان کو باخبر کیا ہے، اور پھر مولانا نے بڑے زوردار لہجہ میں فرمایا کہ آپ کی حکومت میں تو اگر حکومت کی منشا اور رضا شامل نہ ہو تو ایک پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا، اسلئے میں اس کو بالکل تسلیم نہیں کرتا کہ جماعت دیوبند کے خلاف جو کچھ ہورہا ہے اس کی اطلاع آپ کی گورنمنٹ کو نہیں ہے، اور ابھی تو میں صبر سے کام لے رہا ہوں، اگر آپ کی حکومت میں الدیوبندیہ جیسی کتاب کی اشاعت ہوتی رہی اور ہمارے اکابر و اسلاف کے بارے میں بیہودہ گوئی کا سلسلہ رکا نہیں تو میں اس کے خلاف صرف دہلی ہی میں نہیں پورے ملک میں حکومت سعودیہ کے خلاف تحریک چلاؤں گا، مولانا کا تیور اور رعب و لہجہ دیکھ کر سعودی سفیر ذرا نرم ہوا اور اس نے کہا کہ کیا آپ نے گورنمنٹ کے ذمہ داروں سے اس بارے میں ملاقات کی ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ تین سال سے مسلسل میں جب بھی آپ کے ملک جاتا ہوں تحریرًا یا ان سے مل کر کے ان کو سلفیوں کی حرکتوں سے مطلع کرتا ہوں۔ جب میں نے دیکھا کہ وہاں تو معاملہ صدائے برنخواست کا ہے تو مجبورًا مجھے دہلی میں تحفظ سنت کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کرنا پڑا، اس سفیر صاحب نے کہا کہ اچھا آپ مجھے تحریر دیں میں ذمہ داروں سے خود رابطہ قائم کروں گا اور ان کو موجودہ صورت حال سے مطلع کروں گا، تب مولانا نے سفیر صاحب کو میری تیار کردہ چیزیں پیش کردیں اور پھر ہم واپس چلے آئے، میں نے راستہ میں مولانا سے عرض کیا کہ آپ نے سفیر سے بڑے سخت لہجہ میں گفتگو کی ہے، کہیں اس کا اثر برا نہ ہو تو مولانا نے فرمایا کہ ہمیں سعودیوں سے کیا لینا ہے کہ ہم انکی پرواہ کریں گے اور اب تو میرا تقریر کا انداز اور بھی سخت ہوگا، اور پھر اسی کے بعد دہلی میں دو روزہ تحفظ سنت کانفرنس ہوئی، جو ہندوستان میں اپنی نوعیت کی پہلی کانفرنس تھی اور جس میں ہند اور بیرون ہند علماء کی تقریبًا چار ہزار کی جماعت تھی اور جو اجلاس عام تھا وہ قابل دید نی تھا، عوام کا اتنا انبوہ جمع تھا کہ تال کٹورہ اسٹیڈیم کا وسیع ہال اپنی وسعت کے باوجود تنگ دامانی کا شکوہ کر رہا تھا۔

اور جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کانفرنس کے بعد ہی سعودی گورنمنٹ نے سلفیوں کو اپنی حکومت میں لگام دینی شروع کی اور ملک کی طرف سے سعودیہ کے تمام جامعات کو سرکلر جاری ہوا کہ جامعات

کے درس اور لکچرز میں کسی بھی اسلامی فرقہ یا اسلامی فقہ کے بارے میں کوئی بھی طعن وتشنیع کی بات نہ کی جائے اور نہ ان کو تنقید کا ہدف بنایا جائے، اور اسی کے بعد حرمین شریفین کو جو بعض بدبخت سلفی مشائخ ہمارے اکابر و اسلاف اور حضرت امام اعظم اور فقہ حنفی کے خلاف بکواسوں سے کتاب و سنت کے درس کے نام پر آلودہ کر رہے تھے انکی زبان بند ہوئی، اور آج الحمد للہ سعودی گورنمنٹ بھی سلفیوں کی حرکتوں کو بھانپ چکی ہے اور اسے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کا منبع اور اس کی اصل کہاں ہے۔

یہاں میں یہ بھی بتا دوں کہ مولانا کا یہ فیصلہ تھا اور انھوں نے مجھ سے کئی دفعہ یہ بات کہی تھی کہ میں نے یہ طے کیا ہے کہ دہلی جیسی کانفرنس میں بنگلہ دیش، پاکستان اور برطانیہ میں بھی کروں گا۔ مگر طالبان پر امریکہ کی یورش نے مولانا کے فیصلوں کو عملی جامہ پہننے کا موقع نہیں دیا اور مولانا کو اس دوسرے غم نے کھانا اور گلانا شروع کر دیا۔

ہندوستان کے قائدین اور علماء میں سے سلفیت کے فتنہ کو جس نے حقیقی طور پر سمجھا وہ حضرت مولانا ہی کی ذات گرامی تھی، دہلی کی کانفرنس کے بعد ممبئی میں دس روزہ تحفظ سنت عشرہ کے نام سے ایک طویل تقریروں اور جلسوں کا سلسلہ چلایا گیا تھا، جس میں ہندوستان کے منتخب مقررین کو حضرت مولانا کے مشورہ سے ممبئی جمعیۃ نے جمع کیا تھا اور ممبئی اور اطراف ممبئی میں ایک ایک روز میں کئی کئی پروگرام ہوتے رہے، جس کا اثر پورے صوبہ مہاراشٹر میں پڑ رہا تھا اور دینی بیداری کی لہر پیدا ہو رہی تھی، ایک ایک مقرر کا ایک دن میں تین چار پروگرام ہوتا تھا، دس روز کے بعد شہر ممبئی میں حضرت مولانا کی صدارت میں ایک تاریخی اجلاس ہوا جس میں مہاراشٹر اور شہر ممبئی کے علاوہ ہندوستان کے مختلف شہروں سے لوگ پہونچے تھے، اس طرح کا اجلاس بنگلور میں ہوا، اور ایک بڑا تاریخی اجلاس مدراس میں ہوا جس میں نو سو صرف علماء شریک تھے، پھر یوپی کے شہر گونڈہ میں ہوا، اور یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہا۔ یہ سب پروگرام حضرت مولانا ہی مدظلہ کی تگ و دو اور توجہ سے ہو رہے تھے، اور سب کا موضوع عوام کو سلفی فتنہ سے آگاہ کرنا تھا۔

سلفیت کے بارے میں مولانا اتنے چوکنے تھے کہ جہاں ایسی کوئی کتاب چھپی جس میں علماء دیوبند یا جماعت دیوبند یا فقہ حنفی کے بارے میں کسی سلفی عالم نے اپنے قلم کو حرکت دیا مولانا کو اس کی

اطلاع ہوتی اور مولانا اس کتاب کو حاصل کر کے ہم لوگوں کو دیتے کہ اس کا مطالعہ کرو اور اس کا جواب لکھو، یا کسی سلفی پرچہ میں اس طرح کا کوئی مضمون ہوتا تو مولانا با صرار اس کا جواب لکھواتے خود حضرت مولانا ان کتابوں اور مضامین کا بغور مطالعہ کرتے اور اس پر نشان لگاتے اور اپنے قلم سے حاشیہ چڑھاتے۔ سلفیت کے بارے میں مولانا کی حساسیت کو مزید سمجھنے کے لئے ایک واقعہ کا ذکر ضروری ہے۔

حضرت مولانا نے دہلی کی تحفظ سنت کانفرنس کے انعقاد سے پہلے دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ اور بعض دوسرے مدارس و ادارے کے اہل قلم علماء کو مکلف کیا تھا کہ جن فقہی و اعتقادی مسائل و موضوعات کو سلفیت زدہ طبقہ اپنے قلم کی آماجگاہ بنائے رہتا ہے، ان موضوعات میں سے ایک ایک موضوع پر ہر شخص ایک رسالہ تیار کرے جس کو تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر جمعیۃ کی طرف سے شائع کیا جائے گا، ان علماء سے مولانا بار بار اس کا تقاضا کرتے رہتے تھے، چنانچہ الحمدللہ مولانا کی اس فکر و توجہ سے تقریباً ستائیس اٹھائیس کتابچے و رسالے تیار ہو گئے ان میں ہر رسالہ اپنی جامعیت اور موضوع کے احاطہ میں بے نظیر ہے، تحریر کا اسلوب بھی سنجیدہ اور متین ہے، احناف کے موقف کو دلائل کی روشنی میں اولیٰ اور اقرب الی الصواب ثابت کیا گیا ہے، تحفظ سنت کے موضوع پر ان تمام رسائل کو جمعیۃ علماء نے اپنے خرچ سے شائع کیا، رسائل کے یہ سٹ اتنے مقبول ہوئے کہ چند ہفتوں میں تقریباً دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوئے اور ختم ہو گئے، بعض اداروں نے اپنی طرف سے بھی ان کو شائع کیا، پاکستان میں بھی ان رسائل کی بڑی تعداد میں اشاعت ہوئی تحفظ سنت کانفرنس کی مقبولیت اور ان رسائل کی اشاعت نے اس بڑے پیمانہ پر غیر مقلدین میں بوکھلاہٹ پیدا کر دی، اور ان رسائل کا رد لکھنے کیلئے جماعت کے افراد میں مشورہ ہونے لگا، مگر ان تمام رسائل کا جواب لکھنا کوئی آسان کام نہیں تھا، اس لئے بہت دنوں تک تو خاموشی رہی مگر غیر مقلدین کی جماعت جواب نہ لکھے جانے کی شکل میں اپنی سبکی بھی محسوس کرتی رہی، اسلئے ان کا جواب لکھنے کیلئے مشورہ ہوتا رہا اور تگ و دو جاری رہی، تا آنکہ جامعہ سلفیہ بنارس کے شیخ الحدیث مولانا رئیس احمد ندوی کو اس کام کے لئے تیار کیا گیا، مولانا رئیس احمد ندوی کا قلم بڑا

برق رفتار ہے، ہزار دو ہزار صفحات کی کتاب تیار کر دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے، چنانچہ موصوف نے ان رسائل کے رد کے نام سے تقریباً نو سو صفحات کی ایک کتاب بڑے سائز کی تیار کر دی اور بڑے آب و تاب سے یہ کتاب شائع ہوئی، یہ کتاب کیا ہے، اس کا تعلق بس دیکھنے ہی سے ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دیوانہ قلم چلا رہا ہے اور قلم کی زبان سے گالیوں کا آبشار پھوٹا پڑ رہا ہے، حضرت امام اعظم سے لے کر جماعت دیوبند کے ہر بڑے عالم کو نہایت گندے الفاظ سے مصنف موصوف نے یاد کیا ہے، کسی رسالہ کا پورا جواب نہیں ہے، جواب کے نام پر ایک نشانہ مذاق تیار کیا گیا ہے جس کو دیکھ کر یا کوئی ہنسے گا یا مصنف کے انداز تحریر اور اسکے علمی دیوالیہ پن پر روئے گا۔

جب یہ کتاب بازار میں آئی اور حضرت مولانا کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس کا ایک نسخہ خرید وایا اور اس کا خود مطالعہ کیا اور اس پر جگہ جگہ اپنی عادت کے مطابق نشان لگائے اور پھر کتاب کے مقدمہ کی متعدد کاپی تیار کرا کر دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب کو بھیجی کہ جن اساتذہ دیوبند کے رسالہ پر اس کتاب میں تبصرہ ہے وہ اس کا جواب لکھیں، حضرت مہتمم صاحب نے اساتذہ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا پھر ہر ایک کی خدمت میں مولانا کی ارسال کردہ فوٹو کاپی بھیج دی، مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس کتاب میں صرف گالیاں اور بدزبانیاں ہیں اسلئے اساتذہ میں سے کسی نے بھی اس کتاب کا رد لکھنے کی تائید نہیں کی مگر حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ کو اساتذہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں تھا، چنانچہ میں جب دہلی حاضر ہوا تو انھوں نے مجھ سے بھی اس کتاب کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اس کتاب کا جواب لکھنا چاہیے اور یہ کام تم کرو، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا حکم سر آنکھوں پر، مگر میں اس گندی کتاب پر دو سو روپیہ اپنے جیب سے خرچ کرنے والا نہیں ہوں (کتاب کی قیمت دو سو تھی) میں نے یہ بات تو یوں ہی مذاق میں کہی تھی مگر پھر دیکھا کہ مولانا نے اسی وقت ایک صاحب کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور جامع مسجد دہلی سے اس کتاب کے پانچ نسخے خرید لاؤ، اس وقت تو ان کو یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی مگر مولانا معلوم کرتے رہے کہ کتاب کہاں ملے گی، ان کو معلوم ہوا کہ یہ ممبئی سے چھپی ہے وہیں ملے گی تو مولانا نے ممبئی سے اس کتاب کے پانچ نسخے منگوائے اور جمعیۃ دفتر میں میرے پاس اس کا ایک نسخہ بھیجنے کی تاکید کی، پوری کتاب کو پہلی دفعہ جب میں نے دیکھا تو میرا بھی تاثر یہی تھا

کہ اس کتاب کا جواب نہ دینا ہی بہتر ہے، اور میں نے حضرت مولانا سے ایک ملاقات کے
پر اس کا ذکر بھی کیا مگر مولانا کی رائے اب بھی یہی تھی کہ اس کا جواب ضرور لکھا جائے، والا
کا حکم مالئا میرے لئے مشکل تھا اسلئے میں نے پوری کتاب کا تو نہیں کتاب کے شروع میں مصنف
موصوف کا جو لمبا چوڑا مقدمہ تھا اسی کو سامنے رکھ کر ایک تحریر لکھی اور اس کے لئے زمزم کا
ایک پورا شمارہ خاص کر دیا، عام طور پر یہ تحریر پسند کی گئی مگر جس کے حکم پر یہ تحریر لکھی گئی تھی
وہ اپولو ہاسپٹل میں تھا، اور موت وحیات کی کشمکش سے دوچار تھا، اور اس کی نگاہ سے
میری یہ تحریر گذر نہیں سکی، مجھے یقین تھا کہ حضرت مولانا اگر اس تحریر کو دیکھتے تو مجھے
ڈھیروں اپنی دعاؤں سے نوازتے۔

اس قصہ طولانی کے ذکر کرنے کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ
کو مسلک ومشرب کی حفاظت اور اس کے دفاع کی فکر کتنی دامنگیر رہا کرتی تھی۔

میرا برطانیہ کا جب سفر ہوا تھا تو اسی درمیان حضرت مولانا بھی لندن تشریف
لے گئے تھے اس وقت لندن سے دو ڈھائی سو کلو میٹر کے فاصلہ پر نیٹن شہر میں میرا قیام تھا۔ مجھے معلوم
ہوا کہ حضرت مولانا کا پروگرام اس شہر سے بیس پچیس کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے، اس جگہ میرا
کوئی پروگرام نہیں تھا، صرف مولانا سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا، مگر مولانا نے کہا
کہ پہلے تم کو تقریر کرنی ہے پھر میں تقریر کروں گا، میں نے آدھ گھنٹہ اپنے موضوع پر تقریر کی
اور پھر حضرت مولانا نے یہ فرماتے ہوئے اپنی تقریر شروع کی کہ مجھے اس جلسہ میں کسی اور موضوع
پر تقریر کرنی تھی مگر مولانا غازی پوری کی تقریر کے بعد مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس موضوع پر
میں بھی کچھ کہوں اور پھر انھوں نے اپنے انداز میں آدھ پون گھنٹہ تقریر کی، اس موقع پر مولانا
نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری تقریر کہاں کہاں ہوئی، میں نے جب انکو اپنے پروگرام کی تفصیل بتلائی
تو خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ برمنگھم میں تمہاری تقریر ضرور ہونی چاہئے، وہاں غیر مقلدوں کا
زور ہے، اور اسی شہر میں ان کا سب سے بڑا مرکز بھی ہے، چنانچہ حضرت مولانا عتیق الرحمن سنبھلی
نے میرا اس شہر میں بھی وہاں کے لوگوں سے رابطہ قائم کرکے پروگرام بنوایا اور الحمدللہ وہاں بڑا کامیاب

پروگرام ہوا۔

حضرت مولانا سلفیت کو وقت حاضر کا بہت بڑا فتنہ سمجھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آخر زمانہ میں عام طور پر ان کی تقریر کا موضوع فتنۂ سلفیت ہوتا تھا، اور اگر موضوع کوئی دوسرا بھی ہوتا تو ادنیٰ مناسبت سے اس موضوع کو بھی ضرور چھیڑتے اور بعض دفعہ تو انکی تقریر ایسی گھن گرج کی ہوتی کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا، مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی جھجھک نہیں کہ حضرت مولانا کے فتنۂ سلفیت کے خلاف میدان میں آجانے کے بعد بہت سے ان علمائے کرام کی بھی زبان رد سلفیت کے لئے کھل گئی جو اس موضوع پر بولنا یا تو اپنی کسر شان سمجھتے تھے یا مصلحت کے خلاف، مگر جب مولانا نے اس موضوع کو اپنی دلچسپی اور توجہ کا مرکز بنایا تو پھر پورے ہندوستان میں رد غیر مقلدیت وسلفیت کی ایک عام تحریک پیدا ہو گئی اور جگہ جگہ سلفیت اور غیر مقلدیت کے خلاف جلسے ہونے لگے مولانا نے اس فتنہ کی خطرناکی بھانپ کر دارالعلوم دیوبند میں رد غیر مقلدیت کا شعبہ کھلوایا اور پھر دارالعلوم کی تقلید میں ملک کے متعدد جامعات و مدارس میں دوسرے شعبوں کے ساتھ یہ شعبہ کھولنے کا سلسلہ شروع ہوا۔

میں یہاں یہ بھی عرض کروں گا کہ حضرت مولانا کے سامنے صرف غیر مقلدیت اور سلفیت کا فتنہ نہیں تھا بلکہ جو بھی تحریک ہندوستان میں اسلام کے خلاف اٹھی مولانا نے اس کے تعاقب کا انتظام کیا اور اس کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا، خواہ وہ عیسائیت ہو، منکرین حدیث ہوں، قادیانیت ہو یا شیعیت ہو مولانا کے سامنے یہ سارے فتنے تھے، اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ان کا بھرپور تعاقب کیا جاتا رہا اور اس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، دارالعلوم دیوبند میں تحفظ ختم نبوت کے نام سے مستقل ایک شعبہ مولانا ہی کی توجہ دلانے سے قائم ہوا ہے، اور اس کے ذریعہ سے جو ہندوستان میں کام ہو رہا ہے اور بڑا ہی قابل قدر ہے۔ آج ہندوستان میں قادیانیوں کو ہزار جدوجہد کے باوجود جو کامیابی نہیں مل پا رہی ہے اس میں دارالعلوم دیوبند کے اس شعبہ کا بڑا قابل قدر کردار ہے۔

بات میں بات نکلتی جا رہی ہے میرا یہ مضمون طویل ہوتا جا رہا ہے، اسلئے اخیر میں ایک بات کا ذکر کر کے میں اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

میں پاکستان گیا ہوا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے جب نواز شریف کا دور حکومت تھا۔ اور جس روز میری واپسی تھی اسی روز کی شب میں نواز شریف حکومت کا تختہ پلٹ کر کے مشرف نے حکومت پر اپنا قبضہ جمالیا تھا، نواز شریف کے دور میں دینی جلسہ جلوس کرنا بڑا مشکل تھا، شیعہ کے جلسوں میں سنیوں کی بمباری ہوا کرتی تھی، سنیوں کے جلسہ جلوس میں شیعہ حملہ آور ہوا کرتے تھے۔ مقلدین کے جلسہ جلوس میں غیر مقلدین بم داغتے اور ان کے جلسہ میں مقلدین ان سے بدلہ لیتے حتی کہ مسجدوں میں نماز پڑھنا بھی دشوار تھا، نمازیں بھی سنگینوں کے سایہ میں پڑھی جاتی تھیں، علماء کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا تھا، پاکستان کے حالات سے حضرت مولانا پوری طرح باخبر تھے، ان کو کسی سے معلوم ہوا کہ میں پاکستان گیا ہوں، اب ان کو میری فکر ہوگئی، پہلے تو انھوں نے غازی پور میرے گھر فون کیا کہ میں پاکستان میں کہاں ہوں، گھر والوں نے بتلایا کہ ہمیں پاکستان کے سفر کی پوری معلومات نہیں ہے اور ابھی پاکستان سے کوئی فون بھی نہیں آیا ہے۔ پھر حضرت مولانا نے میرے عزیز دوست حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب بنارسی کو فون کیا تو انھوں نے بھی جواب دیا کہ اس کی اطلاع تو ہے کہ وہ پاکستان گئے ہیں مگر اس وقت وہ پاکستان میں کہاں ہیں اس کی اطلاع میرے پاس نہیں ہے۔ تو حضرت مولانا نے جامعہ مدنیہ لاہور پاکستان فون کیا، میرا قیام اسی مدرسہ میں لاہور ہی میں تھا مگر جب حضرت کا فون پہونچا تو میں استنجا کے لئے گیا ہوا تھا، جامعہ مدنیہ کے مہتمم مولانا رشید میاں نے فون اٹھایا تو مولانا نے ان کو بڑی تاکید کی کہ مولانا غازی پوری آپ کے مدرسہ میں ہیں ان کی پوری دیکھ بھال کی جائے، حضرت مولانا کے فون کی خبر لے کر مولانا رشید میاں صاحب میرے پاس آئے، پھر انھوں نے لوگوں سے کہا کہ حضرت مدنی مولانا غازی پوری کے بارے میں بڑے متفکر تھے اور بار بار ان کے بارے میں مجھے ہدایت دے رہے تھے، ہمیں نہیں معلوم تھا کہ مولانا غازی پوری حضرت کے بڑے خاص آدمی ہیں۔

اس واقعہ سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت مولانا کا اپنے چھوٹوں کے ساتھ جن کے بارے میں ان کو یہ یقین تھا کہ وہ کچھ کام آدمی ہے کیسا خصوصی تعلق ہوتا تھا۔ اب یہ بزرگانہ ادائیں

ہمیں کہاں دیکھنے کو ملیں گی ۔ حضرت کے ساتھ یہ ساری خصوصیات بھی رخصت ہو گئیں۔
وکل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذو الجلال والاکرام ۔

حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کی مکتبہ اثریہ سے شائع ہونیوالی

چند اہم کتابیں ورسائل

۱ - وقفۃ مع اللامذھبیۃ (عربی) اڈیشن ختم ہے۔

۲ - وقفۃ مع معارضی شیخ الاسلام محمد ابن عبد الوھاب (عربی)

(۳) صور منطق (عربی)

(۴) ارمغان حق جلد اول و دوم

(۵) ۔ مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت ومذہب جمہور کے آئینہ میں اڈیشن ختم ہے

(۶) بریلوی مذہب پر ایک نظر ایڈیشن ختم ہے

(۷) محدثین کی قوت حفظ تاریخ کی روشنی میں ایڈیشن ختم ہے

(۸) غیر مقلدین کی ڈائری

(۹) غیر مقلدین کے لئے لمحۂ فکریہ

(۱۰) آئینۂ غیر مقلدیت

(۱۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ایڈیشن ختم ہے

(۱۲) صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر

(۱۳) حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد وقبول

(۱۴) صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر

(۱۵) ھل الشیخ ابن تیمیۃ من اھل السنۃ والجماعۃ (عربی)

(۱۶) کیا ابن تیمیہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟ (اردو)

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، ان سے حضرت امام اعظم نے پوچھا کہ ابتدا میں تمہارا حال کیا تھا؟ تو فرمایا کہ میں شروع میں گانے بجانے کا بہت شوقین تھا، ایک روز میں اپنے دوستوں کے ساتھ باغ میں تھا، کھانے پینے کی مجلس دیر رات تک جمی رہی، جب رات کافی گذر گئی تو مجھے نیند آ گئی، میں نے حالتِ نوم میں خواب دیکھا کہ میرے سر کے اوپر ایک درخت ہے، اس پر ایک چڑیا قرآن کی اس آیت کو پڑھ رہی ہے۔ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق (ترجمہ) کیا ان لوگوں کے لئے وقت آ نہیں پہونچا ہے جو ایمان لا چکے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کیلئے جھکیں اور جو حق اتر چکا ہے اس کیلئے۔ تو میں نے کہا کہ کیوں نہیں! پھر میں بیدار ہو گیا، اور میں نے گانے بجانے کے سامان کو توڑ ڈالا، اور میں نے ان سب کو جلا دیا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے، میرے پاس فقہ کا جو علم ہے وہ حضرت امام اعظم سے حاصل کردہ ہے، نیز فرماتے تھے اگر اللہ نے حضرت امام ابوحنیفہ اور امام سفیان ثوری کے ذریعہ میری دستگیری نہ فرمائی ہوتی تو میرا حال بھی عام لوگوں جیسا ہوتا۔

ابووہب فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے پاس سے ایک اندھے کا گذر ہوا تو اس نے ان سے دعا کی درخواست کی، انھوں نے اس کیلئے دعا فرمائی تو اللہ نے اس اندھے کو بینائی عطا کر دی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی شان میں بہت سے مدحیہ اشعار کہے ہیں۔ ان میں سے چار شعر کا ترجمہ یہ ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۲ پر

محمد اجمل مفتاحی

طلہ اشیرانای

خمار سلفیت

شیخ جمن نے الارم گھڑی ہٹادی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی، شیخ جمن نے اپنی اس گھڑی کو جس کی آواز پر وہ تہجد کے لئے اٹھا کرتے تھے اپنے کمرہ سے ہٹادی ہے

باپ ۔ اوہ اب میں سمجھا کہ تہجد کے وقت اب ان کی آواز سنائی نہیں دیتی ہے، شاید انھوں نے تہجد پڑھنا ترک کردیا ہے ؟ تبھی تو گھڑی کو اپنے پاس سے ہٹادیا ہے۔ مگر انھوں نے ایسا کیوں کیا ؟ اس گھڑی کی آواز سے صوفی گلزار بھی جاگ جایا کرتے تھے اور ان کو بھی دو چار رکعتیں تہجد پڑھنے کی توفیق ہو جایا کرتی تھی۔

بیٹا ۔ اباجی اب ان کی تحقیق یہ ہے کہ الارم کی گھڑی کا استعمال بدعت ہے ؟ بدعت کے سہارے تہجد پڑھنا ان کو گوارا نہیں ہے۔

باپ ۔ بیٹا ۔ الارم گھڑی کو بدعت کس آدمی نے کہا ہے ہمارے علماء کا بھی کوئی ایسا فتویٰ نہیں ہے ؟

بیٹا ۔ اباجی شیخ جمن حفظہ اللہ خود مجتہد ہیں، انھوں نے بذریعہ قیاس اس گھڑی کا

استعمال بدعت ہونا معلوم کرلیا ہے ۔

باپ ۔ انھوں نے کیسے قیاس کیا ہے کچھ معلوم تو ہو ؟

بیٹا ۔ اباجی ان کا صغریٰ یہ ہے ۔ گھڑی سے لوگ حضور کے زمانہ میں تہجد نہیں پڑھا کرتے تھے ،، اور کبریٰ یہ ہے ،، اور جو کام حضور کے زمانہ میں نہ رہا ہو وہ بدعت ہے ،،
اب نتیجہ یہ نکلا ، کہ ،، گھڑی سے تہجد کی نماز پڑھنا بدعت ہے ،،۔

باپ ۔ بیٹا شیخ جمن تو جاہل محض ہیں ان کو صغریٰ وکبریٰ سے نتیجہ نکالنا کس نے سکھایا ہے !

بیٹا ۔ اباجی ، آپ ایسا نہ فرمائیں ، ہماری جماعت کا ہر فرد مجتہد سے کم نہیں ہوتا ہے ۔
شیخ جمن نے علامہ تیس مارخاں کی لاجواب کتاب ،، مصنوعی تسبیح ،، کا زبردست مطالعہ کیا ہے ، بس ان کے اندر تحقیق و اجتہاد کا جوار بھاٹا پھوٹ پڑا ہے اور ان کو صغریٰ وکبریٰ سے نتیجہ نکالنا آ گیا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا اس کتاب میں کس موضوع کو پرداد تحقیق دی گئی ہے ؟

بیٹا ۔ اباجی علامہ شیخ تیس مارخاں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ والوں کے ہاتھ میں جو تسبیح ہوتی ہے وہ بدعت ہے ، حضور کے زمانہ میں اس کا رواج نہیں تھا ، یہ سارے اللہ والے حضور کے زمانہ کے بعد ہی سے دانوں پر ، کنکریوں پر ، کھجور کی گھٹلیوں پر اپنے اوراد کو شمار کرنے کی بدعت میں مبتلا ہو گئے تھے ، اور یہ بلا ان اللہ والوں میں ہندوؤں کے میل جول سے پیدا ہوئی تھی ، یعنی جس طرح ہندوؤں میں سادھو لوگ دانوں کی مالا بناتے ہیں اور اس کو جپتے ہیں یہ اللہ والے اور صوفیا بھی انھیں سادھوؤں کی دیکھا دیکھی دانوں کی تسبیح بنا کر مالا جپنے لگے ۔

باپ ۔ تو شیخ جمن حفظہ اللہ نے قیاس تو بالکل صحیح کیا ہے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے کبھی الارم والی گھڑی کی آواز پر اٹھ کر تہجد نہیں پڑھی ، اسلئے الارم والی گھڑی کی کی آواز پر اٹھ کر تہجد پڑھنا جائز نہیں ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی مگر یہاں ایک بہت اہم نکتہ اور ہے ، اس کی طرف علامہ تیس مارخاں کی

نگاہ نہیں گئی۔

باپ ۔ وہ خاص اور بہت اہم نکتہ کیا ہے بیٹا، ذرا سناؤ اللہ تمہارے علم میں برکت دے۔

بیٹا ۔ ابا جی وہ نکتہ یہ ہے کہ جو امر مقصود شرعی کے حصول میں ممد و معاون ہو وہ امر بذاتِ خود شرعی مطلوب ہوتا ہے، اس پر عدم جواز کا فتویٰ لگانا یا اس کو بدعت قرار دینا جہالت اور احکام شرعیہ سے ناواقفیت ہے، چونکہ تہجد کی نماز پڑھنا یہ مطلوب شرعی ہے، اور الارم گھڑی گہری نیند سے آدمی کو بیدار کرنے میں مدد دیتی ہے اس وجہ سے اس الارم گھڑی کا استعمال بھی مستحب و مندوب اور مشروع ہوگا، اسکو بدعت قرار دینا عین جہالت کی بات ہوگی، اسی طرح چونکہ ذکر و اذکار کے ضبط کرنے اور اس کے اعداد کو محفوظ رکھنے کا تسبیح بہترین ذریعہ ہے اس وجہ سے تسبیح کو بدعت قرار دینا اور خلاف شرع کہنا جہالت کی بات ہے، مثلاً بخاری و مسلم شریف کی روایت ہے من قال سبحان اللہ و بحمدہ فی یوم مأۃ مرۃ حطت خطایاہ و ان کانت مثل زبد البحر (مشکوۃ) یعنی جس آدمی نے ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ کہا تو اس کے گناہ اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں ختم کر دیئے جائیں گے۔ اب سو مرتبہ انگلی پر گننے میں بھول ہو سکتی ہے تو اس کیلئے تسبیح استعمال کی جاتی ہے تاکہ عدد یاد رہے، پھر جب سو مرتبہ کا یہ ثواب ہے تو ہزار مرتبہ کا کتنا ثواب ہوگا۔ اب ہزار مرتبہ اس کلمہ پاک کو انگلی پر گننا دشوار ہے تو اس کی مدد کے لئے تسبیح ہے، تو معلوم ہوا کہ تسبیح تو اس مقصود شرعی کے حصول کا ایک ذریعہ ہے، پس یہ ذریعہ خود مشروع و مستحب ہوا، پس تسبیح کے استعمال کو ناجائز حرام اور بدعت بتلانا عین جہالت و حماقت ہے۔

باپ ۔ بیٹا تم نے اپنی بات سے جی خوش کر دیا، علامہ تیس مار خاں کی تیس ماری کو تمہاری بات نے ہوا کر دیا۔

بیٹا ۔ ابا جی، یہ علامہ تیس مار خاں "مصنوعی تسبیح" والے صوفیہ اور اللہ والوں کی دشمنی

میں تو اس تسبیح کو بدعت نہیں کہہ رہے ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

علامہ تیس مار خاں نے امام ذہبی کے مقابلہ میں اپنی تیس ماری دکھائی

بیٹا ۔ اباجی علامہ تیس مار خاں کا رسالہ "مصنوعی تسبیح کی حقیقت" کا آپ نے مطالعہ کیا ہے !

باپ ۔ بیٹا میں نے اس رسالہ کا نام ابھی تمہاری زبان سے سنا ہے ، یہ علامہ تیس مار خاں کون "حفظہ اللہ" ہیں ۔

بیٹا ۔ اباجی بڑے محقق عالم ہیں ، ان کا نام رسالہ پر اس طرح لکھا ہے ۔ فضیلة الشیخ محمد عزیز شمس حفظه الله مکه مکرمة ۔

باپ ۔ بیٹا ، اس رسالہ میں علامہ تیس مار خاں حفظہ اللہ نے کیا لکھا ہے ؟

بیٹا ۔ اباجی اس رسالہ میں اس کی تحقیق کی گئی ہے کہ صوفیائے کرام اور بزرگان دین جو تسبیح پر ذکر و اذکار کرتے ہیں ، وہ حرام ہے ، ناجائز ہے ، بدعت ہے ، منہی عنہ ہے ! خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہے ۔

باپ ۔ بیٹا ، تسبیح کا استعمال تو عہد صحابہ سے ہے ، عہد تابعین سے ہے ، اور آج تک تمام اللہ والوں نے اس کو اچھا سمجھا ہے ، یہ تسبیح بدعت کیسے ہو گئی ۔

بیٹا ۔ اباجی علامہ تیس مار خاں نے اس تسبیح کے بدعت ہونے کو پختہ شواہد و دلائل سے ثابت کر دیا ہے ، اس رسالہ کو پڑھنے کے بعد علامہ بحرانی اور ان کے بڑے بھائی علامہ طغیانی اور ان کے چھوٹے بھائی علامہ کوہستانی نے اپنی اپنی تسبیحوں کو جلا دیا ہے ۔ اور اپنا کان پکڑے اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں کہ ہم نے بڑے گناہ کا اب تک کام کیا تھا ، یا اللہ تو ہمیں معاف کر دے ۔

باپ ۔ بیٹا ، مگر جس کام کو صحابہ کرام نے کیا ہو وہ بدعت کیسے ہوگا ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں حافظ اہل حدیث تھے ، ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ وہ

سب سے پہلے اہلحدیث تھے، ان کے پاس ہزار گرہوں والی تسبیح تھی جس پر وہ اپنے اذکار کو گنا کرتے تھے، حافظ ذہبی حضرت ابوہریرہ کے پوتے کا بیان نقل کرتے ہیں کان لہ خیط فیہ الف عقدۃ لا ینام حتی یسبح بہ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگا تھا جس میں ایک ہزار گرہیں تھیں وہ اس پر تسبیح پوری کرتے تب سوتے۔ (تذکرہ)

بیٹا۔ اباجی، حضرت ابوہریرہ اور ان جیسے دوسرے صحابہ کرام سے جو کچھ منقول ہے اسکو علامہ تیس مار خاں نے ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ثابت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے ان آثار میں ضعیف اور مجہول راوی ہیں یا سلسلہ سند منقطع ہے۔

باپ۔ بیٹا، یہ علامہ تیس مار خاں امام ذہبی سے بھی زیادہ محقق ہیں کیا، علامہ ذہبی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس تسبیح کو ان کے محامد و مناقب میں بلا نکیر شمار کرتے ہیں اور علامہ تیس مار خاں کو حضرت ابوہریرہ کا اثر ضعیف اور ناقابلِ اعتبار نظر آرہا ہے، ہمارے لوگوں نے اپنے علمکا کتنا رسوا کیا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے، تسبیح کو تمام اللہ والوں نے اچھا سمجھا ہے اور اس کو ذکر او راد کو شمار کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، تو اسکو برا اور بدعت بتلانے والا بڑا ہی جاہل ہے۔

بیٹا۔ اباجی وہ جو حدیث میں ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے، تو یہاں مسلمان سے مراد ہم اہلحدیث یعنی غیر مقلد لوگ ہیں، اس پر الف لام عہد کا ہے۔

باپ۔ بیٹا یہ تحقیق کس علامہ کوہستانی کی ہے؟

بیٹا۔ اباجی یہ تحقیق ہمارے تمام علماء کوہستانی کی ہے، اسلئے کہ تقلید شرک ہے اور مقلدین مشرک ہیں، مومن اور مسلم تو صرف ہم ہی غیر مقلد لوگ ہیں اور جتنے اللہ اللہ کرنے والے اور تسبیح گننے والے تھے یا ہیں سب مقلد ہیں، تو حدیث میں جو مومنین اور مسلمین کا ذکر ہے اس سے مراد صرف ہم ہی لوگ ہیں، مقلدین نہیں ہیں۔

باپ - ہماری انھیں تحقیقات کی وجہ سے ہمارا گروہ غیر مقلدین اللہ والوں کی صفوں سے کٹا ہوا اور رشد وخیر سے محروم ہے -

بیٹا - اباجی اس قسم کے مسائل کو چھیڑنا کیا شیطانی حرکت نہیں ہے ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

لومنڈکی کوبھی زکام ہونے لگا

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی الدکتور وصی اللہ عباس کون بزرگ ہیں، شیخ جمن حفظہ اللہ کل صبح بجو جانے والے کی دوکان کے سامنے ان کو بے نقط سنا رہے تھے -

باپ - بیٹا، وہ تو ہماری جماعت کے بہت محقق اور بڑے عالم ہیں، ہماری جماعت کو ان سے بڑا فیض پہونچ رہا ہے، جامعہ ام القری یعنی مکہ یونیورسٹی میں وہ بڑے استاذ ہیں حرم شریف میں ان کا درس ہوتا ہے، احناف کی ناک میں انھوں نے دم کر رکھا ہے - اب سعودی نیشنلٹی کے مالک ہیں -

بیٹا - اباجی مگر جمن حفظہ اللہ توان کو لگاتار بے نقط سنائے جا رہے تھے - اور ان کو جاہل اور نہ معلوم کیا کیا کہہ رہے تھے -

باپ - بیٹا تم نے ان سے اس کی وجہ تو معلوم کی ہوتی دکتور عباس تو بڑے محقق عالم ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، حدیث ورجال پر ان کی نگاہ بڑی گہری ہے -

بیٹا - شیخ دلبستانی نے ان سے کچھ پوچھا تھا مگر شیخ جمن بڑے طیش میں تھے اور بس دکتور وصی اللہ کو بے نقط سنائے جا رہے تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے عالموں نے اولیاء دشمنی کی حد کو پار کر لیا ہے، اللہ والوں سے بغض وعداوت اور ان کے بارے میں ان کی دریدہ دہنی نے جماعت غیر مقلدین کو ذلیل وخوار کر دیا ہے، غیر مقلد کا لفظ

اب ہمارے لئے گالی بنتا جارہا ہے۔

باپ۔ بیٹا، اب میں شیخ جمن کے غصہ کی وجہ جان گیا، قصہ یہ ہے کہ الدکتور وصی اللہ عباس نے حضرت امام احمد بن حنبل کی کتاب العلل ومعرفۃ الرجال، کی تحقیق کی ہے انھوں نے کتاب کے حاشیہ میں جگہ جگہ صوفیائے کرام اور اللہ والوں پر تبصرہ کیا ہے، تصوف کے متعلق باتوں کا رد کیا ہے، تلاوت اور عبادت کی کثرت کو بدعت اور ممنوع بتلایا ہے۔ شیخ جمن نے اس کتاب کا مطالعہ گہرائی سے کیا ہے، اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی سے شیخ جمن میں دکتور وصی اللہ سے انحراف پیدا ہوا ہے۔

بیٹا۔ اباجی، کیا دکتور وصی اللہ کے نزدیک قرآن کی تلاوت کی کثرت اور عبادت کی کثرت بھی ممنوع اور ناجائز ہے۔

باپ۔ ہاں بیٹا، ان کی تحقیق تو یہی ہے۔ دیکھو اس کتاب کی پہلی جلد میں ہے حدثنا شعبة قال كانت ثابت البنانی یقرأ القرآن فی یوم ولیلة ویصوم الدھر، (ج ۱ ص ۲۸۶) یعنی شعبہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اور ایک رات میں قرآن ختم کیا کرتے تھے اور مسلسل روزہ رکھتے تھے۔

تو اس پر پی ایچ ڈی وصی اللہ عباس نے یہ حاشیہ چڑھایا ہے۔

وقد ثبت النھی عن صوم الدھر وختم القرآن فی اقل من ثلاثة

یعنی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) صوم دہر اور تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنے کی ممانعت ثابت ہے۔

یعنی پی ایچ ڈی وصی اللہ کے نزدیک حضرت ثابت بنانی کا یہ عمل یعنی مسلسل روزہ رکھنا اور تین دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا حرام اور ممنوع اور غیر شرعی اور خلاف سنت تھا۔

بیٹا۔ اباجی یہ حضرت ثابت بنانی تو بڑے عابد وزاہد محقق حافظ حدیث تھے، ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا یہ عمل خلافِ سنت اور ممنوع تھا، اور وہ غیر شرعی اور بدعت

عمل کے مرتکب تھے بڑی جرأت کی بات ہے۔

باپ - بیٹا بڑوں اور اللہ والوں کے بارے میں ہماری انھیں جرأتوں نے تو ہمیں ذلیل کر رکھا ہے ہم میں چار حرف کا کوئی عالم بن جاتا ہے تو اپنی قابلیت ثابت کرنے کے لئے بڑوں بڑوں پر حتیٰ کہ صحابہ وتابعین پر حملہ کرتا ہے۔

بیٹا - اباجی، مگر یہ ہمارے محقق صاحب کس کس کو امر حرام اور بدعت کا مرتکب قرار دیں گے، یحییٰ بن سعید قطان کا بیس سال یہ معمول رہا ہے کہ وہ ہر رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے، حضرت منذر بھی مشہور محدث ہیں، وہ پچاس سال سے ایک دن کا ناغہ کر کے روزہ رکھتے تھے، مسلم بن خالد مشہور محدث ہیں وہ بھی صوم دہر رکھتے تھے، امام وکیع مشہور محدث ہیں وہ بھی صوم دہر کے پابند تھے اور ہر رات ایک قرآن ختم کرتے تھے، امام شافعی رمضان میں ساٹھ قرآن ختم کرتے تھے، اور تو اور تمہارے امام بخاری رمضان میں روزانہ دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور ان کے بارے میں یہ بھی ہے کہ وہ صوم الدھر کے پابند تھے۔

اباجی کیا یہ تمام محدثین امر شرعی سے معاذ اللہ جاہل تھے، اور آج کے پی ایچ ڈی وصی اللہ عباسی جیسے لوگ ہی شریعت قرآن وحدیث کے احکام سے واقف ہیں، ان بے شرموں کو اکابر امت کے بارے میں لب کشائی کرنے کا کیوں اتنا حوصلہ ہو گیا ہے؟

باپ - بیٹا ہماری جماعت میں سلف بیزاری کا مرض اسی قسم کی تحقیقات سے پیدا ہو رہا ہے، اور ہم جن کو محقق علماء شمار کرتے ہیں انھوں نے شریعت کو مذاق بنا کے رکھ دیا ہے۔

بیٹا - اباجی تو جب ہمارے یہاں میڈکی کو بھی زکام ہونے لگا ہے تو اس کا تدارک کیسے ہوگا؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا دعوتی
دینی و علمی مجلہ
زمزم
جلد ۱۰
رجب ، شعبان ۱۴۲۸ھ
شمارہ ۴
مدیر مسئول و مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازیپوری
سالانہ چندہ ۷۰/ روپے
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور یوپی
پن کوڈ ۔ ۲۳۳۰۰۱
موبائل نمبر ۔ ۹۴۵۰۶۴۹۹

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے

حضرت عبیدہ بن عمرو سلمانی کوفہ کے رہنے والے بڑے اونچے درجہ کے لوگوں میں سے تھے، فتح مکہ کے موقع پر یہ یمن میں تھے، وہیں اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وصحبت ان کو حاصل نہیں رہی، بڑے بڑے اکابر امت نے ان سے حدیث سنی مثلاً حضرت ابراہیم نخعی، امام شعبی، محمد بن سیرین وغیرہ نے۔

حضرت عبیدہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں، فقہ میں ان کے مقام بلند کا اندازہ کرنے کیلئے یہ بات کافی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے زمانہ ہی میں لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔

درج ذیل قصہ انھیں بزرگ اور بابرکت عالم دین فقیہ ملت اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد کا ہے، یہ اسلئے نقل کیا جارہا ہے کہ ہمیں اندازہ ہو کہ ہمارے اسلاف کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے کیسا پختہ رشتہ تھا، اور حضورؐ کی محبت میں وہ کس طرح ڈوبے ہوئے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمالِ محبت میں وہ کیسے فنا تھے۔

ہشام بن حسان محمد بن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے ایک دفعہ حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

کچھ بال ہیں، تو اس پر حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا، اور کیا فرمایا، بس یہی بات سننے کی ہے فرمایا کہ اگر میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی ہوتا تو وہ مجھے دنیا بھر کے سونے چاندی کے خزانہ سے زیادہ محبوب ہوتا۔

جی ہاں جو عشق رسول میں ڈوبے ہوتے ہیں، اور ان کا قلب محبت نبوی سے واقعی آباد ہوتا ہے، ان کے نزدیک بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال کی قیمت دنیا بھر کے سونے اور چاندی سے زیادہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب اس امت کے تعلق کا یہ حال تھا تو اس امت کا ستارہ عروج پر تھا اور جب ہم صرف نام کے محمدی رہ گئے ہیں اس امت کا عز وفخر کا بیڑہ غرق ہوتا جارہا ہے۔ اللّٰھم انی احبك وحب نبيك وحب من يحبك و يحب فيك۔

اے اللہ تو ہمیں اپنی محبت اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی محبت جو تجھ سے اور تیرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ ہمیں تو ان جیسے اکابر امت کی محبت نصیب فرما۔

حضرت عبیدہ کے ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس والہانہ، عاشقانہ اور حب نبوی میں ڈوبے ہوئے کلام پر اب امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ سے بھی محظوظ ہوئیے فرماتے ہیں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ۔

قلت هذا القول من عبيدة هو معيار كمال الحب۔ یعنی میں کہتا ہوں کہ حضرت عبیدہ کی یہ بات یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل محبت کا معیار ہے۔

آہ کتنے بدبخت ہیں وہ لوگ کہ جو بات اکابر امت کے نزدیک کمال محبت کا معیار ہوتی ہے اور جس پر وہ زمین کے خزانے لٹانے کو بھی معمولی بات سمجھتے ہیں وہی چیز اور وہی بات ان بدبختوں کے نزدیک بدعت قرار پاتی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنا ان کے نزدیک مذموم قرار پاتا ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ آج کے "محمدی" اور اس زمانہ کے "محمدی" کے بیچ حضور سے عشق و محبت کے بارے میں کتنا فاصلہ ہے۔

آج کے ان جھوٹے محمدیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آثار مبارکہ پر کہ میں ہوں

یا مدینہ میں یا کوئی اور جگہ بلڈوزر چلا دیا ہے، اور اب اگر کوئی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ چلا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ کی کوئی چیز حرمین شریفین اور مقابر کے علاوہ متعین طریقہ پر نظر نہیں آتی۔ اور چند آثار جو کسی طرح سے باقی رہ گئے ہیں انکو ختم کرنے کی پوری تیاری کی جا چکی ہے۔ حتیٰ کہ مساجد سبعہ کو دیکھ کر اور اس کی حالتِ زار دیکھ کر رونا آتا ہے۔ کیسے بے ایمان لوگوں کے ہاتھوں میں آج حرمین شریفین اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا نظام ہے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے منسوب ہر چیز سے دشمنی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ غار، خلیفہ اول، حضور سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے اور حضور کے سب سے زیادہ محبوب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منسوب مسجد ابوبکر کا نام و نشان مٹا کر اس کی جگہ ایک "صراف" یعنی ہمہ وقتی پیسہ نکالنے کا بینک بنا دیا ہے، ان منحوس "موحدوں" کو صرافہ بنانے کی اس جگہ سے ہٹ کر مدینہ پاک میں کوئی دوسری جگہ نظر نہ آئی، یہ تو ایک بات ہے، ان محروموں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے اور دوسرے انبیائے کرام کے تمام آثار و نشانات کو اس طرح مٹا دیا ہے کہ اب تلاش کرنے سے بھی ان کا سراغ نہیں ملتا، اور یہ بدبخت اتنے بدبخت ہیں کہ اپنی اس بدبختی کو اپنے موحد ہونے کا کارنامہ قرار دیتے ہیں، ان کی توحید کا مطلب آثارِ انبیاء، آثارِ صحابہ سے دشمنی اور عداوت ہے، اور اپنے باپ دادا کے آثار کو باقی رکھنا اور ان کی تصاویر سے ہر سرکاری دفتر کو مزین کرنا عین ایمان ہے۔

میں کہاں سے کہاں چلا گیا، بات یہ ہو رہی تھی کہ جب حضرت عبیدہ کی یہ بات حضرت ابو عبیدہ نے نقل کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی انھوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک دنیا بھر کے سونے اور چاندی کے خزانہ سے بہتر ہے۔ تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ذہبی نے فرمایا تھا کہ میں کہتا ہوں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت کا یہی معیار ہے کہ دھو ان یوثر شعرا نبویا علی کل ذھب وفضۃ بایدی الناس۔ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال کو لوگوں کے ہاتھ میں سونے چاندی کے جتنے خزانے ہیں اس پر ترجیح دے پھر فرماتے ہیں۔ کہ یہ بات وہ شخص کہہ رہا ہے جس کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف

پچاس سال کا ہے، پس وہ بات جو ہم اپنے زمانہ میں کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ بال بھی پالیں جس کا ثبوت صحیح طور پر ہمیں ہو کہ وہ واقعی حضورؐ کا بال ہے، یا آپ کے ناخن کا تراشہ ہمیں مل جائے، یا وہ پیالہ جس میں آپ نے پانی پیا ہو، پس اگر کوئی مالدار اپنا سارا مال اور اپنی ساری دولت خرچ کر کے اس کو حاصل کرے تو کیا اس کو بیوقوف یا فضول خرچ جانے گا؟ ہرگز نہیں، تو اے مسلمان تو اس مسجد کی زیارت کرنے میں اپنا مال صرف کر جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے حجرہ کے پاس بنایا تھا، اور تو احد پہاڑ کی طرف نگاہ کر کے لذت حاصل کر اور اس پر محبت کی نگاہ ڈال جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے تھے، اور آپ کے روضہ شریف اور آپ کی مجلس کی جگہ میں داخل ہو، اسلئے کہ تو مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم تیری ذات سے تیرے آل اولاد سے اور تیرے مال و دولت سے اور تمام لوگوں سے زیادہ تجھے محبوب نہ ہوں، اور تو بوسہ لے اس مبارک پتھر کا جو جنت سے اترا اور تو اپنے منہ کو بوسہ لیتے ہوئے اس جگہ پر رکھ جس کا بوسہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا۔ یقیناً تجھ کو اللہ نے مبارک کیا ہے۔ یہ نعمتیں وہ ہیں کہ جس نے بھی ان کو پالیا وہ قابلِ مبارک ہے، اگر ہم تلوار کی اس میان کو پاسکیں جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اس کا بوسہ لیا تھا تو ہمیں حق ہے اور ہماری محبت کا تقاضہ ہے کہ ہم اس میان پر اس کا بوسہ لینے کیلئے ٹوٹ پڑیں۔ حالانکہ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ حجر اسود کا بوسہ لینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ مبارک یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میان کے بوسہ لینے سے افضل ہے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو ان کے ہاتھ کا بوسہ لیتے تھے اور یہ کہتے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو مس کیا تھا، پس ہم یہ کہتے ہیں کہ جب ہم کو یہ بات حاصل نہیں ہے تو ہم اس حجر اسود کو بوسہ دیں جس کے بارے میں یہ ہے کہ وہ اللہ کا داہنا ہاتھ ہے اور جس کا بوسہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا اگر تم کو حج کرنا نصیب نہ ہوسکے تو اگر حاجیوں کا وفد حج سے واپس ہوا ہو تو حاجی کو تو اپنے

سینہ سے لگا اور اس کے منہ کا بوسہ لے اور تو یہ کہہ کہ یہ منہ وہ منہ ہے جس نے اس پتھر کا بوسہ لیا ہے جس کا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ لیا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵)

ہمارے اسلاف کا آثار متبرکہ کے بارے میں یہ عقیدہ و عمل تھا، اور یہی ایمان کا تقاضا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا لازمہ ہے۔

جو لوگ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آثار متبرکہ کے دشمن بنے ہوئے ہیں، اگر ان کو عقل ہوتی اور ان کے دل میں واقعی ایمان کا نور جگمگا تا ہوتا تو وہ سوچتے کہ اگر آثار متبرکہ سے جیسا کہ ان کا خیال ہے برکت حاصل کرنا توحید کے منافی ہوتا تو آخر اللہ میاں کو جنت سے حجر اسود اتارنے کی کیا ضرورت تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پھر آپ کی اتباع میں سارے صحابہ کرام نے اسکا کیوں بوسہ لیا، اور اس کا بوسہ لینا کیوں عبادت قرار پایا اور پھر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانِ قدم کو کیوں پتھر پر ثبت کرکے اللہ نے قیامت تک کیلئے اس کے باقی رہنے کا انتظام فرمایا اور کیوں اس کے قریب نماز پڑھنے کو عبادت قرار دیا، مقام ابراہیم اور حجر اسود کا وجود خود اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے آثار سے اور جن چیزوں کو اللہ نے متبرک بنایا ہے ان سے برکت حاصل کرنا اور ان کی تعظیم کرنا شریعت کا مطلوب ہے، اور ایمان کا جزء ہے۔

مگر وائے رے ہماری بدقسمتی کہ ہم آج ان آثار مبارکہ کے دشمن بن گئے ہیں، ہم نے ان کی بے قدری کی تو آج ہم خود ذلیل ہو گئے ہیں، اور امریکہ جیسی ملعون حکومت کے ہم غلام بن گئے ہیں۔

جن کو اللہ نے حرمین کی زیارت کا موقع نصیب فرمایا ہے ان کی آنکھوں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ آج خود کعبۃ اللہ شریف کے ارد گرد بلند و بالا عمارتیں امراء سعودیہ کی اتنی بن چکی ہیں کہ کعبۃ اللہ ان کے گھیرے میں اس طرح آچکا ہے کہ حرم پاک کی عمارتیں اب بہت قریب ہی جانے پر نظر آتی ہیں، دور سے صرف سعودی امراء کی بنائی ہوئی عمارتیں نظر آتی ہیں۔

جب حرمین شریفین کا نظام ترکی حکمرانوں کے ہاتھ میں تھا تو انھوں نے حرم مکہ میں جو عمارتیں تعمیر کیں تھی اس کی تعمیر میں اس کا خیال رکھا گیا تھا کہ حرم میں بھی انکی تعمیر کردہ

عمارتیں کعبۃ اللہ سے اونچی نہ ہوں، بیت اللہ سے اونچی عمارت تعمیر کرنے کو انھوں نے بیت اللہ کی تعظیم کے منافی اور خلاف ادب سمجھا تھا، آج بھی یہ عمارتیں موجود ہیں جس کا جی چاہے جاکر دیکھ لے۔ مگر آج جن ہاتھوں میں حرم پاک کا نظام ہے انھوں نے نہ حرم کے اندر اور نہ حرم کے باہر اس کا لحاظ رکھا ہے، انکی تعمیر کردہ عمارتیں کعبۃ اللہ کی بلندی سے کئی منزل اونچی ہیں جب قلوب احترام وعقیدت سے خالی ہوجائیں تو اسی قسم کے تماشے دیکھنے کو ملتے ہیں، اور آج یہ حکمراں اپنی اس بے دینی اور دنیا داری کی نحوست کا کھلے آنکھوں مشاہدہ کررہے ہیں مگر ان کی آنکھ پر پردہ پڑچکا ہے اور قلوب اندھے ہوچکے ہیں، اور ضمیر مرچکا ہے، اور دینی حس مفلوج ہوچکی ہے، اس وجہ سے ان کو کسی بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے، اور وہ اپنی اس بے راہ روی سے باز آنے کا نام نہیں لیتے۔

حجاج کا قافلہ ساری دنیا سے آتا ہے اور یہ سب کچھ دیکھتا ہے مگر سعودیوں کے اس ظلم کے خلاف کہیں سے کوئی آواز سنائی نہیں دیتی، کیا ہم دینی اعتبار سے اتنے ہی بے حس اور مردہ ہوچکے ہیں؟ تو اللہ ہمارے حال پر رحم کرے، نہ معلوم ہمارا انجام آئندہ دنوں اور کیا ہونے والا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دین کی ایک فطرت اور طبیعت ہوتی ہے، اسلام کی سجیت اور فطرت حیاء ہے۔ (مشکوٰۃ)

حیاء کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تاکیدات وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ حیاء اور ایمان دونوں ساتھ ساتھ رہنے والی چیزیں ہیں، ایک کے ختم ہونے سے دوسری چیز بھی ختم ہوجاتی ہے۔

اور اوپر کی حدیث پاک میں ارشاد فرمایا کہ حیاء دین اسلام کا خلق اور اس کی طبعیت ہے، یعنی جو مسلمان ہوگا اس کا باشرم اور باحیاء ہونا ضروری ہے۔ اگر اس میں حیاء ہے تو اس کا دین بھی محفوظ ہے اور اگر حیاء نہیں ہے تو اس کا دین بھی محفوظ نہیں۔

آج کا دور بے حیائی اور بےشرمی کا ہے، اور مسلمان بھی زمانہ کے ساتھ اس بے ہودہ خصلت میں پڑا ہوا ہے، ننگا پن، ناچ گانا، عورتوں کا عریاں لباس، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا خلا ملا۔ انگلش اسکولوں میں مخلوط تعلیم یہ سب اسی عریانیت و بے حیائی کے مظاہرے ہیں، اور مسلمان بھی اس بے حیائی میں ازپا تا فرق، ڈوبا جارہا ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ مجھے کچھ وصیت فرمائیں تو آپ نے کہا کہ غصہ مت کیا کرو، اس نے (اس بات کو ہلکا سمجھ کر) کئی دفعہ کہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے اس کو ہر بار

یہی حکم دیا کہ غصہ مت کیا کرو۔ (مشکوٰۃ)

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت طلب کرنے والوں کو مختلف مواقع پر مختلف باتوں کا حکم دیا ہے، مثلاً ایک دفعہ کسی نے کہا کہ آپ مجھے وصیت فرمائیے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنی زبان پر کنٹرول کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کے موقعوں پر سوال کرنے والے کے حسب حال جواب دیا کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں جس شخص کا ذکر ہے اس پر غصہ کرنے کا غلبہ تھا تو آپؐ نے اس کو غصہ کرنے سے منع فرمایا، غصہ عام طور پر شیطان کے غلبہ سے ہوتا ہے، اور جب شیطان کا غلبہ ہو تو آدمی سے نیک کام کا انجام پانا مشکل ہوتا ہے۔ غصہ میں آدمی عموماً حق اور ناحق کی پرواہ نہیں کرتا، اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ نہ فرمانے کی وصیت فرمائی ہے، اور غصہ ختم ہونے کیلئے آپؐ نے فرمایا کہ آدمی کو وضو کر لینا چاہئے اسلئے کہ غصہ شیطان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، اور شیطان کی پیدائش آگ سے ہے، اور آگ کو پانی بجھاتا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی ایذاء پر صبر کرتا ہے، وہ ان لوگوں سے بہتر ہے جو لوگوں سے کنارہ کش رہ کر زندگی گذارتے ہیں اور ان کی تکلیف رسانیوں پر صبر نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ)

لوگوں سے کٹ کر کے رہنا اسلام کی تعلیم نہیں ہے، آدمی کو سماج میں گھل مل کر رہنا چاہئے، اور اچھائیوں کو پھیلانے کی کوشش کرنی چاہئے، لوگوں کو برائیوں سے روکنا چاہئے اگر اس راہ میں دوسروں سے کوئی تکلیف بھی پہونچے تو اس پر صبر کرنا چاہئے، شریعت کا مزاج رہبانیت اور سماج سے کٹ کر کے رہنا نہیں ہے، سماج میں مل جل کر رہنا اور لوگوں کی اصلاح کرنا ہماری شرعی و دینی ذمہ داری ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کبر نام ہے حق کے انکار کرنے کا اور لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھنے کا۔ (مشکوٰۃ)

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ الکبر بطر الحق وغمط الناس۔ بطر کے کئی معنی کئے گئے ہیں، ایک معنی یہ ہے کہ اللہ نے جس چیز کو حق قرار دیا ہے، مثلاً توحید، اپنی عبادت اس کو آدمی باطل قرار دے، دوسرا معنی ہے حق بات پر وہ زبردستی دکھلائے اور اس کو حق نہ سمجھے، اور تیسرا معنی یہ ہے کہ حق بات کو وہ قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو۔

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ آدمی حق کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ ہو، خواہ اس کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے، انسان سے ہو یا اللہ سے، جس شخص میں یہ صفت ہے وہ شریعت کی نگاہ میں متکبر کہلاتا ہے۔ متواضع انسان کو حق بات قبول کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا ہے مگر متکبر آدمی اگر وہ حق اس کے منشار کے خلاف ہو تو وہ اسے قبول کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کو باطل قرار دینے پر زور و زبردستی دکھلاتا ہے۔

اسی طرح متکبر آدمی دوسروں کو حقیر و کمتر سمجھتا ہے، اور اپنے کو اونچا اور بالا تصور کرتا ہے، اس طرح کے متکبرین کا ٹھکانہ بہت برا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی اللہ اس کے چھپے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور جو شخص اپنے غصہ کو دوسروں سے روکے گا اللہ قیامت کے روز اس سے اپنا غصہ روکے گا۔

زبان کا معاملہ بڑا خطرناک ہے، اگر آدمی کی زبان کنٹرول میں نہ ہو تو اس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں، اس وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کے بارے میں بڑی تاکید فرمائی ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اسے بے کنٹرول نہ ہونے دے، تاکہ فتنہ کا دروازہ بند رہے، دوسروں کے ساتھ تعلقات میں خرابی پیدا نہ ہو، اور اس کو اللہ کی طرف سے قیامت کے روز یہ بدلہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو دوسروں سے مخفی رکھے گا، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ ان عیوب کی وجہ سے اسکو کوئی سزا نہیں دے گا۔

محمد ابوبکر غازی پوری

قسط ۹

مقام صحابہؓ کتاب و سنت کی روشنی میں

اور مولانا مودودی

چھٹی حدیث :-

حضرت انس کی روایت ہے -

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی فی امتی کالملح فی الطعام لا یصلح الطعام الا بالملح (مشکوٰۃ)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں میرے اصحاب کا درجہ کھانے میں نمک کی طرح ہے، نمک ہی سے کھانا درست رہتا ہے۔

اس حدیث سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اگر امت محمدیہ میں سے صحابہ کرام کو الگ کر لیا جائے تو اس امت کا کوئی مقام باقی نہیں رہتا جس طرح کھانے میں نمک نہ ہونے سے کھانا بے لذت رہتا ہے۔ یہی حال صحابہ کرام کا ہے کہ امت کا سارا فخر و اعزاز اور ساری خیر و صلاح انھیں صحابہ کرام کے دم سے ہے وہی ساری خیر و برکت اور مجد و شرف کے اصل سرچشمہ ہیں اس امت کی روشن تاریخ کا جلی عنوان یہی نفوس قدسیہ ہیں۔

ساتویں حدیث :-

ترمذی میں ابن عمرؓ کی روایت ہے -

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضورؐ نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو

اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم۔

جو میرے اصحاب کے بارے میں برا بھلا کہہ رہے ہیں تو کہو اللہ تمہارے شر پر لعنت کرے۔

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ سب صحابہ حرام ہے وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ صحابۂ کرام کی شان میں بد کلامی کرنے والا اللہ کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔ کسی شخص کو ایسے آدمی سے تعلق رکھنا یا اس کی صحبت اختیار کرنا جائز نہیں بلکہ اس پر لعنت بھیج کر اس سے الگ ہو جانا ضروری ہے۔

آٹھویں حدیث:۔

مشکوٰۃ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سئلت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضہا اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیء مما ہم علیہ من اختلافہم فہو عندی علی ھدی۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے اصحاب کے مابین اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد رونما ہوگا تو اللہ نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد تمہارے سارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے بعض بعض سے قوی ہوتے ہیں لیکن روشنی ہر ایک کیلئے ہوتی ہے پس جس نے صحابہ کے مابین مختلف فیہ مسائل میں سے جس کو بھی اختیار کر لیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ آنحضورؐ کو اس کا علم تھا کہ آپ کے زمانہ کے بعد صحابہ کے مابین اختلاف بپا ہوگا۔ نظریات اور آراء مختلف ہوں گے اور آنحضورؐ کو اس کی فکر تھی کہ اس امت کا کیا بنے گا یہاں تک کہ اللہ سے آپ نے اس کے بارے میں سوال کرکے اطمینان حاصل کر لیا کہ صحابہ کا یہ اختلاف بھی امت کیلئے باعث رحمت وسعادت ہوگا جس کی ترجمانی

آپ نے " اختلاف امتی رحمۃ " کے جملہ سے فرمائی۔ اور آپ نے " اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم " (میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پہ ہوگے) کا مژدۂ جانفزا سنایا۔

دوسرے اس بات کا پتہ چلا کہ صحابہ کے مابین اختلاف کے باوجود ان میں کا ہر فرد حق پر تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی اتباع رشد و ہدایت کی ضامن ہے۔

تیسری یہ بات معلوم ہوئی کہ صحابہ کے مابین جو اختلاف تھا اس کا منشا بغض و حسد یا ہوائے نفس کی اتباع نہیں تھا بلکہ محض آراء و اجتہادات کا اختلاف تھا اور ان میں کا ہر فرد مینارۂ نور تھا۔

نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام کی جماعت کا ہر فرد معیار حق تھا، خداوند قدوس کا یہ فرمان فمن اخذ بشیٔ مما ھم علیہ فھو عندی علیٰ ھدی نیز آنحضورؐ کا یہ ارشاد گرامی " اصحابی کالنجوم الخ " ان کے معیار حق ہونے کی بانگِ دہل شہادت پیش کر رہا ہے۔

نویں حدیث :-

تفسیر قرطبی میں حضرت انس سے ایک روایت ہے جس کے شروع کے الفاظ یہ ہیں۔

من احب اللہ عزوجل فلیحبنی ومن احبنی فلیحب اصحابی ومن احب اصحابی فلیحب القرآن ومن احب القرآن فلیحب المساجد فانہ افنیۃ اللہ۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ عزوجل سے محبت رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ مجھ سے محبت رکھے اور جو مجھ سے محبت رکھے اسے چاہیئے کہ میرے اصحاب سے محبت رکھے اور جو ان سے محبت رکھے اسے چاہیئے کہ قرآن سے محبت رکھے اور جو قرآن سے محبت رکھے اسے چاہیئے کہ مساجد سے محبت رکھے کہ مسجدیں اللہ کا صحن (گھر) ہیں۔

(تفسیر قرطبی تحت قولہ تعالیٰ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع)

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضورؐ اور ان سے محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ صحابہ کرام سے محبت ہو

صحابہ کرام سے محبت اور ان کی عزت و توقیر کے بغیر اللہ اور رسول سے محبت کا دعویٰ کرنا محض دروغ اور زبانی جمع خرچ ہے۔

دسویں روایت۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔

النجوم امنة للسماء فاذا ذهبت النجوم اتى السماء ما توعد وانا امنة لاصحابي فاذا ذهبت انا اتى اصحابي ما يوعدون واصحابي امنة لامتي فاذا ذهب اصحابي اتى امتي ما يوعدون۔

ستارے آسمان کیلئے باعثِ امن ہیں جب ستارے ختم ہوجائیں گے تو آسمان کا وعدہ بھی پورا ہوگا (یعنی وہ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے) اور مجھ سے میرے اصحاب کی حفاظت ہے جب میں چلا جاؤنگا تو میرے اصحاب کو وہ بات پیش آئیگی جس کا ان سے وعدہ ہے (یعنی فتن وملاحم) اور میرے اصحاب میری امت کیلئے باعث حفاظت ہیں جب وہ ختم ہونگے تو میری امت کو وہ بات پیش آئیگی جس کا اس سے وعدہ ہے (یعنی انتشار اور اختلاف اور شر وفساد کا شیوع)

اس حدیث سے صحابہ کرام کی عظیم منقبت نکلتی ہے اور یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام سے امت کی حفاظت تھی۔

گیارہویں حدیث۔

استیعاب میں حافظ ابن عبدالبر نے آنحضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

قال عليه السلام انتم توفون سبعين امة انتم اخيرها واكرمها على الله۔

آپ نے فرمایا کہ تم ستر (۷۰) امت کی تعداد پوری کروگے تم ان میں سب سے بہتر اور اللہ کے یہاں سب سے معزز ہو۔

وفي رواية انتم توفون

اور ایک روایت میں ہے کہ تم نوے (۹۰) امت کی

تسعین امة انتم خیرها واکرمها علی الله — تعداد پوری کروگے اور تم ان میں سب سے بہتر اور اللہ کے یہاں سب سے معزز ہو۔

اس حدیث میں صحابہ کرام کی جو فضیلت ہے وہ ظاہر ہے۔

بارہویں روایت۔

ملا علی قاری نے شرح الشفاء میں آنحضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لاتسبوا اصحابی فمن سبهم فعلیہ لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لایقبل الله منه صرفا ولاعدلاً۔ (ص ۵۵/۲۳) — آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا میرے اصحاب کو تم برا بھلا مت کہو جو ان کو برا بھلا کہے اس پر اللہ کی لعنت، فرشتے اور سارے انسانوں کی لعنت، اللہ نہ ان کی فرض عبادت قبول کرے گا اور نہ نفل۔

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ سب صحابہ حرام ہے وہیں یہ بات بھی بڑی وضاحت سے معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والا آنحضورؐ کی زبان پر ملعون ہے اور وہ اس قابل ہے کہ اللہ، اس کے فرشتے اور سارے انسان اس پر لعنت کریں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ایسا محروم القسمت انسان ہے کہ اس کی کوئی عبادت فرض ہو کہ نفل اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہے۔

ذرا ایک لمحہ یہاں ٹھہر کر آپ غور کریں کہ صحابہ کرام پر طعن و تشنیع اور ان کی شان اقدس میں نالائق کلمات استعمال کرنے والے کے لئے اس حدیث میں کس قدر وعید ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرام کی مقدس جماعت کو اپنی تحقیق کا نشانہ بنا کر اپنی زندگی سیاہ اور اپنے اعمال کو اکارت کرتے ہیں، اور خدا، فرشتے اور ساری انسانیت کی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں۔

تیرہویں حدیث۔

اسی کتاب شرح الشفاء میں یہ حدیث بھی ہے۔

قال علیہ الصلوٰة والسلام — آنحضورؐ نے فرمایا میرے اصحاب کو برا بھلا

لا تسبوا اصحابی فانہ یجیٔ قوم فی آخر الزمان یسبون اصحابی فلا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم ولا تناکحوھم ولا تجالسوھم وان مرضوا فلا تعودوھم۔ (ایضاً)

مت کہو، آخر زمانہ میں ایک جماعت پیدا ہوگی جو میرے صحابہ کو بُرا بھلا کہے گی تو تم نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ ان سے شادی بیاہ کرو اور نہ ان کے ساتھ اٹھو بیٹھو اور اگر وہ مریض ہوں تو تم ان کی عیادت کرو۔

اس حدیث سے جہاں صحابہ کرام کے مقام اور عظمت شان کا پتہ چلتا ہے وہیں اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں سب وشتم کرنے والوں کا دین و شریعت سے کوئی رابطہ اور تعلق باقی نہیں رہتا ہے اور مسلمانوں کو اس سے بالکل قطع تعلق کر لینا چاہئے۔ ایسے شخص کی نہ نماز جنازہ پڑھنی جائز نہ اس کے ساتھ عام نماز میں شرکت جائز، نہ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، شادی بیاہ، یہاں تک کہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی اور عیادت کرنا سب ناجائز اور حرام۔

چودہویں حدیث۔

شرح الشفاء میں آنحضورؐ کا ایک ارشاد نقل کیا گیا ہے، آنحضورؐ نے فرمایا۔

من سبہ اصحابی فاضربوہ

جو میرے اصحاب کو برا بھلا کہے تو اسے مارو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی اپنی قوت اور طاقت کا استعمال کر سکتا ہے تو ایسے شخص کے لئے ضرور استعمال کرے جو صحابہ پر سب وشتم کرے۔

پندرہویں حدیث۔

بزار نے اپنی مسند میں صحیح سند سے حضرت جابر کی روایت نقل کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اختار اصحابی علی الثقلین سوی النبیین والمرسلین

آنحضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے میرے اصحاب کو بجز انبیاء و رسل کے ثقلین (انسانوں اور جناتوں) پر چن لیا ہے۔

(الاصابہ ص ۱۲/۲۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء و مرسلین کے علاوہ صحابہ جن و انس میں سب سے افضل ہیں۔

سولہویں حدیث۔

حضرت انس کی روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابی وجعل لی اصحابا و اخوانا واصھارا وسیجئ قوم بعدھم یعیبونھم وینقصونھم فلا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم (الکبائر الذھبی ص ۱۳۸)	آنحضور نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے چنا اور میرے لئے میرے اصحاب کو چنا اور میرے لئے اس نے اصحاب اخوان اور اصہار متعین کئے پھر انکے بعد ایک قوم پیدا ہوگی یہ لوگ میرے اصحاب کی عیب جوئی کریں گے اور ان کی منقصت بیان کریں گے تو تم ان کے ساتھ نہ کھاؤ نہ پیو نہ ان سے شادی بیاہ کرو نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام انبیاء و رسل کے بعد تاریخ انسانی میں اشرف ترین لوگوں میں سے تھے جن کو اشرف الانبیاء کی معیت و صحبت اور اس کی تعلیم کی نشر و اشاعت اور اس کی شریعت کو عام کرنے کیلئے اللہ نے چنا تھا۔

نیز یہ معلوم ہوا کہ آنحضور کو اللہ کی جانب سے یہ بتلا دیا گیا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب ایک جماعت پیدا ہوگی جو صحابہ کرام کی عیب جوئی اور کی منقصت کیا کرے گی اور یہ وہ ہوں گے جو اسلام کی روشن تاریخ پر داغ بن کر ابھریں گے اور ان کے ساتھ ہر طرح کا تعلق ختم کر لینا یہاں تک کہ ان کی نماز جنازہ تک نہ پڑھنا بھی ضروری ہوگا۔

سترہویں حدیث۔

حضرت انس بن مسعود سے آنحضور کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	آنحضور نے ارشاد فرمایا کہ جب میرے اصحاب کا

اذا ذکر اصحابی فامسکوا واذا ذکر النجوم فامسکو و اذا ذکر القدر فامسکوا (الکبائر) — ذکر ہو تو زبان روک لو، جب ستاروں کا ذکر ہو تو رک جاؤ جب تقدیر کا ذکر ہو تو خاموش رہو۔

یعنی صحابہ کرام کے ذکر کے وقت آدمی کو بڑی احتیاط برتنا چاہیئے کہ مبادا زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے جو شان صحابیت اور صحابہ کے مقام و مرتبہ کے منافی ہو۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مجلس میں صحابہ کرام کا ذکر برائی سے ہو اس گفتگو میں حصہ لینا ممنوع اور حرام ہے۔

امام ذہبی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

کذلك من ذم اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بشئ و تتبع عثراتھم وذکر عیبا و اضافہ الیھم کان منافقا (الکبائر ص۲۳۹) — یعنی اسی طرح جو اصحاب رسول اللہ کا ذکر کسی برائی سے کرے اور ان کی لغزشوں کے درپے رہے اور کوئی عیب ذکر کر کے اس کی نسبت ان کی طرف کرے تو وہ منافق ہوگا۔

ابھی تک جو احادیث آپ کے سامنے گذریں ان کا تعلق عام صحابہ کرام سے تھا۔

اب چند حدیثیں وہ ذکر کر رہا ہوں جو صحابہ کرام کی بعض خاص جماعت سے متعلق ہیں۔

اٹھارہویں حدیث۔

مسلم میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت حاطب کا ایک غلام آنحضور کے پاس آیا اور آپ سے ان کی شکایت کی اور ان سے کہا کہ حاطب ضرور بالضرور جہنم میں جائیں گے تو آپ نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا۔

ولا یدخلھا فانہ شھد بدرا والحدیبیہ۔ — وہ جہنم میں نہیں جائیں گے وہ جنگ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلح حدیبیہ و جنگ بدر میں جو شرکت کا شرف حاصل کر چکے ہیں وہ سب جنتی ہیں جہنم ان پر حرام ہے۔

انیسویں حدیث ۔

مسلم ہی کی روایت ہے ام مبشر فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضورؐ کو سنا آپ فرمارہے تھے کہ اصحاب شجرہ میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہ گفتگو حضرت حفصہ کی موجودگی میں ہو رہی تھی انھوں نے فرمایا کہ قرآن میں ہے کہ

وان منکم الا واردھا ۔ تم میں کا ہر فرد جہنم سے گذرے گا ۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کا اسی جگہ یہ بھی تو ارشاد ہے کہ

ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا ۔ یعنی پھر ہم ان کو نجات دیں گے جو متقی ہیں اور ظالمین کو اس میں منہ کے بل چھوڑیں گے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصحاب شجرہ سب کے سب جہنم سے محفوظ ہیں ۔

بیسویں حدیث ۔

آنحضورؐ کا ارشاد ہے :۔

علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین المھدیین من بعدی تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ ۔ تم میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھامو ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح آنحضورؐ کی اتباع واجب اور ضروری ہے، اسی طرح صحابہ کرام کی اتباع بھی واجب اور ضروری ہے۔ اس حدیث سے خلفاء راشدین معیار حق ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے، اس حدیث پر مفصل کلام پہلے گزر چکا ہے ۔

یہ بیس۲۰ حدیثیں میں نے آپ کے سامنے پیش کیں، ان احادیث پر آپ ایک نگاہ اور ڈال لیں، آپ کو مندرجہ ذیل باتیں واضح اور کھلے طور پر معلوم ہوں گی ۔

محمد عبداللہ قاسمی غازی پوری — قسط ۵

بریلوی مذہب پر ایک نظر

نبی اور ولی کو کل اختیار نہیں ہوتا ہے کہ جو چاہیں کرلیں

جناب پیر محمد علی شاہ لکھتے ہیں :

"اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابوطالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لادیں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کلی اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو" (مکتوبات طیبات معروف بمہر چشتیہ از پیر محمد علی شاہ ص ۱۲۷)

نوٹ :- طبع ثانی میں یہ عبارت بدل دی گئی ہے۔ یہ عبارت طبع اول کی ہے۔

فائدہ :- اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نبی اور ولی کو مختار کل مانتے ہیں ان کا یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔

آنحضور ہر وقت عالم ما کان و ما یکون نہیں ہیں

صوفی اللہ دتہ فرماتے ہیں :

"خانصاحب گسکھڑوی اور ان کے مصدق شیخ التفسیر احمد علی صاحب نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ بہتان تراش مارا کہ بریلوی حضرات انبیاء

علیہم السلام کو ہر وقت عالم ما کان و مایکون مانتے ہیں حاشا اللہ اہل سنت کا
یہ ہرگز عقیدہ نہیں " (تنویر الخواطر ص۲۱)

فائدہ :- صوفی صاحب نے عام بریلوی حضرات کے برخلاف صاف لکھ دیا کہ آنحضور
ہر وقت عالم ما کان و مایکون نہ تھے، دیکھئے بریلوی علماء صوفی صاحب پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں
ہاں ایک سوال صوفی صاحب سے یہ ضرور ہے کہ جب آنحضور ہر وقت عالم ما کان و مایکون
نہ تھے تو ہمیں کیسے معلوم ہوا کہ آپ کب عالم ما کان و مایکون ہیں اس معمہ کو صوفی صاحب حل کریں۔

آنحضور کو سارے علوم غیبیہ کی اطلاع نہ تھی بلکہ آپ بعض علوم غیبیہ کے عالم تھے

صوفی اللہ دتہ لکھتے ہیں ۔

" ہم اپنا عقیدہ پھر ایک مرتبہ واضح کر دیتے ہیں کہ اہلسنت والجماعت کا
یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باعلام اللہ بعض علوم غیبیہ جو اللہ کے ساتھ
خاص ہیں ان پر اطلاع رکھتے ہیں نہ آپ عالم بالذات ہیں اور نہ ہی آپ کا
علم جمیع علوم غیبیہ کو محیط ہے۔ پس یہ حق اور ثابت ہے۔ تنویر الخواطر ص۱۸۷
خالص الاعتقاد جو اعلیٰحضرت کی تصنیف ہے اس کے دیباچہ میں ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء اکرم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے
اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔ (ص۲)

ابلیس حاضر وناظر ہے

صوفی اللہ دتہ لکھتے ہیں :

" یہی حال ابلیس لعین کا ہے کہ اپنی جگہ سے تمام روئے زمین کے انسانوں کو
دیکھتا ہے " (ایضاً ص۶۲)

فائدہ :- چلئے اب ابلیس بھی حاضر وناظر ہوگیا۔

ولی اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں

مولوی محمد قادری رضوی لکھتے ہیں :

" اس سے معلوم ہوا کہ ولی اللہ کی نگاہ میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ہیں ان سے کوئی چیز مخفی نہیں " (مواعظ رضویہ صہ ۹)

فائدہ :- بریلوی حضرات شرمائیں نہ صاف صاف اولیاء کی الوہیت اور ان کی خدائی کا اعلان کر دیں۔

شیخ عبد القادر جیلانی سورج اور سال و ماہ کے آقا و مولا ہیں

یہی مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں :

" مذکورہ بالا ارشاد سے دو امر ثابت ہوئے اول یہ ہے کہ سورج، سال و ماہ، ہفتے، ایام سب حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا مولانا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بے دام غلام ہیں اور آپ ان کے آقا و مولا ہیں، اسی لئے سب خدمت اقدس میں حاضری دیتے ہیں " (ایضاً ج ۲ صہ ۳۲)

فائدہ :- استغفر اللہ العلی العظیم

شیخ عبد القادر جیلانی عالم ماکان و مایکون ہیں

مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں :

" دوسرے یہ کہ آپ کی نگاہ لوح محفوظ پر رہتی ہے، وہ لوح محفوظ جس میں ماکان و مایکون کے علوم کے ہیں۔ جب حضور کی امت کا ایک فرد کامل علم و ماکان و مایکون کا عالم ہے تو خود والی امت کو ماکان و مایکون کا علم نہ ہوگا۔"

(ایضاً ص ۲۳)

فائدہ ۲ :- ضرور ہوگا تبھی تو ایک امتی علم میں آنحضور کے برابر ہوگا

شیخ عبدالقادر ہر ایک کے ظاہر و باطن کے پورے واقف ہیں

یہی مولوی صاحب لکھتے ہیں :

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضرت پیر محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ علم غیب عطا فرمایا کہ جس سے آپ لوگوں کے پیٹ والی اور گھروں رکھی ہوئی چیز جانتے ہیں نیز ہر ایک کے ظاہر و باطن کے پورے واقف ہیں " (ایضاً ص ۲۳)

فائدہ ۸ :- اس طرح کے شرکیہ عقائد بریلوی مذہب کا جز ہے، مگر یہ اپنے منہ سے اپنے موحد ہی ہونے کا دعویٰ کریں گے

شیخ عبدالقادر تمام مخلوقات کے احوال جانتے ہیں۔

مولوی صاحب رقمطراز ہیں :

دیکھا غوث اعظم کا یہ نورانی ارشاد کیسا ایمان افروز اور وہابیت سوز ہے نجدی وہابی کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی مخلوق کی مخفی بات کو نہیں جان سکتا اور نہ ہی دلوں پر کسی کو اطلاع ہوئی ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا رد بلیغ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہاں میں تمام مخلوقات کے احوال جانتا ہوں اور تمام قلوب میرے پیش نظر ہیں " (ایضاً ص ۲۳)

فائدہ ۹ :- یہ ارشاد مبارک وہابیت سوز ہو کہ نہ ہو ہاں شریعت سوز ضرور ہے۔ خدا کا شکر ہے وہابیوں کا دامن ان گندے عقائد سے پاک ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی مالک مختار ہیں جسے چاہیں دیں جسے چاہیں نہ دیں۔

مولوی صاحب موصوف تحریر کرتے ہیں :

نیز منکرین نجدیہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی اللہ کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں ہے، محمد و علی کسی چیز کے مختار نہیں اس کا بھی رد فرمایا کہ میں تمام اہل زمانہ کے امور کا مختار ہوں جسے چاہے عطا کروں جسے چاہے منع کروں باذن اللہ۔ (ایضاً)

فائدہ: جناب والا صاف صاف کہہ دیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اللہ میاں ہیں، ہیرا پھیری کی آخر ضرورت کیا ہے۔

مسجد میں اذان دینی دربار الٰہی کی گستاخی ہے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

مسجد میں اذان دینا مسجد و دربار الٰہی کی گستاخی ہے۔ مسجد میں چلانے سے خود حدیث میں ممانعت ہے، اور فقہاء نے ممانعت ذکر الٰہی کو بھی عام رکھا ہے جب تک شارع علیہ السلام سے ثبوت نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۲۶)

فائدہ: اس ارشاد سے ایک بات اور معلوم ہوئی وہ یہ کہ جب تک شارع علیہ السلام سے کسی کام کا ثبوت نہ ہو جائز نہیں ہے حتیٰ کہ ذکر اللہ بھی نہیں، بریلوی حضرات اعلیٰحضرت کے اس ارشاد کو یاد رکھیں، مسجد میں اذان دینے کو دربار الٰہی کی گستاخی کہہ کر اعلیٰحضرت نے عام مومنین کو گستاخ کہا اور گالی دی۔

الوداع کا موجد معلوم نہیں

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں

الوداع جس طرح رائج ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں،

صحابہ کرام و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نہ اس کا موجد معلوم۔"
(فتاویٰ رضویہ ص ۱۷۷/ ج ۲)

وہابی اور غیر مقلدین کافر ہیں

خانصاحب علیہ ما علیہ فرماتے ہیں:

وہابی لوگ و غیر مقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے۔ (فتاویٰ اعلحضرت ص ۲۰۶/ ج ۲)

فائدہ:۔ لیکن وہابیوں کے سردار مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی پر آپنے کفر کا حکم نہیں لگایا۔ آخر کیوں؟ کافر کو کافر نہ کہنا بھی کفر ہے۔ اسلئے اعلحضرت خود کافر ہوئے۔

وہابی کی اذان اذان نہیں

فاضل بریلوی اعلحضرت علیہ ما علیہ فرماتے ہیں:

"مگر وہابی کی اذان اذان میں شمار نہیں جواب کی حاجت نہیں۔ اور اہلسنت کو اس پر اکتفا کی اجازت نہیں بلکہ ضرور دوبارہ اذان کہیں، در مختار میں ہے

ویعاد اذان کافر وفاسق۔ (فتاویٰ ص ۲۱/ ج ۲)

فائدہ:۔ اگر اعلحضرت اس طرح کی بات نہ فرمائیں تو اعلحضرت کیونکر ہونگے۔

دیوبندیوں کی کتابیں

اعلحضرت علیہ ما علیہ فرماتے ہیں۔

"اشرف علی اور تمام دیوبندی عقیدے والوں کی کتابیں کتب منطق و فلسفہ بلکہ ہنود کی پوتھیوں سے بدتر ہیں" (فتاویٰ رضویہ ص ۱۵۲/ ج ۲)

فائدہ:۔ ہند و پاک اور بلاد اسلامیہ میں عام طور پر دیوبندی ہی مسلک کے علماء کی کتابیں رائج اور شائع ہیں۔ احادیث کی شروح، قرآن کے تراجم و تفسیر فقہ کی کتابیں،

ادب وتاریخ پر علمار دیوبند کا ایک وسیع لٹریچر بلکہ لٹریچر کی ایک دنیا ہے، جس عالم اسلام کے مسلمان استفادہ کر رہے ہیں۔ اور خود بریلوی علمار اور بریلوی مدارس بھی۔ لیکن اعلیٰحضرت علیہ ماعلیہ کے نزدیک یہ کتابیں ہنود کی پوتھیوں سے بھی بدتر ہیں۔ شرک وبدعات کے جراثیم سے ملوث انسان اس کے سوا کہہ بھی کیا سکتا ہے۔

وہابیہ مرتد ہیں

اعلیٰحضرت علیہ ماعلیہ فرماتے ہیں۔

"وہابیہ کفار و مرتد ہیں جیسا کہ علمائے شریفین کے فتویٰ حسام الحرمین سے ظاہر ہے ان کا خطبہ باطل، ان کی نماز باطل، ان کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے" (ایضاً ص ۲۸۱/۲۸)

فائدہ :- اعلیٰحضرت علیہ ماعلیہ زندہ ہوتے تو یہ تماشہ بھی دیکھتے کہ ان کا ترجمہ کلام پاک کو نو مسلمان ملکوں نے ٹھکرا دیا ہے اور اس کو جلائے جانے کا قانوناً حکم صادر کر دیا ہے اور سر فہرست ان میں حرمین کے علمار اور حجاز کی حکومت ہے۔

مزار پر منتی چادر وغیرہ چڑھانا

اعلیٰحضرت سے سوال ہوا کسی اولیار یا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مزار شریف پر پھول یا کپڑے کی چادر منت مان کر چڑھانا کیسا ہے۔ چاہیے یا نہیں ؟

جواب :- یہ منت کوئی شرعی نہیں (فتاویٰ ص ۹۸/۴۲)

فائدہ :- بریلوی حضرات کا گر وچادر سے بڑا شوق رکھتے ہیں، اعلیٰحضرت کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں، کہ یہ شرعی چیز نہیں ہے۔ یعنی غیر شرعی ہے اور غیر شرعی چیز حرام ہوتی ہے۔ اس لئے چادر اور پھول وغیرہ چڑھانا حرام ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

خط اور اس کا جواب

کیا نبی یا ولی کی قبر کے پاس دعا کرنا شرک ہے!

محترم حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا آپ کو اچھا رکھے، آپ کی کتابوں اور زمزم پرچے سے ہماری معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ ہمارے یہاں سلفیت کا بہت زور ہے، بہت سے نوجوان جو سعودیہ برائے ملازمت گئے ہیں، وہ جب واپس آتے ہیں تو سلفیت کی بیماری پالے ہوئے ہوتے ہیں، ان سے لوگ متاثر ہو جاتے ہیں، ہم ان کا علاج آپ کی کتابوں اور زمزم سے کرتے ہیں۔ الحمدللہ بہت سے لوگ تائب بھی ہوئے ہیں۔ کیا ابن تیمیہ اہل سنت ہیں، اس رسالہ نے زبردست دھماکہ کر دیا ہے، اور سلفیوں کو دم مارنا مشکل ہو رہا ہے۔

ایک سوال جس کا فوری جواب بذریعہ زمزم مطلوب ہے۔ وہ یہ کہ کسی ولی یا نبی کی قبر کے پاس دعا کرنا اور یہ سمجھنا کہ اس جگہ کی برکت سے دعا قبول ہوگی، یہ امر جائز ہے کہ ناجائز سلفی لوگ اس عمل کو شرک بتلاتے ہیں، اور اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا، ولا تتخذوا قبری عیدًا

(محمد سجاد قاسمی دربھنگہ بہار)

زمزم! برادرم اگر زمزم سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہونچ رہا ہے تو نہ اس میں

میرے قلم کا کمال ہے نہ میری ذات کا، جب اللہ کسی کے لئے سعادت مقدر فرماتا ہے تو کہیں نہ کہیں سے اس کے اسباب مہیا فرما دیتے ہیں، یہ ان کے لیے تائید الٰہی اور توفیق الٰہی ہوتی ہے۔ بارگاہ رب العزت میں اپنے لئے ہم سب کو ہدایت کی دعا ہر وقت مانگتے رہنا چاہئے۔

موجودہ دور کی جو سلفیت ہے وہ حق سے انحراف کی بدترین مثال ہے۔ سلفیت کے پردہ میں گمراہی کا پرچار، احادیث رسول کے معنی و مفہوم کی تحریف، اسلاف کے عمل و طریق کا انکار آج کی سلفیت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ اللہ ان کے شر و فساد سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھے۔

میں تو واللہ العظیم کانپ جاتا ہوں جب سلفیوں کے منہ سے بڑے دھڑلے سے یہ سنتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کے پاس دعا کرنا اور اس جگہ سے برکت حاصل کرنا شرک ہے، میرے سمجھ میں بالکل نہیں آتا کہ ایک مسلمان جس کے دل میں واقعی ایمان ہو یہ بات اپنے منہ سے کیسے نکالے گا۔

صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر آج تک ہر زمانہ میں مسلمانوں نے دعا کی قبولیت کیلئے قبر مبارک علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو دعا کرنے کی مبارک ترین جگہ سمجھا ہے، اور سارے اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کا روضہ مبارک عرش سے بھی مکانیت کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ ہے، اور دعا کی قبولیت میں جگہ کے مبارک ہونے یا نہ مبارک ہونے کا بڑا اثر ہوتا ہے، مسجد میں دعا کرنا اور بازار میں دعا کرنا دونوں برابر درجہ کی چیز نہیں ہے، مسجد کی برکت سے دعا کی قبولیت میں بازار کی دعا کے مقابلہ میں بہت فرق ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کو سب سے بہترین جگہ قرار دیا ہے، اور بازار کو بدترین جگہ قرار دیا ہے، تو کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ دعا کرنے کے لئے دونوں جگہیں برابر ہیں۔

عام جگہوں اور عام مساجد کے اعتبار سے کعبۃ اللہ میں دعا کرنا دعا کی قبولیت میں اور حصول برکت میں زیادہ تاثیر رکھتا ہے، پھر کعبۃ اللہ میں بھی مقام ابراہیم کے پاس دعا کرنا، ملتزم کے پاس دعا کرنا، حجر اسود کے پاس دعا کرنا، میزاب رحمت کے پاس دعا کرنا،

اجابت دعا میں ان جگہوں کی جو تاثیر ہے وہ بیت اللہ شریف کی دوسری جگہوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے اس کا انکار تو شاید سلفی لوگ بھی نہ کریں، اس سے معلوم ہوا کہ دعاؤں کی قبولیت میں جگہوں کا بھی بہت دخل ہوا کرتا ہے۔ تو جو جگہ کہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق عرش سے بھی افضل ہے اس جگہ پر دعا کرنا کیوں نہیں افضل ترین عمل ہوگا؟ اور ہمارا بلکہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں تو اس جگہ کی روحانیت کا ہم کیا اندازہ کر سکتے ہیں جہاں حضور خود حیات جسدی کے ساتھ تشریف فرما ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہونے کی جگہ کے برکات وخیرات کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ پس بلا شبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس دعا کرنا بہترین عمل ہے، نہایت بابرکت عمل ہے۔ اور دعا کی قبولیت میں اس کا بہت زیادہ اثر ہے، جو لوگ اس عمل کو شرک، بدعت اور گمراہی قرار دیتے ہیں وہ خدا کی مخلوق میں بدترین لوگ ہیں ان کے قلوب مسخ ہو چکے ہیں، ایمان کا نور ان سے رخصت ہو چکا ہے۔

حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث تھے، فرماتے ہیں: البقاع المباركة يستجاب عندها الدعاء۔ یعنی مبارک جگہوں کے پاس دعا قبول ہوتی ہے، پھر فرماتے ہیں کہ كما ان الدعاء في السحر مرجو[1]۔ یعنی جس طرح دعا سحر کے وقت قبول ہوتی ہے، امام ذہبی کا مطلب یہ ہے کہ دعا کی قبولیت میں مکان کا بھی دخل ہوتا ہے، اور زمان کا بھی دخل ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی جگہ سے مبارک جگہ غیر مقلدین اور سلفیین بتلائیں کہ کون سی ہے؟ تو اس پاک جگہ پر جو دعا کی جائے گی وہ کیوں قبول نہ ہوگی اور اس پاک اور متبرک ومقدس جگہ پر دعا کرنا کیوں حرام اور شرک ہوگا۔

ابن المقری، طبرانی، اور ابو الشیخ یہ تینوں جلیل القدر محدث ہیں، آج کے غیر مقلدین وسلفیین سے زیادہ حدیث کو جاننے والے اور شریعت کے احکام سے زیادہ واقف تھے۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ص ۸۹ ج ۸

ایک دفعہ یہ تینوں محدثین کرام حدیث کی طلب میں مدینہ پاک میں مقیم تھے، ان کے پاس کھانے پینے کا سامان تھا ختم ہوگیا، بازار سے کچھ خریدنے کے لئے پیسے بھی نہیں باقی بچے فاقہ کی نوبت آگئی، ابن المقری کہتے ہیں کہ جب عشاء کا وقت ہوا تو ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس گئے اور میں نے کہا یارسول اللہ الجوع - اے اللہ کے رسول ہم بھوکے ہیں، طبرانی نے مجھ سے کہا کہ میں تو یہیں بیٹھا رہونگا اب موت آجائے یا روزی کھانے کو ملے، میں یہاں سے اٹھنے والا نہیں۔ طبرانی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس روزی حاصل کرنے کیلئے یا مرنے کیلئے بیٹھ گئے اور المقری اور ابوالشیخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی درخواست پیش کرکے قیام گاہ چلے آئے - المقری کہتے ہیں کہ تھوڑی ہی دیر میں سید خاندان کا ایک آدمی آیا جس کے پیچھے دو غلام دو بڑے جھولے لئے ہوئے تھے اس میں کھانے پینے کا بہت سارا سامان تھا، اور اس نے کہا کہ تم لوگوں نے حضور سے بھوک کی شکایت کی ہے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ مجھے حکم دے رہے ہیں کہ میں تم لوگوں کے پاس کھانے پینے کا سامان پہونچاؤں۔

یہ قصہ کوئی گپ نہیں ہے، اس کو امام ذہبی نے اپنی مشہور کتاب " تذکرۃ الحفاظ " میں ذکر کیا ہے - اب اگر غیر مقلدین اور وقت حاضر کے سلفیین کی بات مانیں تو یہ تینوں جلیل القدر محدثین اور ائمہ حدیث مشرک اور گمراہ قرار پائیں گے۔

اس طرح کے واقعات کتابوں میں بہت ہیں، غیر مقلدین کس کس کو کافر و مشرک بنائیں گے ان حضرات پر توحید کا نشہ ایسا چڑھا رہتا ہے کہ جب تک یہ لوگ تمام مسلمانوں کو مشرک نہ بنالیں ان کا توحیدی نشہ اترتا نہیں ہے۔

آپ غور فرمائیں قرآن میں جس کو مقام ابراہیم کہا گیا ہے وہ کیا ہے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پاک کا نشان ہی تو ہے، جس کو قدرت الٰہی نے عجیب و غریب ڈھنگ سے پتھر پر ثبت کر دیا ہے، اور قرآن نے اسے اللہ کی نشانی بتلایا ہے، وہ جگہ اور وہ نشانِ قدم تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پاک میں ایسا متبرک اور مقدس پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کے لئے اور عمرہ کرنے والوں کے لئے طواف کے بعد اس جگہ پر دو رکعت نماز پڑھنے کو

مشروع قرار دیا اور وہ جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک میں دعا کے قبول ہونے کی جگہ قرار پائی، حالانکہ وہ جگہ نہ ابراہیم علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے، نہ ان کا وہاں قدم مبارک ہے بلکہ پتھر پر جما ہوا صرف ان کے قدم کا نشان ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کو اور اس پتھر کے نشانِ قدم کو متبرک سمجھ رہے ہیں، اور وہاں صرف دعا کرنے کو نہیں بلکہ نماز پڑھنے کو مشروع قرار دے رہے ہیں، تو اب وہ جگہ کس قدر بابرکت اور کس قدر مقدس اور کس قدر فیض رساں ہوگی جہاں سید الرسل وامام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی بحالتِ حیاۃ موجود ہے۔
اور اس جگہ پر دعا کرنا کتنا بابرکت عمل ہوگا، اور قبولیتِ دعا میں اس کی تاثیر کا کیا عالم ہوگا مگر ان باتوں کو وہ سمجھے گا جس کو خدا نے فہم و فراست اور تفقہ اور دل کی بینائی اور ایمان کی حرارت اور محبت رسول کی دولت عطا کی ہو، یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی جو دو چار حدیث رٹ رٹا کر اہلحدیث بننے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

غیر مقلدین حضرات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کے پاس دعا کرنے کو شرک و معصیت اور خلافِ شرع قرار دینے کے لئے وہ حدیث جو آپ نے ذکر کی ہے۔ یعنی اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد، یعنی اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا جس کی عبادت کیلئے پیش کرنا انتہا درجہ کی سفاہت اور حماقت اور حدیث پاک کی معنوی تحریف ہے۔ اس حدیث پاک میں دور دور اس کا نشان نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کے پاس دعا کرنا حرام ہے، آپ ذرا خود اس حدیث کے ترجمہ و معنی میں غور کریں، اس میں تو یہ بیان کیا جارہا ہے کہ حضور پاک کی قبر کو وثن یعنی بت بنا کر کے اس کی عبادت کرنا جس طرح مشرکین اپنے بتوں کی عبادت کرتے تھے یا جس طرح بنی اسرائیل میں کے کچھ لوگوں نے انبیاء کی قبروں کو معبود بنا کر اس کی تعظیم اس طرح کرتے تھے جس طرح اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے، یہ حرام ہے، ان قبروں کو انھوں نے واقعی معبود بنالیا تھا اس وجہ سے اس کو سجدہ بھی کرتے تھے، ان کے نام کی نذر بھی مانگتے تھے ان پر چڑھاوا بھی چڑھاتے تھے، ان قبروں کو نفع و نقصان کا مالک بھی سمجھتے تھے، جیسا کہ مشرکین کا معاملہ اپنے بتوں کے ساتھ تھا، اس طرح کا معاملہ کسی بھی قبر کے ساتھ کرنا حرام ہے اور اسکے

ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس جو دعا کرتا ہے وہ نہ تو حضور کو معبود بناتا ہے نہ آپکی قبر کو معبود بناتا ہے نہ اس کے ذہن میں یہ تصور رکھتا ہے کہ آپ کی قبر معاذ اللہ بت ہے جو مستحق عبادت ہے۔ جو حاجت روا اور مشکل کشا اور خدائی صفات والی ہے، وہ تو مانگتا اللہ سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تو مانگتا بھی نہیں، ہاں اس جگہ کو برکت کی جگہ اور قبولیت دعا کی جگہ سمجھتا ہے۔ جس طرح مقام ابراہیم کو برکت اور قبولیت دعا کی جگہ سمجھا گیا ہے، اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے، آپ کی قبر پاک کی جگہ کو جو مبارک اور مقدس جگہ نہ سمجھے اور وہاں دعا کرنے کو ایسا سمجھے جیسے کسی بت کے پاس دعا کی جارہی ہے، تو وہ بلاشبہ بے ایمان ہے، زندیق ہے، توہین رسول کا مرتکب ہے، واجب القتل ہے

آپ نے جو دوسری حدیث لکھی ہے۔ یعنی لا تتخذوا قبری عیداً جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میری قبر کو عید مت بناؤ۔ اس کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس دعا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ذرا غور کریں حضور فرماتے ہیں کہ تم لوگ میری قبر کو عید مت بناؤ، مسلمانوں کا عمل یہ ہے کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس دعا کرنے کو افضل ترین عمل شمار کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک، اور مسلمانوں کے عمل میں کیا تعلق اور جوڑ ہے اس حدیث میں مسلمانوں کے اس عمل سے کہاں نہی وارد ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کیا ہے اور مسلمانوں کا عمل اور عقیدہ کیا ہے، ان دونوں میں دور دور کا بھی کوئی جوڑ نہیں ہے کہ اس حدیث کو مسلمانوں کے عمل پر فٹ کر کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کے پاس دعا کرنے کو حرام بتلایا جائے۔

میں نے عرض کیا ان غیر مقلدین اور سلفیوں کا بڑا مرض یہ ہے کہ دو چار حدیث رٹ لی اور پھر ان کا معنی اور مفہوم سمجھے بغیر مسلمانوں پر کفر و شرک کے گولے داغنے شروع کر دیئے۔
احمد رضا خاں بیچارہ مرگیا زندہ رہتا تو خوش ہوتا کہ تشریک و تکفیر کے میدان کے

تنہا ہم ہی نہیں شہسوار ہیں بلکہ اس میدان کے مجاہدین اور بھی ہیں، جن کا آلۂ تکفیر و تشریک ہماری شمشیر سے بھی تیز ہے۔

آئیے میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ اس حدیث پاک کا مطلب کیا ہے اور غیر مقلدین اس کی معنوی تحریف کر کے کہاں لے جا رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عید کا دن لہو ولعب اور تماشا کا ہوتا ہے میری قبر کو لہو ولعب اور تماشا کی جگہ نہ بناؤ، میری قبر کی جگہ تماشا کی جگہ نہیں ہے، بلکہ اس جگہ یہ حاضری انتہائی احترام اور انتہائی عقیدت کے ساتھ ہونی چاہئے، قلب کی غفلت کے ساتھ نہیں بلکہ قلب کے استحضار کے ساتھ ہونی چاہئے۔ بتلائیے کہ اس معنی کو قبر کے پاس دعا کرنے سے ممانعت کے معنی سے کیا تعلق ہے؟ رہا یہ کہ ہم نے جو معنی بیان کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط تو دنیائے علم حدیث کی مشہور ومسلم شخصیت ملک المحدثین محمد طاہر پٹنی نے اپنا مشہور زمانہ کتاب مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار میں یہی معنی بیان کیا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

لا تجعلوا قبری عیداً، ای لا تجعلوا زیارة قبری عیداً، او قبری مظهر عید ای لا تجتمعوا للزیارة اجتماعکم للعید فانه یوم لهو وسرور وحال الزیارة بخلافه۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا تجعلوا قبری عیداً کا مطلب یہ ہے کہ میری قبر کو عید کے دن کی طرح کی زیارت مت بناؤ کہ جس طرح عید کے دن کھیل کود کا مظاہرہ ہوا کرتا ہے تم میری قبر کو بھی کھیل کود کا ایک بناؤ ایسا نہ کرو اس لئے کہ یہ کھیل کود اور خوشی کے اظہار کی جگہ نہیں ہے بلکہ یہ جگہ احترام و تقدیس کی ہے، اس لئے یہاں عید والا تماشہ کرنے سے بچو۔

دیکھیے حضور پاک کی اس حدیث کا مطلب تو محدثین یہ بیان کرتے ہیں اور غیر مقلدین اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے روضہ کے پاس دعا مت کرو، مارو گھٹنا پھوٹے سر، اسی کو

کہتے ہیں، اس حدیث پاک میں تو اس کا اشارہ ہے کہ قبر پاک کی جگہ انتہائی مقدس ہے اسلئے
انتہائی درجہ اس کا احترام کرنا ہے، وہاں کوئی ایسا عمل نہ ہو جو کھیل کود اور تماشہ کے
مشابہ ہو جس سے قبر پاک کے احترام میں خلل پڑے، اور اس جگہ کی تعظیم کے منافی ہو۔
اس حدیث کا دوسرا مطلب ایک یہ بھی ہو سکتا ہے۔ ملک المحدثین علامہ
طاہر پٹنی ہی فرماتے ہیں۔

اوھو اسم من الاعتیاد من عادہ واعتادہ اذا صار عادۃ لہ و
اعتیادہ یؤدی الی سوء الادب وارتفاع الحشمۃ۔

یعنی یا اس حدیث پاک کا یہ مطلب ہے کہ میری قبر کی زیارت کو تم لوگ عادت
مت بناؤ، اس لئے کہ اس میں سوء ادب کا امکان ہے اور اس کا امکان ہے کہ اس کی تعظیم
دل سے نکل جائے گی۔

یعنی جب انسان کسی بات کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کو عادت بنا لیتا ہے تو
اس چیز کی اہمیت گھٹ جاتی ہے، اور اس کی تقدیس وتعظیم میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔
تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی بھی بار بار زیارت کی جائے گی اور کثرت سے اس جگہ
آنا جانا ہوگا تو دل میں اس کا وہ احترام باقی نہ رہے گا جو کبھی کبھار کی زیارت کے وقت
ہوتا ہے۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کی بار بار اور کثرت سے زیارت
کرنے سے منع فرمایا تاکہ قبر کا احترام کم نہ ہو اور اس جگہ کی عظمت میں خلل نہ پڑے۔

اس دوسرے معنی کا بھی سلفیوں کے بیان کردہ معنی سے کوئی جوڑ نہیں ہے،
اس دوسرے معنی کا بھی مطلب یہی نکلتا ہے کہ آپ کی قبر شریف انتہائی احترام وعظمت
کی جگہ ہے۔ اس کا احترام پوری طرح سے باقی رہے۔ آدمی کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی قبر شریف کے پاس دعا نہ کرو۔ اس جہالت کا کچھ ٹھکانا ہے؟ اور اگر کوئی داد دینا چاہے
تو غیر مقلدین کو کن الفاظ میں اس قابلیت پر داد دے۔

اس حدیث پاک کا اور بھی معنی ہو سکتا ہے مگر کسی ایک معنی کا بھی تعلق اس سے ہرگز نہیں ہے کہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس دعا کرنے سے روکا گیا ہے، یہ معنی بیان کرنا صرف سلفیت کا کارنامہ ہے۔

بات یہ ہے کہ سلفیوں نے اپنی جہالت سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ متبرک مقامات پر دعا کرنا بھی شرک و بدعت ہے۔

اب ان کو کون سمجھائے کہ جو جگہ بھی حضور سے یا صحابہ کرام سے یا کسی نبی اللہ اور ولی اللہ سے نسبت رکھے گی وہ مقدس و مبارک ہوگی، اسی طرح سے جو چیز بھی کسی نبی کسی رسول کسی اللہ والے سے نسبت رکھے گی وہ مقدس ہوگی، اور ایسی تمام اشیاء اور مقامات کا احترام کرنا ایمان کا تقاضا ہے، اور اس ذات مقدس سے محبت و تعلق کی علامت ہے، اور ان اشیاء اور جگہوں کی معنوی تاثیر کا انکار کرنا جہالت اور زندقہ ہے، اور اسی جہالت و زندقہ میں دور حاضر کی سلفیت گرفتار ہے۔ اسلئے وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس دعا کرنے کو ناجائز قرار دیتی ہے، اور اس کے لئے وہ احادیث پاک کے معانی بیان کرنے میں تحریف کرتی ہے۔

آپ پورے اطمینان کے ساتھ ان کے بڑے سے بڑے عالم کو چیلنج کر سکتے ہیں کہ کسی شارح حدیث نے، کسی معتبر و مستند فقیہ و محدث نے ان دونوں حدیث پاک سے نبی پاک فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس دعا کرنے کی حرمت کو ثابت کیا ہے تو وہ اس محدث اور اس فقیہ اور اس شارح حدیث کا نام لے، میں آپ کو پورے شرح صدر کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ سوائے ابن تیمیہ اور ابن تیمیہ کے دم چھلوں کے کسی بھی معتبر اہل سنت والجماعت کا نام وہ غیر مقلد نہیں لے سکتا۔

ایک بات خوب یاد رکھئے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کی ذات یا ان سے منسوب جگہوں اور اشیاء سے توسل حاصل کرنا اور چیز ہے، اور خود ان کی ذات کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنا اور چیز ہے، پہلی چیز کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور دوسری

چیز کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، غیر مقلدین کی جہالت یہ ہے کہ انھوں نے دو الگ الگ چیزوں کا حکم ایک کر دیا ہے۔ ہم اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس دعا کرنے کو باعث اجابت و قبولیت سمجھتے ہیں، ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو معبود کا درجہ ہرگز نہیں دیتے ہیں نہ ہم اللہ کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں خدائی صفات کے ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

والسلام — محمد ابوبکر غازی پوری

مکتبہ اثریہ کی

عظیم پیش کش

ارمغان حق ——— جلد اول

ارمغان حق ——— جلد دوم

زمزم میں شائع ہونے والے خطوط کے جواب کا ضخیم مجموعہ۔ اس کتاب کی دونوں جلدوں کا مطالعہ آپ کو راہ حق کا آشنا بنا دے گا، اور غیر مقلدین کے دام فریب سے آپ کو نکال دیگا۔

محمد ابوبکر غازی پوری

باطنی خوبیاں ظاہری عیوب کیلئے پردہ پوش ہیں

یہ دور مادیت کا دور ہے، اس مادی دور میں حسن اخلاق، حسن سیرت، اور حسن کردار کی بات کرنا بے وقوفی کہلاتا ہے، اور ہوشیار و عقلمند اور کامیاب انسان وہی ہے جس کی مادی اور ظاہری زندگی خوب سے خوب تر ہو، خواہ آدمی اس کے لئے اپنے اخلاق و کردار کا جنازہ نکال کر رکھ دے، اور خواہ یہ زندگی جھوٹ، فریب، بے ایمانی، دغابازی بدعہدی، ظلم و ستم اور دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر حاصل ہوئی ہو، آدمی کو اس کی فکر نہیں ہوتی ہے کہ اسے یہ زندگی حاصل ہوئی ہے اس کے لئے کس کے کس کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے، اور انسانی اقدار کا کتنا خون بہایا گیا ہے، کتنے یتیموں، مسکینوں کو اجاڑ کر یہ زندگی حاصل ہوئی ہے۔

اس طرح کی زندگی گذارنے والے کیلئے تجربہ شاہد ہے کہ اللہ کے یہاں تو خیران کا ذکر ہی کیا خود دنیا میں کس قدر ذلیل رہتے ہیں، اور یہ طبقہ انسانوں کی نگاہ میں کتنا گرا ہوا طبقہ ہوتا ہے ______ اس کے برخلاف اگر آدمی کی زندگی باطنی خوبیوں سے مزین ہے تو اس کے ظاہری عیوب بھی پس پردہ ہو جاتے ہیں اور ہر طرح کے بڑے سے بڑے ظاہری عیب کے باوجود انسان کا قد بلند ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عظمت و رفعت کا ستارہ عروج پر ہوتا ہے، ان باطنی خوبیوں کے مقابلہ میں انسان کی نگاہ اس کے ظاہری عیوب کی طرف نہیں رہتی ہے۔

آج کی اس صحبت میں ایسی ہی ایک شخصیت کا تذکرہ عبرت کے لئے کیا جارہا ہے۔ جس کا ظاہر دیکھو گے تو اس میں ہر طرح کا عیب پاؤ گے مگر اس کی باطنی خوبیوں نے اس کو اپنے سماج میں بڑی باوقار زندگی عطا کی تھی۔ اِسلام کی تاریخ میں اس شخصیت کو احنف بن قیس کے نام سے جانا جاتا ہے۔

احنف کے باپ کا نام قیس تھا، دادا کا نام معاویہ اور پردادا کا نام حصین تھا۔ قبیلہ بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی قوم کے سرداروں میں سے شمار ہوتے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا، مگر آپ کی صحبت سے محروم رہے، مدینہ پاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آئے تھے۔ بہت سے صحابہ کرام سے احادیث سنی ہیں، اصل میں ان کا نام ضحاک تھا، مگر چونکہ ان کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر پڑھا ہوا تھا اور ایسے شخص کو جس میں پاؤں کا یہ عیب ہو " احنف " کہا جاتا ہے، اس وجہ سے ان کا نام احنف پڑ گیا، اور یہ اسی نام سے جانے جانے لگے، ان کا خصیہ صرف ایک تھا، ان کی ماں بچپن میں ان کو کھلاتے ہوئے یہ شعر گایا کرتی تھیں

واللہ لولا حنف رجلہ　　　وقلۃ اخافہا من نسلہ

ما کان فی فتیاتکم بمثلہ

خدا کی قسم اگر اس کے پاؤں میں ٹیڑھے پن ہونے کا عیب نہ ہوتا، اور وہ کمی نہ ہوتی جس کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی نسل نہیں چلے گی، اگر اس میں یہ عیب نہ ہوتے تو اے لوگو اس جیسا جوان تم میں کا کوئی نہ ہوتا۔

احنف کے ظاہری عیوب پر نگاہ کرو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سراپا عیب ہی تھے۔ امام عجلی فرماتے ہیں کہ یہ کانے تھے، ان کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر چڑھا تھا، بدشکل تھے، پستہ قد تھے، ان کے گال کے دونوں کناروں پر بال نہیں تھا، ان کا خصیہ ایک ہی تھا سر گنجا تھا، دانت ایک دوسرے پر چڑھا تھا، گردن جھکی ہوئی تھی، دونوں رخسار کی ہڈی ابھری ہوئی تھی، سر جھکا تھا، آنکھ دھنسی ہوئی تھی، ان کا دونوں سرین ایک دوسرے

سے ملا ہوا تھا، اس کو آپریشن کر کے جدا کیا گیا تھا۔ ذرا غور کرو جس شخص میں ان تمام عیوب میں سے چند بھی ہوں تو دنیا کس نظر سے اس کو دیکھتی ہے۔ مگر جب اللہ کسی کو معنوی حسن عطا کرتا ہے یہ سارے ظاہری عیوب پس پردہ ہو جاتے ہیں۔ احنف کو اللہ نے باطنی خوبیوں سے نوازا تھا اور یہ اپنی باطنی خوبیوں کی وجہ سے اپنی قوم کے سردار تھے، بلکہ جو دیکھتا ان کے اوصاف کو دیکھ کر ان کو سید کے لقب سے ملقب کرتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ان کو سال بھر تک روکے رکھا اور ان کو پرکھتے رہے، آخر میں انھوں نے فیصلہ کیا اور قسم کھا کر کہا۔ واللہ ھذا السید، خدا کی قسم یہ سید ہیں، یعنی سیادت کے اوصاف سے متصف ہیں۔

اب آؤ ان کے اوصاف باطنہ کو دیکھو، حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ بہترین خطیب تھے، فصاحت و بلاغت سے متصف تھے، خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں صرف ایک مرتبہ جھوٹ بولا ہے، ایک دفعہ حضرت عمر نے پوچھا کہ تم نے یہ کپڑا کتنے میں خریدا ہے؟ تو میں نے ایک تہائی قیمت گھٹا کر ان کو بتایا تھا۔ بس یہی ایک جھوٹ تھا جو پوری زندگی میں میرے منہ سے نکلا۔

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ احنف شرف سے بھاگا کرتے تھے اور شرف ان کا پیچھا کیا کرتا تھا۔

احنف دوسروں کی راحت کا کتنا خیال کرتے تھے اس کا اندازہ اسی واقعہ سے لگتا ہے۔ ابوالاصفر کہتے ہیں کہ احنف کو خراسان کا گورنر بنایا گیا تھا، ایک جاڑے کی سرد رات میں ان کو نہانے کی ضرورت پڑی تو انھوں نے پانی گرم کرنے کیلئے اپنے خادموں میں سے کسی کو جگایا نہیں اور برف کو توڑ کر اس کا پانی بنایا اور اس سے غسل کیا۔

احنف کہتے ہیں کہ میری آنکھ خراب ہوئے چالیس سال ہو گئے مگر میں نے اس کا شکوہ اس پوری مدت میں کسی سے نہیں کیا۔

احنف کہتے تھے کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ کوئی کیسے تکبر کرتا ہے اور بڑا بنتا ہے

حالانکہ وہ مرتبہ پیشاب کی جگہوں سے نکالا گیا ہے۔

احنف کہتے ہیں تین باتیں میرے اندر ہیں میں اس کو محض عبرت کیلئے ذکر کر رہا ہوں ایک بات یہ کہ میں کسی حاکم وقت کے دروازہ پر بلا بلائے نہیں گیا، دوسرے کسی دو آدمیوں کے بیچ میں نہیں پڑا الا یہ کہ مجھے ان کے معاملہ میں ڈالا گیا ہو، تیسرے یہ کہ میرے پاس سے جو اٹھ کر جاتا ہے اس کا ذکر میں بھلائی سے کرتا ہوں۔

احنف فرماتے تھے کہ میرا معاملہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مجھ سے بلند و بالا ہے تو میں اس کا اعتراف کرتا ہوں اور کوئی مجھ سے کم تر درجہ کا ہے تو میں اپنی شخصیت کو اس سے اونچا رکھتا ہوں، اور اگر وہ میرے برابر کا ہے تو میں اس سے افضل بننے کی کوشش کرتا ہوں۔

نیز وہ فرماتے تھے کہ میں حلیم نہیں ہوں لیکن حلیم ہونے کا اظہار کرتا ہوں یعنی تکلفاً حلم کا اظہار کرتا ہوں۔

ایک آدمی نے احنف سے جھگڑا کیا اور اس نے ان سے کہا کہ اگر تو ایک کہے گا تو دس سنے گا تو احنف نے اس سے کہا کہ اگر تو دس کہے گا تو مجھ سے تو ایک بھی نہیں سنے گا۔

ایک شخص نے احنف سے کہا کہ تم سردار کیسے ہو گئے تو انھوں نے کہا کہ لایعنی باتوں سے دور رہنے کی وجہ سے۔

احنف سے پوچھا گیا کہ آدمیت کیا ہے؟ فرمایا دوسروں کے راز کو چھپانا اور برائی سے دور رہنا۔

حضرت احنف فرماتے تھے کہ ادب کی اصل زبان ہے، اس بات میں کوئی بھلائی نہیں جو عمل سے خالی ہو، اور ظاہر کی خوبی کوئی خوبی نہیں ہے اگر باطن اچھا نہیں ہے، اور اگر سخاوت نہیں ہے تو مال سے فائدہ نہیں، اور اگر دوستوں کے ساتھ وفاداری نہیں ہے تو دوستی دوستی نہیں ہے۔ اور اگر انسان میں پرہیزگاری نہیں ہے تو علم بے فائدہ ہے۔ اور اس صدقہ میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس کے خرچ کرنے میں صالح نیت نہ ہو، اور اس زندگی میں کوئی خیر نہیں ہے جب آدمی کو صحت اور امن کی حالت نصیب نہ ہو۔

احنف دوسروں کے اکرام کا پورا لحاظ رکھتے، اگر ان کی مجلس میں کوئی آتا تو چاہے وہ آدمی کیسا بھی ہوتا اپنی مجلس میں اس کو جگہ دیتے، اگر گنجائش نہ ہوتی تو اس کیلئے جگہ بناتے۔

احنف فرمایا کرتے تھے کہ بدترین آدمی وہ ہے جو ہر وقت اپنے پیٹ اور اپنی شہوت کی فکر کرے اور اسی کے بارے میں گفتگو کرے۔

سخاوت وجود میں بھی احنف یکتائے فرد تھے، فرماتے تھے کہ جو مال اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کیا جائے وہ مال مال کہلانے کا مستحق نہیں ہے، احنف خطابت وتقریر میں بے مثال تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر کے سامنے گفتگو کی تو حضرت عمر ان کی فصاحت وبلاغت اور معجزانہ بیان سے حیرت میں پڑ گئے، حضرت احنف میں بہترین قائدانہ صلاحیت تھی، وہ جنگ کے میدان کے ماہر تھے، اور بہت بہادر تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد کے زمانوں میں ان کو متعدد مرتبہ قائد الجیش بنا کر بھیجا گیا اور وہ ہر جنگ میں کامیاب ہو کر لوٹے۔

ابن عامر خراسان کا گورنر تھا، وہ عمرہ کے لئے سفر پر نکلا، اور اپنی جگہ خراسان کی گورنری کے عہدہ پر احنف کو مقرر کیا، خراسان والوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کر دی اور اسلامی حکومت کو ختم کرنے کیلئے بہت بڑا لشکر جمع کیا، اور مرد شہر میدان جنگ بنا خراسانیوں کی تعداد اتنی بڑی تھی کہ بقول محمد بن اسحٰق اتنی بڑی تعداد کا ذکر اس سے پہلے کبھی نہیں سنا گیا تھا۔ احنف بھی اسلامی لشکر کے ساتھ ان خراسانیوں سے مقابلہ کے لئے نکلے اور اپنی بے نظیر جنگی تدبیر اور شجاعت وقیادت کا اظہار کیا اور دشمنوں کو میدان جنگ میں شکست فاش دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی عقل، ان کی سیاست اور حسن رائے پر اتنا بھروسہ تھا کہ حضرت ابو موسٰی اشعری جو دور فاروقی میں گورنر تھے، کو لکھا کہ احنف کو اپنے سے قریب رکھو ان سے مشورہ کرو، اور وہ جو کہیں اسے سنو اور مانو۔

حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ کسی قوم کے شریف اور سردار کو میں نے احنف

سے افضل نہیں دیکھا۔

احنف میں جہاں یہ تمام اخلاقی اور معنوی خوبیاں تھیں اسی طرح اللہ کی ذات سے ان کا لگاؤ بھی بہت تھا، اور فکر آخرت کا سودا بھی ان میں بہت تھا۔

ایک دفعہ پیری کے زمانہ میں یہ روزہ سے تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ کمزور ہیں روزہ نہ رکھیں تو کہنے لگے کہ میں لمبے سفر کی تیاری کر رہا ہوں، عام طور پر نوافل کی نماز رات میں پڑھا کرتے تھے، کبھی یہ چراغ کی لو پر انگلی رکھتے اور اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہتے کہ کچھ گرمی کا احساس ہو رہا ہے؟ جہنم کی آگ تو اس سے بڑھ کر گرم ہو گی تو تو نے کیوں فلاں وقت فلاں کام کیا؟۔

مروان اصغر سے منقول ہے کہ احنف اللہ کی شان حضور یہ دعا کرتے تھے اللّٰھم ان تغفر لی فانت اھل ذالک ، وان تعذبنی فانا اھل ذالک۔

الٰہ العالمین اگر تو مجھے معاف فرمادے گا تو تو اسی کے لائق ہے اور اگر تو مجھے عذاب دے گا تو میں اسی کا مستحق ہوں۔

یہ حضرت احنف کی زندگی کی چند جھلکیاں ہیں جنھیں یہاں پیش کیا گیا ہے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آدمی میں اگر سیرت و کردار کی پختگی ہو اور فکر آخرت والی زندگی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے رتبہ کو ہزار جسمانی عیوب کے باوجود کس طرح اونچا کرتا ہے۔

نوٹ

حضرت احنف کے بارے میں یہ ساری معلومات امام ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء جلد پنجم سے لی گئی ہے۔

پیش کردہ

نورالدین نوراللہ الاعظمی

حکایات وواقعات

ہم اپنی تعریف آپ کریں گے

علی بن مسہر مشہور محدث ہیں، مسلم شریف اور ابن ماجہ میں ان کی روایت ہے، خلیفہ مامون کے زمانہ میں موصل شہر کے قاضی تھے، یہ قاضی صاحب ذرا مغفل اور بے وقوف قسم کے تھے، ایک دفعہ ان کو معلوم ہوا کہ خلیفہ مامون موصل آنے والا ہے تو انھوں نے کچھ لوگوں سے کہا کہ وہ لوگ خلیفہ کے سامنے ان کی تعریف کریں کہ ہمارے شہر کے قاضی صاحب بڑے انصاف پسند ہیں، ان کی وجہ سے ہم لوگ بڑی عافیت اور سکون کی زندگی گذار رہے ہیں، قاضی صاحب کا مقصد یہ تھا کہ اگر دو چار آدمی اس طرح سے خلیفہ کے سامنے انکی تعریف کر دیں گے تو خلیفہ مامون ان کو انعام سے نوازے گا اور اس کی نگاہ میں قاضی صاحب کی قدر و منزلت بڑھ جائیگی۔ مگر قاضی صاحب کی کوششوں کے باوجود قاضی صاحب کی بات لوگوں نے سنی ان سنی کر دی، جب قاضی صاحب نے سمجھ لیا کہ لوگ اس کیلئے تیار نہیں ہیں، تو جس روز مامون موصل آنے والا تھا، یہ قاضی صبح ہی صبح تیار ہوئے، نیا کپڑا پہنا، ڈاڑھی کو کنگھا کیا، اور دجلہ شہر کے کنارے جہاں سے مامون کی سواری گذرنے والی تھی کھڑے ہو گئے جب مامون حسب پروگرام اس جگہ سے گذرا جہاں پر یہ قاضی کھڑے تھے تو قاضی صاحب نے بڑھ کر اس کو درباری سلام کیا اور کہا کہ امیر المومنین اس شہر کے قاضی علی بن مسہر بڑے عدل

وانصاف کی بدولت ہم شہر والے بڑے امن اور چین میں ہیں، اس موقع پر مامون کے ساتھ یحییٰ بن اکثم نامی ایک دوسرے محدث بھی تھے، انھوں نے قاضی صاحب کی یہ بات سنی تو بے اختیار ہو کر ہنسنے لگے، تو مامون نے تعجب سے ان سے پوچھا کہ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ امیرالمومنین یہ خود ہی علی بن مسہر ہیں، جو اپنی تعریف اپنے منہ سے کر رہے ہیں، تو مامون کو بھی ہنسی آگئی اور وہ دیر تک ہنستا رہا، پھر یحییٰ سے کہا کہ اس کو اس کے عہدہ سے معزول کرو، یہ آدمی احمق معلوم ہوتا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۴۳۲)

حسد جو نہ کرادے

انھیں علی بن مسہر کا واقعہ ہے کہ ان کی قسمت جاگی اور خلیفہ وقت نے ان کو آرمینیا کا گورنر مقرر کر دیا، جب یہ آرمینیا کے لئے روانہ ہوئے تو ان کی آنکھ میں تکلیف محسوس ہوئی علاج کے لئے ایک طبیب آنے جانے لگا، آرمینیا کا جو قاضی تھا وہ ان سے حسد رکھتا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ علی بن مسہر آرمینیا کے گورنر بنیں، تو قاضی نے اس طبیب سے رابطہ کیا جو ان کی آنکھ کا علاج کر رہا تھا اور اس سے کہا کہ میں تم کو اتنی دولت دوں گا اگر تم اس گورنر کی آنکھ میں ایسی دوا ڈال دو جس سے اس کی بینائی ختم ہو جائے اور وہ اندھا ہو جائے۔ طبیب نے مال و دولت کی لالچ میں قاضی کی یہ بات مان لی اور علی بن مسہر کی آنکھ میں کوئی زہریلا سیال ڈال دیا جس سے یہ بیچارے اندھے ہو گئے اور ان کی بینائی ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئی۔

(ایضاً ص ۴۲۴ ج ۸)

عزتِ نفس وحدیثِ رسول کا احترام

عیسیٰ بن یونس نام کے ایک محدث گذرے ہیں، جعفر برمکی کے زمانہ میں یہ تھے، جعفر برمکی علم دوست وزیر تھا، اس نے ایک دفعہ یونس کو اپنے پاس بلایا، جعفر رقہ شہر

میں تھا، یونس چند روز جعفر کے پاس رہے، اس چند روز میں جعفر برمکی نے ان سے کچھ حدیث سنی،
جب عیسیٰ بن یونس نے واپسی کا ارادہ کیا تو سوء اتفاق سے یہ بیمار ہو گئے، تو جعفر نے انکو
دس ہزار روپے بھیجے تو انھوں نے کہا یہ کیا ہے، جعفر نے سمجھا شاید رقم کم ہے اس وجہ سے
وہ لے نہیں رہے ہیں، تو اس نے انکو پچاس ہزار روپے دیئے، تو عیسیٰ نے کہا کہ مجھے اس
رقم کی ضرورت نہیں ہے تو جعفر نے کہا کیوں؟ میں یہ رقم خوشی خوشی دے رہا ہوں اور
اب آپ کو پچاس ہزار کے بجائے ایک لاکھ دے رہا ہوں، تو عیسیٰ نے کہا نہیں خدا کی قسم
میں آپ کی یہ رقم قبول نہیں کر سکتا، میں لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہیں دینا چاہتا ہوں کہ میں
نے سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بدلے قیمت لی ہے، اگر آپ کو یہ رقم دینی تھی تو مجھے بیمار
ہونے سے پہلے ہی میرے پاس کیوں نہیں بھیج دیا۔ حدیث رسول سنانے کے بعد میں یہ رقم
نہیں لے سکتا، رقم کی تو بڑی بات ہے میں حدیث کے عوض ایک گھونٹ پانی بھی آپ کا
نہیں پیوں گا نہ کوئی دوا آپ کی استعمال کروں گا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۷، ص ۴۹۴)

ذہانت وحاضر جوابی

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک روز یہ ہارون رشید کے دربار
میں گئے تو دیکھا کہ ہارون کے ہاتھ میں دو موتیاں ہیں، ہارون تعجب کی حالت میں ان موتیوں کو
اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے الٹ پلٹ کر رہا ہے، حضرت امام ابو یوسف کو دیکھ کر ہارون نے ان
سے ان سے پوچھا کہ ان موتیوں سے خوبصورت تم نے کوئی چیز دیکھی ہے؟ تو حضرت امام ابو یوسف
نے جواب دیا کہ ہاں، ہارون نے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ
برتن (مراد ہارون کے دونوں ہاتھ) جس میں یہ دونوں موتیاں ہیں، ان موتیوں سے زیادہ
خوبصورت ہے، ہارون کو قاضی ابو یوسف کا یہ جواب اتنا پسند آیا کہ اس نے دونوں موتیوں
کو ان کے سامنے ڈالدیا کہ لو یہ موتیاں اب تمہاری ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۷، ص ۴۷۱)

مغفل بادشاہ زادہ

خلیفہ ہارون رشید کی لونڈی کی اولاد تھی، ان میں سے ایک کا نام ابوالعباس تھا، یہ صاحبزادے انتہائی درجہ کند ذہن اور بے وقوف تھے، کسی کی وفات پر میت کے گھر والوں سے کس طرح تعزیت کی جائے یہ سبق ان کو رٹایا جاتا رہا کہ ایسے موقع پر اعظم اللہ اجرکم کہا جاتا ہے، جب ان کے باپ خلیفہ ہارون رشید کا انتقال ہوا تو اپنے گھر والوں اور ارباب سلطنت سے تعزیت کرنے کیلئے ان کے پاس یہ گئے، جب تعزیت کی جگہ پہونچے تو اب ان کو سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ کن لفظوں سے تعزیت کی جائے، تو انھوں نے پوچھا کہ خلیفہ کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ ان کی وفات ہوگئی ہے، تو انھوں نے کہا "جید" یعنی خوب ہوا۔ پھر پوچھا تم لوگوں نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ تو لوگوں نے بتلایا کہ ہم نے ان کو دفن کر دیا ہے تو کہا کہ "جید" یعنی اچھا کیا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۵۰)

یہ گھٹنا نہیں میری ناک ہے

ابوعاصم بن مخلد ایک جلیل القدر محدث تھے، نیک وصالح آدمی تھے، ان کے صلاح کی بات میں سے ایک یہ ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ غیبت کرنا حرام ہے، میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔

فرماتے تھے کہ میری والدہ کی پیدائش سن ایک سو دس ہجری میں ہوئی تھی، اور میری پیدائش سن ایک سو بائیس ہجری میں ہوئی، یعنی ان کی والدہ صرف بارہ سال ان سے بڑی تھیں۔

ابوعاصم کی ناک پیدائشی طور پر بہت بڑی اور موٹی تھی، ان کا قصہ یہ ہے کہ جب انھوں نے شادی کی اور اپنی بیوی کے پاس گئے تو اس کا بوسہ لینا چاہا، تو ان کی بیوی نے کہا کہ اپنا گھٹنا تو میرے چہرے سے دور رکھو، تو انھوں نے کہا، ارے یہ میرا گھٹنا نہیں ہے یہ تو میری ناک ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۱۷۲)

خلیفہ مامون کی حاضر دماغی و علم فرائض میں مہارت

خلیفہ مامون، ہارون رشید کا لڑکا تھا، بڑا صاحب فضل و کمال، فقیہ اور علمی آدمی تھا ذکاوت و ذہانت میں اپنی نظیر آپ تھا، اس کے علمی کمال اور ذہانت اور حاضر دماغی کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ اس کے دربار میں ایک عورت یہ شکایت لے کر گئی کہ اس کے بھائی کی وفات ہو گئی ہے، وہ چھ سو دینار چھوڑ کر مرا، لوگوں نے اس میراث سے مجھ کو صرف ایک دینار دیا ہے، اور کہتے ہیں کہ تیرا حصہ بس اتنا ہی ہے۔

مامون نے کہا کہ کیا تیرے بھائی کی چار لڑکیاں ہیں؟ عورت نے کہا کہ ہاں، تو مامون نے کہا کہ ان کا حصہ چار سو دینار ہے، پھر پوچھا کہ کیا اس کی ماں بھی ہے؟ تو عورت نے کہا کہ ہاں تو مامون نے کہا کہ اس کا حصہ ایک سو دینار ہوا، پھر کہا کہ اس کی بیوی بھی ہو گی؟ عورت نے کہا کہ ہاں تو اس نے کہا کہ اس کا پچھتر دینار ہوا۔ پھر کہا کہ خدا کی قسم تیرے بارہ بھائی ہیں، اس نے کہا کہ ہاں، تو مامون نے کہا کہ ان کا حصہ چوبیس دینار ہوا، اور تو ایک بہن ہے تو تیرا حصہ ایک ہی دینار ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۲۷۸)

یہ اتنا خرچ علم کی راہ میں ہوا تھا

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں، جرح و تعدیل کے امام ہیں، ان کے والد معین عبداللہ بن مالک کے سکریٹری اور کاتب تھے، جب معین یحییٰ کے والد کا انتقال ہوا تو انھوں نے اپنے لڑکے یحییٰ کیلئے جو رقم چھوڑی اس کی تعداد دس لاکھ درہم تھی، یحییٰ بن معین نے اس ساری رقم کو حدیث کے حاصل کرنے میں خرچ کر دیا، اور حال یہ ہوا کہ اتنا پیسہ نہیں باقی بچا کہ اس سے جوتا خرید کر پہنیں۔

یحییٰ بن معین کا ذوق حدیث کیسا تھا، تو خود یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۸)

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

شیخ جمن حفظہ اللہ نے اپنی چھ سالہ لڑکی سے امامت کرائی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی آج ایک تماشا ہوا ۔

باپ ۔ وہ کیا بیٹا ؟

بیٹا ۔ شیخ جمن حفظہ اللہ نے اپنی چھ سالہ لڑکی رفیدہ حفظہا اللہ سے اپنی مسجد میں امامت کرائی ۔

باپ ۔ ہاں بیٹا، یہ قصہ تو میں نے بھی شیخ کلو حفظہ اللہ سے آج ہی بعد عصر سنا ہے، شیخ کلو حفظہ اللہ کہہ رہے تھے کہ اب ہماری جماعت میں بدعتیوں کا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو دین میں نئی نئی بات پیدا کرتا ہے ۔

بیٹا ۔ مگر اباجی شیخ جمن حفظہ اللہ تو کہہ رہے تھے کہ یہ ہمارے مجتہد ثانی مقتدائے جاودانی یعنی نواب صاحب بھوپالی کا فتویٰ ہے ، اس لئے جو اس کو بدعت کہے وہ شریعت سے جاہل ہے ۔

باپ ۔ بیٹا، نواب صاحب نے اس کا فتویٰ کہاں دیا ہے ۔

بیٹا - اباجی نواب صاحب کا یہ صراحۃً فتویٰ تو نہیں ہے، شیخ جمن حفظہ اللہ نے
نواب صاحب کی کسی عبارت سے کشید کیا ہے؟

باپ - معلوم ہوتا ہے کہ شیخ جمن حفظہ اللہ کے ہاتھ نواب صاحب کی کتاب بدور الاھلہ
لگ گئی ہے، اس کتاب میں نواب صاحب کے عجیب اجتہادات ہیں -

بیٹا - جی اباجی، شیخ جمن نے اسی کتاب کا حوالہ دیا تھا، اور نواب صاحب کی یہ عبارت
ہمیں پڑھ کر سنائی تھی، نواب صاحب لکھتے ہیں -

"وچوں نماز جماعت کہ دراں صبی است صحیح باشد چنانکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ابن عباس را از یسار بر یمین گردانید پس نماز جماعت کہ دراں صبی
امام باشد چرا انعقاد پزیرد" - ص۶۱

یعنی جب جماعت والی نماز جس میں بچہ شریک ہو صحیح ہوتی ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو اپنی داہنی جانب سے ہٹا کر بائیں جانب کر دیا تھا
تو وہ جماعت جس میں بچہ امام ہو کیوں نہیں منعقد ہوگی؟ -

باپ - بیٹا نواب صاحب کی یہ عبارت جیسی ہے اس پر تو پھر کبھی میں گفتگو کروں گا،
یہ بتاؤ کہ اس میں یہ کہاں ہے کہ بچی کی امامت مردوں کی جماعت کیلئے جائز ہے؟

بیٹا - اباجی شیخ جمن حفظہ اللہ کا کہنا ہے کہ حضور کے زمانہ میں عورتیں اور بچیاں نماز جماعت
میں شریک ہوا کرتی تھیں، تو جس طرح بچہ جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے
مستحق امامت بزبان نواب صاحب ہو سکتا ہے تو عورتیں اور بچیاں کیوں نہیں
مردوں کی امامت کر سکتی ہیں، اس لئے شیخ جمن نے اپنی بچی سے جو اقرأ بھی ہے، آج
اپنی مسجد میں امامت کرانے کی طرح ڈالی ہے -

باپ - بیٹا واقعۃً یہ نواب صاحب کی عبارت ہے -

بیٹا - جی اباجی - یہ نواب صاحب کی کتاب بدور الاھلہ ص۶۱ کی عبارت ہے -

باپ - انا للہ وانا الیہ راجعون

بیٹا۔ ابا جی یہ استرجاع کیوں، کیا یہ کلام الملوک ملوک الکلام کی قسم کا کلام نہیں ہے کیا؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

شیخ ہدہد حفظہ اللہ نے وضو میں پاؤں دھوئے بغیر امامت کی

بیٹا۔ ابا جی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ابا جی، آج شیخ ہدہد کی مسجد میں بڑا ہنگامہ رہا، لاٹھی چلتے چلتے رہ گئی۔

باپ۔ ہوا کیا بیٹا؟

بیٹا۔ ابا جی، شیخ ہدہد اپنی مسجد میں خود ہی امامت کرتے ہیں، آج انھوں نے وضو میں پاؤں نہیں دھلا تھا، اور مصلے پر پہنچ کر اللہ اکبر کہہ کر دیا۔ نماز بعد مقتدیوں نے بڑا ہنگامہ کیا، مگر شیخ ہدہد نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے، اگر وضو میں پاؤں یا ہاتھ یا چہرہ نہ دھلا جائے تو بھی نماز ہو جاتی ہے، اور امام کی امامت درست ہے۔ شریعت کا فتویٰ بھی ہے، مگر نمازی شیخ ہدہد کی یہ بات کسی طرح ماننے کو تیار نہیں تھے، جب ہنگامہ زیادہ بڑھا تو شیخ جمن نے آکر مجمع کو قابو میں کیا۔

باپ۔ جی بیٹا۔ شیخ جمن حفظہ اللہ بڑے قابل عالم ہیں، کتاب وسنت میں پی، ایچ ڈی کی ہے، انھوں نے کتاب وسنت سے دلیل پیش کر دی ہوگی تو مجمع قابو میں ہوگیا ہوگا۔

بیٹا۔ نہیں ابا جی۔ اب ہماری جماعت کے علماء کتاب وسنت سے رابطہ کم رکھتے ہیں، اب تو ہماری جماعت والے نواب صاحب بھوپالی اور شیخ الکل فی الکل کا سہارا لیتے ہیں۔

باپ۔ تو شیخ جمن نے مجمع کو کس طرح قابو میں کیا؟

بیٹا۔ ابا جی شیخ جمن نے لوگوں سے کہا کہ ہمارے نواب صاحب بھوپالی مجدد وقت تھے۔

بحرالعلوم تھے، جبل العلم تھے، کوہ معرفت تھے، دشت عرفان تھے، انکی بات اور سولہ تولہ کی ہوتی ہے، نواب صاحب نے اپنی کتاب بدورالاحلہ میں اس مسئلہ کو صاف کردیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

" وبرمنع ناقص الطہارۃ دلیلے نیامدہ، واصل صحت است " ص۹۲

یعنی ناقص الطہارۃ کی امامت سے منع پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور اصل صحت ہے۔

اس سے معلوم ہوا اگر وضو میں کسی نے چاروں مفروض عضوؤں میں سے کوئی عضو چھوڑ دیا ہے، مثلاً سر کا مسح نہیں کیا، یا ہاتھ پاؤں چہرہ میں سے کسی عضو کو نہیں دھلا تو اس کی امامت از روئے شرع جائز ہے، نواب صاحب کا فتویٰ سنتے ہی معلوم نے سر جھکالیا، اور شیخ بدہ کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو گیا۔

باپ ۔ آج تک ہم نے کسی کتاب میں یہ مسئلہ نہیں پڑھا تھا، پہلی دفعہ ہمارے علم میں بیش قیمت اضافہ ہوا ہے۔

بیٹا ۔ مگر اباجی شیخ سمرقندی فرماتے ہیں کہ نواب صاحب کا یہ فتویٰ ہم اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک کہ ہمیں اس کی دلیل کتاب وسنت سے نہ دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی نماز دھرالی ہے، اور علماء اہلحدیث سے اس مسئلہ پر دلیل طلب کر رہے ہیں مگر اب تک کسی عالم نے نواب صاحب کی اس بات کو کتاب وسنت سے ثابت نہیں کیا ہے۔ چائے خانوں میں نواب صاحب کے فتویٰ کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔

اباجی نواب صاحب نے اپنی اس بات کیلئے کتاب وسنت سے دلیل کیوں نہیں پیش کی کیا یہ بات بلا دلیل ہے؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

علامہ بحرانی نے قبلہ رخ کے خلاف اور بیٹھ کر اذان دی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی علامہ بحرانی حفظہ اللہ آج عصر میں وقت سے پہلے ہی مسجد پہنچ گئے تھے مسجد کا موذن ابھی استنجا سے فراغت کر رہا تھا کہ گھڑی نے ساڑھے تین کا گھنٹہ بجادیا، اور شیخ بحرانی نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے پورب رخ اذان دے دی، بازار کے لوگوں نے علامہ بحرانی کی پاٹ دار آواز سنی تو مسجد کے پاس جمع ہو گئے اور انھوں نے علامہ بحرانی کو بیٹھ کر اور مشرق رخ اذان دیتے دیکھا تو پورے بازار میں اس کا خوب چرچا ہوا، نماز پڑھنے والے جب مسجد پہونچے تو سب کی گفتگو کا موضوع علامہ بحرانی کی اذان ہی تھی مگر علامہ بحرانی حفظہ اللہ بڑے انہماک سے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے، ان پر کچھ اثر نہیں تھا۔

باپ ۔ بیٹا لوگوں نے علامہ بحرانی سے اس کے بارے میں پوچھا نہیں کہ یہ خلاف سنت اذان آپ نے کیوں دی؟

بیٹا ۔ اباجی، علامہ بحرانی سے بھلا کون پوچھتا، ان کا غصہ سب کو معلوم ہے، لیکن شیخ بھولا حفظہ اللہ نے جو ان کی خدمت میں صبح وشام حاضر ہوتے ہیں، اور ان سے کچھ بے تکلف ہیں، انھوں نے دبی زبان سے ان سے لوگوں کی تشویش کو بیان کیا تو انھوں نے اپنی ٹیڑھی گردن کو کچھ مزید خم دیکر کہا، میں نے مردہ سنت کو زندہ کیا ہے صرف کھڑے ہو کر اور صرف قبلہ رخ اذان دینا بدعت ہے، اس سے ایک سنت مردہ ہوتی ہے، جس سنت سے دوسری سنت مردہ ہو وہ بدعت ہے، پس صرف کھڑے ہو کر اور صرف قبلہ رخ اذان دینا بدعت ہے۔

باپ ۔ بیٹا، یہ تو علامہ بحرانی کی صرف لفاظی ہوئی، کیا انھوں نے کتاب وسنت سے کوئی

دلیل بھی پیش کی تھی ؟

بیٹا ۔ اباجی، کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں پیش کی تھی، ملاجی ان کے ہاتھ میں جو کتاب تھی اور جس کا وہ مسجد میں مطالعہ کر رہے تھے اس کے بارے میں انھوں نے کہا کہ دیکھو یہ ہمارے مجتہد ثانی امام عالی مقام حضرت نواب صاحب بھوپالی کی کتاب بدور الاھلہ ہے، اس میں نواب صاحب بھوپالی لکھتے ہیں ۔

" اذان نشستہ گفتن یا بسوئے غیر قبلہ مخالفت ہیئۃ مشروعہ ثابت است " ص۳۲

یعنی بیٹھ کرکے مشروع ہیئۃ کے خلاف غیر قبلہ کی طرف اذان کہنا ثابت ہے ۔

علامہ بحرانی نے فرمایا کہ نواب صاحب اسی اذان کو ثابت فرماتے ہیں اور ثابت کا مطلب ہے یعنی جو چیز شریعت میں ثابت ہو اور جس پر قرآن وحدیث سے دلیل بھی ہو، تو معلوم ہوا کہ یہ اذان جس کو میں نے " ارشاد " فرمایا ہے، بلاشبہ سنت اور مشروع اذان ہے، لوگوں نے اس سنت والی اذان کو چھوڑ دیا ہے، میں نے آج مردہ سنت کو زندہ کیا ہے اور مجھے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ حدیث میں ہے کہ جو مردہ سنت کو زندہ کرے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

باپ ۔ بیٹا نواب صاحب نے اس اذان کے ثبوت کیلئے اپنی کتاب میں کوئی حدیث بھی ذکر کی ہے ؟

بیٹا ۔ نہیں اباجی، انھوں نے کوئی حدیث تو ذکر نہیں کی ہے ۔

باپ ۔ تو پھر وہ اس کو ثابت کس طرح سے کر رہے ہیں، اس کا ثبوت تو کتاب وسنت ہی سے ہوگا ۔

بیٹا ۔ اباجی ہو سکتا ہے کہ اس کا ثبوت انکو کسی صحابی سے ملا ہو ۔

باپ ۔ بیٹا ہمارے یہاں صحابی کی بات سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی ہے، دیکھو اسی کتاب میں ہم نے نواب صاحب کا فرمان پڑھا تھا۔ وموقوف بر صحابی یا تابعی حجت نمی ارزد ص۴ " یعنی صحابی یا تابعی کا قول حجت نہیں ہوتا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی مجھے تو ایک اور بات کھٹک رہی ہے ؟

باپ ۔ وہ کیا بیٹا ۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے نواب صاحب، اس اذان کو خلاف ہیئۃ مشروعہ بھی کہہ رہے ہیں اور اس کو ثابت بھی مان رہے ہیں، یہ تو اجتماع ضدین ہورہا ہے، جو چیز خلاف شرع ہوگی وہ ثابت نہیں ہوگی اور اگر وہ ثابت فی الشرع ہوگی تو خلاف شرع نہ ہوگی، دونوں معنی کا کسی چیز میں بیک وقت پایا جانا اجتماع ضدین ہے یعنی محال ہے ۔

باپ ۔ بیٹا تمہارا کہنا بھی صحیح ہے، ثابت ہونے کا مطلب یہی ہے کہ وہ چیز شرعاً ثابت ہے، تو وہ خلافِ مشروع کیسے ہوگی ۔

بیٹا ۔ اباجی، علامہ بحرانی نے ان نکتوں کی طرف کیوں نہیں توجہ کی ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

اعلان

" کیا ابن تیمیہ علمائے اہلسنت والجماعت میں سے ہیں ؟

ایک نہایت دلچسپ، بصیرت افروز رسالہ، اس کا عربی ایڈیشن بھی شائع ہوچکا ہے۔ قیمت اُردو -/۲۰ روپے
عربی -/۵۰ روپے

جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ پاکستان کے مہتمم محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے نام

مدیر زمزم کا خط

بزرگ گرامی قدر حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

امید کہ حضرت والا کا مزاج بخیر ہوگا، کل ہی جناب کا مؤقر رسالہ "القاسم" ماہ ربیع الاول ملا، اس سے چند روز قبل "حقانی تبصرے" کی دو جلدیں ملی تھیں۔ "وکان ھدیۃ ثمینۃ للغایۃ"

آپ نے القاسم میں میرا مختصر سا خط بھی چھاپ دیا، جناب کی ذرہ نوازی ہے، ورنہ خط میں کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ اسے شائع کیا جائے، اس خط میں میرے پاکستان آنے کا بھی ذکر ہے، بہت سے پاکستانی احباب کو معلوم ہے کہ میں سفر پاکستان کا قصد کئے ہوئے ہوں، اور ان کا فون آتا رہتا ہے کہ تم کب پاکستان پہونچ رہے ہو؟ اب آپ کا یہ خط جو چھپا ہے تو اس سے ان کے انتظار میں اور شدت پیدا ہوگی، اسلئے بہتر ہے کہ آپ کو ابتک کی صورتِ حال سے واقف کرا دوں تاکہ القاسم کے ذریعہ پاکستانی دوسرے احباب کو بھی اس کا علم ہو جائے اور ان کا انتظار ختم ہو

قصہ یہ ہے کہ گزشتہ ماہ جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ میں شرکت کیلئے دہلی گیا ہوا تھا۔

مجلس ختم ہونے کے بعد برادرم مولانا محمود مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے کہا کہ میرا ارادہ پاکستان جانے کا ہو رہا ہے، تو انھوں نے کہا کہ ضرور تشریف لیجائیں میں نے کہا کہ ویزا ؟ تو انھوں نے کہا کہ مل جائے گا، کب چاہیئے کل چاہیں تو کل مل جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں، مجھے بیس روز کے بعد ہی جانا ہوگا، تو انھوں نے کہا کہ جب جانا ہو تو مجھے دو چار روز قبل اطلاع کر دیں اور اپنا پاسپورٹ دفتر میں فلاں آدمی کو دے دیں۔ آپ کا ویزا وہی لائیں گے۔

مولانا محمود مدنی سے اس گفتگو کے بعد مجھے اطمینان تھا کہ ویزا تو اب مل ہی جائیگا میں نے اس بنیاد پر پاکستانی ان احباب کو جن سے خط و کتابت ہے یا جن سے فون سے رابطہ رہتا ہے اپنے پاکستان کے سفر کی اطلاع کر دی۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ مولانا محمود مدنی ایک سیاسی آدمی بھی ہیں ان کے توسط سے اگر ویزا حاصل کرنے کی کوشش ہوگی تو پاکستان کا سفارت خانہ مجھ درویش کو بھی ایک سیاسی آدمی سمجھے گا وہ بھی بارش کرتہ ٹوپی والا یعنی موجودہ دور کی اصطلاح میں دہشت گرد، اور پھر میرے بارے میں لمبی چوڑی تحقیق ہوگی اور پھر اطلاع ملے گی کہ آپ کو ویزا دینا ہماری حکومت کی مرضی نہیں ہے۔

بہرحال مولانا محمود مدنی نے تو اپنا کام کر دیا، سفیر صاحب کے نام انھوں نے خط لکھا اور اس کو دفتر جمعیۃ کے ایک ذمہ دار کی معرفت بھیجا، ان کا خط سفارت خانہ والوں نے یہ کہہ کر رکھ لیا کہ صاحب پاکستان گئے ہیں، آنے پر ان کو خط دیا جائے گا، جمعیۃ کا آدمی فون سے رابطہ کرکے سفیر صاحب کے بارے میں معلوم کرتا رہا کہ وہ آئے کہ نہیں، خدا خدا کرکے ایک روز اطلاع ملی کہ صاحب تشریف لاچکے ہیں اور آپ کا خط ان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے سفیر صاحب کی نظر سے جب خط گزر جائے گا تو ان کی منظوری کے بعد آپ کا پاسپورٹ منگوالیا جائے گا۔ کئی روز اسی میں گذر گئے، ایک روز اطلاع ملی کہ آپ اپنا پاسپورٹ جمع کرادیں اب یقین ہوگیا کہ چلو کچھ تاخیر سے سہی ویزا لگ جائے گا۔ مگر اے بزرگ گرامی قدر حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی، آج ایک ماہ سے زائد ہو رہا ہے سفارت خانہ والے نفیاً

یا اثباتاً کوئی حتمی اور یقینی جواب نہیں دے رہے ہیں، اب خیال ہو رہا ہے کہ اگر میں نے ویزا کے لیے براہ راست درخواست دی ہوتی تو شاید ویزا مل جاتا یا کم از کم فوری طور پر معلوم ہو جاتا کہ میرا سفر ہو سکے گا کہ نہیں۔ اب میں دفتر جمعیۃ علماء میں رہنے والے اس کرم فرما سے کہتا ہوں کہ بھائی ویزا تو ملنے سے رہا اب تو میرا پاسپورٹ ہی واپس لیے لے کہ عقلمندوں نے کہا ہے کہ اگر جو نمی رسد بس غنیمت ست، تو ہمارے وہ مہربان صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک کہ سفارت خانہ سے نفی میں قطعی جواب نہ مل جائے " جو رسد " کی توقع رکھنی چاہئے۔

پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، پاکستان بنانے والوں میں علماء اسلام کا جو کردار ہے سب کو معلوم ہے، اگر حضرت تھانوی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب دیوبندی، مولانا ظفر احمد تھانوی، وغیرہ علماء کی تائید حاصل نہ ہوتی تو پاکستان کا قیام ایک خواب ہوتا، ان حضرات نے پاکستان کے قیام کی تائید اسلئے کی تھی کہ ایک اسلامی حکومت کا وجود ہوگا، جہاں اسلامی قوانین و ہدایات کے سایہ میں مسلمان رہیں گے، شریعت کا بول بالا ہوگا، اسلامی شعائر کا احترام ہوگا، اللہ اور اس کے رسول کے نام پر جان قربان کی جائے گی، امن و چین کی زندگی ہوگی، حکمراں، دیندار، خدا کا خوف رکھنے والے، شریعت کے پابند اور اس کو نافذ کرنے والے ہوں گے، وہ رعایا کے غم گسار اور ہمدرد ہوں گے، ان کی حکمرانی پر مسلمانوں کو فخر ہوگا، اور ان کے دور حکومت میں دنیا میں جہاں کے بھی مسلمان ہوں گے ان کے لئے پاکستان ایک شجر سایہ دار ہوگا، وہ ان کیلئے مامن وملجا ہوگا۔ رعایا کے حقوق کی پوری رعایت ہوگی، عدل ہوگا، انصاف ہوگا، انھیں توقعات کی خاطر مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے بلکہ بہت بڑے طبقہ نے بڑی قربانیاں دیکر اس ملک کو بنایا تھا، مگر وائے صد افسوس کہ سارا خواب چکنا چور ہو گیا، اور شروع ہی سے پاکستان میں ایسے حکمرانوں کا غلبہ اور تسلط رہا جو اسلام دشمن طاقتوں کا کھلونا تھے، اور خود وہ اندر سے اسلام دشمن تھے، ملحد، بے دین، عیاش، شراب نوش، شریعت سے بیزار، خود پسند، ہوس پرست قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں حکومت کی باگ و ڈور تھی اور آج بھی پاکستان

پورے طور پر اسلام دشمن طاقتوں کے ہاتھ کا کھلونا بنا ہوا ہے بلکہ آج کے حکمرانوں کا حال پہلے سے بھی بہت ابتر ہے۔

اور اے برادر گرامی قدر حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی، آج اسی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان کی زمین ہم مولوی قسم کے انسانوں کیلئے تنگ ہے، جو لوگ اس ملک کے باشندہ ہیں اور ان کا تعلق کسی بھی طرح سے دین و شریعت سے جڑا ہے وہ اپنے ملک میں دہشت گرد ہیں، اور جو کرتہ داڑھی والے قسم کے لوگ اس ملک کے باہر کے ہیں وہ بھی دہشت گرد ہیں اس لئے ان کے لئے بھی پاکستان کی زمین پہ قدم رکھنا آسان نہیں ہے، مغرب نے ہمارے حکمرانوں کو اب یہی سبق پڑھا دیا ہے۔

مغربی ثقافتوں اور تہذیبوں پر فریفتہ ہونے والے حکمرانوں کو اسلامی ثقافت و تہذیب سے جڑے لوگوں سے نفرت ہے، اور نفرت کی یہ چادر امریکی اور مغربی اسلام مخالف پروپیگنڈوں نے اتنی دبیز کر دی ہے کہ ان حکمرانوں کو اسلام پسندوں کا وجود ہی برداشت نہیں ہے، اسلام دوست قسم کے لوگوں کا آپس میں مل بیٹھنا ان ظالم و جابر حکمرانوں کو گوارا نہیں ہوتا، چونکہ اندر سے یہ چور ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کو ہر وقت اپنی داڑھی میں تنکا نظر آجانے کا خدشہ رہتا ہے۔

اوہ، اے محب گرامی قدر میں کہاں چلا گیا، کیا کیا بک گیا، کس وادی میں بھٹکنے لگا تصورات و خیالات کی آندھیوں نے مجھے کہاں اٹھا کر پھینک دیا، معلوم نہیں میرا یہ خط آپ کے پرچہ میں قابل اشاعت رہا بھی یا نہیں، خدا کیلئے اپنے آپ کو اب کسی مصیبت میں مت ڈالئے گا، اللہ آپ کی اور ہم سب کی شریر طاقتوں اور گھمنڈ و غرور کے شیطانوں سے حفاظت فرمائے۔

فاضل گرامی قدر، آپ کا پرچہ ملا تو اتفاق سے میری نگاہ اس پر لگے ہوئے ٹکٹوں پر پڑگئی، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک پرچہ پر ننانوے روپے کا ٹکٹ لگا ہے، پھر خیال ہوا کہ ذرا کتابوں کے بنڈل کو دیکھوں کہ اس پر کتنے کا ٹکٹ لگا ہے تو اس پر پانچ سو روپے کا

ٹکٹ لگا دیکھ کر میرے اوپر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی، اللہ اکبر پاکستان میں ڈاک خرچ اس درجہ کا ہے اس کا تصور بھی مجھے نہیں تھا، آپ کے پاس زمزم جاتا ہے آپ دیکھیں گے کہ اس پر صرف چار روپے کا ٹکٹ لگا ہوگا، مولانا ابو محمد ایاز ملکانوی جامعہ سراج العلوم لودھران کے پاس ساٹھ عدد زمزم جاتا ہے، ایک بنڈل میں پندرہ عدد ہوتے ہیں، چار بنڈل صرف اسّی روپے کے ٹکٹ میں جاتا ہے، یعنی پندرہ عدد کے بنڈل پر بیس روپے کا ٹکٹ لگایا جاتا ہے، اور ہماری مہربان گورنمنٹ ہم پر رحم کھاتے ہوئے ان بنڈلوں کو صرف اتنی قیمت کے بنڈلوں کو نہایت احتیاط سے سرحد پار کرا دیتی ہے، اور ہمارے یہاں کا قسم البریدیہ فریضہ بڑی پابندی سے ہر اشاعت کے موقع پر ادا کرتا ہے۔

پاکستان اور بنگلہ دیش کیلئے زمزم پر صرف چار روپے کا ٹکٹ لگتا ہے، اور اگر نیپال جیسا پڑوسی ملک ہو تو جس طرح پورے ہندوستان میں صرف ایک روپیہ میں زمزم پہونچتا ہے نیپال میں بھی صرف ایک ہی روپیہ میں پہونچتا ہے۔

امریکہ، لندن، سعودیہ عربیہ، ساؤتھ افریقہ، ویسٹ انڈیز اور خلیج میں صرف سترہ ۱۷ روپے میں زمزم جاتا ہے۔

اور آپ کا القاسم جو صفحات کے اعتبار سے زمزم ہی کا ہم پایہ ہے وہ ہندوستان سو روپے میں آرہا ہے، میں تو سمجھتا ہوں کہ اتنی رقم خرچ کر کے آپ میرے پاس القاسم اگر بھیجتے ہیں تو یہ ایک طرح کا اسراف ہے، اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ کیا یہ مناسب ہے۔

اصل میں مسئلہ وہی ہے کہ آج ملکوں میں حکمرانی ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن کو اپنی عوام سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، عوام کی رعایت ان کا مزاج نہیں ہے، بس ان کے پیش نظر صرف اپنی ذات ہوتی ہے، کل تک جن کے پاس روزانہ کے خرچ کے لئے بھی کچھ نہیں تھا جب ان کو حکومت کا عہدہ ملا، وزیر بن گئے، صدر بن گئے، ممبران پارلیمنٹ بن گئے تو دیکھتے ہی دیکھتے دولت وثروت میں وقت کے قارون ہو جاتے ہیں، اگر دل میں خدا کا خوف ہوتا، حلال وحرام کی فکر ہوتی، آداب حکمرانی سے واقف ہوتے تو پھر

کم ازکم ایسے حکمراں نظر آتے جیساکہ آپ کے پاکستان میں حضرت مفتی محمود نوراللہ مرقدہ تھے۔
مغرب کے ان غلاموں کی یہ کہتے زبان نہیں تھکتی ہے کہ مولوی اور کرتہ پیجامہ والے حکومت
کرنا کیا جانیں، یہ ایسے منہ چور ہیں کہ اپنی زبان سے کلمۂ حق نہیں نکال سکتے اور حقیقت کا
اعتراف کرنے سے ان کی جانیں جاتی ہیں۔ ورنہ سرحد میں مولانا مفتی محمود نے حکومت کرکے
دکھلادیا تھا کہ حکومت کیسے کی جاتی ہے، اور ابھی چند سال پہلے ہی کی تو بات ہے کہ اسی
خطۂ زمین پر مدرسہ والوں نے اور ڈاڑھی والوں نے ایسی حکومت کرکے دکھائی تھی کہ لوگوں
کو عہد خلافت راشدہ یاد آگیا تھا اور ان کی ایمانی طاقت کا رعب وجلال دنیا پر ایسا چھایا
کہ امریکہ وبرطانیہ اور دنیا کی مغرور طاقتوں کے درودیوار لرز گئے۔ اور پھر ایک بھیانک سازش
کے تحت آس پاس کے ضمیر فروشوں کے ساتھ سانٹھ گانٹھ کرکے ان کا وجود ختم کردیاگیا۔

ان مدرسہ والوں نے ایک مثالی حکومت قائم کرکے بتادیا تھا کہ مغرب اور یورپ
کے قحبہ خانوں سے نکلنے والوں اور افرنگی تہذیب وتمدن اور انگریزی کی گٹ پٹ کرنیوالوں
سے زیادہ ان بوریا نشینوں میں حکومت چلانے کی صلاحیت ہے۔

خدا بہتر جانتا ہے اے بزرگ محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کہ جب ہم
خبروں میں یہ پڑھتے ہیں کہ پاکستان کی موجودہ حکومت اپنے ہی لوگوں پر بم برسارہی ہے
اور اس حکومت کے فوجی اپنے ہی ملک کی زمین کو تخت وتاراج کررہے ہیں، لڑاکا جہازوں
سے بموں کو نہتے کمزور مسلمانوں کو قتل کررہے ہیں اور ان کی بستیاں اجاڑ رہے ہیں، کمزور
ناتوانوں اور اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے والوں کو گرفتار کرکے جیلوں کی کوٹھریاں آباد کررہے
ہیں، یہ سب اپنے دوست نما دشمن کو خوش کرنے کے لئے اور اپنی حکومت کو اس کے تعاون
سے بچانے کے لئے تو ہمارے دلوں پر کیا گزرتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے بم ہمارے
بدنوں کو لہولہان کررہے ہیں، ہماری آبادیاں تباہ ہورہی ہیں۔ بزرگ محترم، ہندوستان
کے مختلف حصوں میں ہمارا سفر ہوتا رہتا ہے، ہم جب ٹرین میں ہوتے ہیں اور ہمارے برابر
میں بیٹھے ہمارے ہندو برادران جب پاکستانی افواج کی بربریتوں کا استہزاء کے انداز میں

تذکرہ کرتے ہیں اور مزہ لے لے کر اس پر تبصرہ کرتے ہیں تو ہمارا سر شرم سے جھکا رہتا ہے۔

ہندوستان کے بارے میں آپ حضرات کا معلوم نہیں کیا تصور ہے، مگر آپ یقین کریں جب ہم اپنے ملک ہندوستان کا پاکستان سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہمارا یہ ملک امن وامان کا گہوارہ نظر آتا ہے، یہاں قانون کی حکومت ہے۔ وزیر ہو، پرائم منسٹر ہو، صدر جمہوریہ ہو، گورنر ہو، پارلیمنٹ کا رکن ہو، فوجی ہو، سپاہی ہو ہر شخص کو قانون اپنی گرفت میں لئے رہتا ہے، اور یہاں کا محکمہ عدلیہ سب کو قابو میں رکھتا ہے، بڑے سے بڑا لیڈر اور کرسی پر بیٹھا شخص بھی عدلیہ کے سامنے جواب دہ ہے اور عدلیہ کے خلاف قدم اٹھانے پر وہ جانتا ہے کہ اس کا حشر کیا ہوگا۔ الکشن کے زمانہ میں الکشن کمیشن کے سامنے بڑے سے بڑے لیڈر کا پیشاب خطا کئے رہتا ہے، اور اس زمانہ میں ایک طرح سے سارا اقتدار الکشن کمیشن کو منتقل ہو جاتا ہے۔ الکشن کمیشن جس آدمی کو چاہے وہ کسی بھی عہدہ کا ہو اپنے امورات کا پابند کر سکتا ہے، اور حکومت میں بیٹھے لوگوں کا جہاں چاہے تبادلہ کر سکتا ہے، اور صحیح طور پر ووٹنگ کے لئے جو چاہے اقدام کر سکتا ہے، ان باتوں کا پاکستان میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، وہاں کا تو حال یہ ہے کہ "بھیا بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا"، آپ کا سربراہ حکومت اپنی انگلی پر جس کو چاہے جس طرح چاہے نچائے، کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں اور جس نے دم مارنے کا ارادہ کیا راتوں رات اس کو گھر سے اٹھا کر جیل کی کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔ الکشن کے نام پر وہاں تماشا ہوتا ہے، اور سیاست کے نام پر پاکستان میں ڈرامہ۔

ہمارے ملک ہندوستان میں پریس کی زبان کی تقریر و تحریر کی جو آزادی ہے پاکستان ہی نہیں دنیا کے کسی بھی مسلمان ملک میں یہ آزادی حاصل نہیں ہے، اسی وجہ سے میں کہہ رہا ہوں جب ہم اپنے ملک ہندوستان کا پاکستان سے موازنہ کرتے ہیں تو ہماری نگاہ میں ہمارا ملک جنت کا نقشہ پیش کرتا ہے، اور آپ کا ملک ....

آپ کہیں گے مولانا غازی پوری صاحب اپنے ملک کی تصویر کشی میں مبالغہ سے کام

لے رہے ہیں، حالانکہ اسی ملک ہندوستان میں گودھرا سانحہ کے موقع پر گجرات میں درندگی و بربریت کا ناچ ناچا گیا ہے، اسی ملک ہندوستان میں بابری مسجد کا انہدام بھی ہوا ہے اسی ملک ہندوستان کی تاریخ میں ہزاروں فساد بھی ہوئے ہیں، اور مسلمانوں کو نشانۂ ظلم و ستم بنایا گیا ہے اور ان کی املاک اور جانوں کا اتلاف کیا گیا ہے، آپ کے ذہن میں اگر یہ سوالات آرہے ہیں تو بلاشبہ یہ حق ہیں، اور اس سے ہم کو انکار نہیں ہے، مگر ذرا یہ بھی بتلایا جائے کہ کیا یہاں عدلیہ کی وہی توہین کی گئی ہے، جس کی خبریں ہم آج کل اخبارات میں پڑھ رہے ہیں۔ ہندوستان میں مدارس عربیہ پر وہی قدغن لگادی گئی ہے جو پاکستان کی حکومت کر رہی ہے یہاں کی حکومت نے اپنی پبلک پر بم کے گولے برسائے ہیں، اور اپنی فوجوں کے ذریعہ اپنے ملک کے کسی حصہ پر گولہ باری کی گئی ہے، پریس اور میڈیا کو جکڑ بند کیا گیا ہے، کیا یہاں کی حکومت کی زبردستیوں اور سختیوں کی وجہ سے یہاں کی پبلک اپنے جسموں پر انفجاری مادہ باندھ کر خودکش حملے کر رہی ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ہمارے ملک ہندوستان میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔

ہندوستان میں مختلف اقوام بستی ہیں، یہ ملک مختلف تہذیبوں کا گہوارہ ہے، اسلئے کبھی کبھار آپس میں ٹکراؤ اور جنگ وجدال فطری ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہاں کچھ متعصب اور شرپسند لوگوں کی جماعت اور گروہ ہے جس کی وجہ سے فساد بھی ہوتا ہے اور بابری مسجد اور گودھرا جیسے واقعات بھی پیش آتے ہیں، مگر یہ کارروائی چند شرپسندوں کی ہوتی ہے، اور مودی جیسے بدبختوں کی وجہ سے اس طرح کے حادثات پیش آتے ہیں، یہاں کا عام ہندو کا ذہن لڑنے لڑانے کا نہیں ہے، اور نہ اسے مذہب اسلام سے کوئی ایسی دشمنی ہے کہ وہ ہماری مذہبی آزادی میں خلل ڈالے، جب فسادات وغیرہ ہوتے ہیں تو خود ہندوؤں کا ایک بڑا طبقہ مسلمانوں کی حمایت میں ہوتا ہے۔

آج ہندوستان میں ہزارہا ہزار عربی مدارس ہیں، ہر گاؤں اور ہر بستی میں مسجد اور مکتب ہے، مسجدوں میں اذانیں ہوتی ہیں، نمازیں ہوتی ہیں، ہم اپنی دینی و مذہبی شعائر کی

ادائیگی میں پوری طرح آزاد ہیں، ہمارے مدارس آزاد ہیں، ان مدارس میں پڑھانے والا ہمارا نصاب آزاد ہے، ہم دستور ہند کے مطابق برابر کے شہری ہیں، کیا ان آزادیوں اور سہولتوں کا تصور کسی بھی مسلمان ملک میں آپ کر سکتے ہیں؟

اگر کبھی کسی کٹر سے کٹر ہندو سے جو بھاجپا مزاج ہو تنہائی میں ملیں اور ذاتی طور پر اس سے ملاقات کریں تو اگر آپ کے چہرہ پہ ڈاڑھی اور سر پر ٹوپی اور لباس اسلامی ہے تو وہ بھی انتہائی عقیدت سے آپ کا استقبال کرے گا، اور اگر اس کے گھر میں نماز پڑھنا چاہیں گے تو صاف برتن میں وضو کے لئے پاک صاف پانی اور صاف ستھری چادر نماز پڑھنے کیلئے مہیا کرے گا، یہ تجربہ ہمارا بار بار کا ہے، اور سفر میں تو آپ جب چاہیں ٹرین میں اس کا تجربہ کریں کہ وہ نماز پڑھنے کیلئے آپ کے لئے کس طرح اپنی جگہ خالی کر دیتا ہے۔

بزرگ محترم، دیکھئے پھر میں بھٹک گیا، آپ سے کہنا کیا چاہتا تھا اور قلم کا رخ کس طرف پھر گیا، اور یہ خط کیا ہوا کہ ایک قصہ طولانی بن گیا جس کا نہ کوئی سرا ہے اور نہ کوئی کور، بس بہکی بہکی باتیں ہیں جن سے میں آپ کا وقت برباد کر رہا ہوں، اسلئے اب بس۔

فقط والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

نوٹ:۔ یہ خط اس وقت لکھا گیا تھا جب پاکستانی سفارت خانہ مدیر زمزم کو پاکستان کا ویزا دینے میں کسلمندی دکھلا رہا تھا۔ پھر مولانا محمود مدنی کی ذاتی دلچسپی سے ویزا ملا، اور مدیر زمزم ۲۳؍ مئی کو پاکستان کے سفر پر روانہ ہوا۔

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دو ماہی
دینی و علمی مجلہ
زمزم
جلد ۱۰
شمارہ ۵
رمضان، شوال ۱۴۲۸ھ
مدیر مسؤل و مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازی پوری
سالانہ چندہ ۷۰/ روپے
پاکستان اور بنگلادیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور۔ یوپی
پن کوڈ ۔ 233001
موبائل نمبر ۔ 9451006499

فہرستِ مضامین

اداریہ

غیر دانشمندانہ کام

لال مسجد اسلام آباد پاکستان کا قصہ کئی مہینوں سے اخبار کی سرخیوں کی زینت بنتا رہا ہے، لال مسجد اور اس کے جامعہ حفصہ کے طالب علموں اور طالبات نے پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کو زور زبردستی کا میدان بنایا، اور لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں چھوٹے بڑے اسلحوں کے ساتھ بہت دنوں تک لڑنے بھڑنے اور حکومت کے ساتھ زور آزمائی کا جلوہ دکھانے کا مظاہرہ کرتے رہے، پہلے تو حکومت پاکستان نے صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے ان سے صلح مصالحت کی پوری کوشش کی پھر پاکستان کے مقتدر علماء کو بیچ میں ڈال کر حکومت سے ٹکراؤ کی پالیسی اچھی بات نہیں ہے اور نہ اسلام کے نفاذ کے مطالبہ کا یہ کوئی مناسب طریقہ ہے، مگر جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے ذمہ داروں نے کسی کی بات نہیں سنی اور طلبا اور طالبات کے ہاتھوں میں لاٹھیوں کے ذریعہ حکومت کی طاقت یعنی فوج اور فورس سے مقابلہ کرنے کا دم خم دکھاتے رہے، جب حکومت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو حکومت نے فورس کا استعمال کیا اور دونوں طرف سے جم کر فائرنگ ہوئی، طاقت کا مظاہرہ ہوا، آخر کب تک یہ طلبہ اور طالبات اور اس مسجد میں چھپے ہوئے کچھ دوسرے جیالے حکومت کی فورس کے سامنے ڈٹے رہتے بیسوں جانیں گنوانے اور سیکڑوں طلبہ اور طالبات کے زخمی ہونے کے بعد لال مسجد کے بڑے ذمہ دار مولانا عبد العزیز برقعہ پہن کر اور اپنی بیوی کو ساتھ لے کر بھاگنے کی کوشش میں دھر لئے گئے اور ان کو اور ان کی بیوی کو ریمانڈ پر بھیج دیا گیا۔

مولانا عبد العزیز کی برقعہ پہن کر بھاگنے کی زنانی اور نامردانی حرکت سے علماء کے طبقہ کی

بڑی رسوائی ہوئی اور پوری دنیا میں مولویوں کا سر شرم سے جھک گیا، جب مولانا عبدالعزیز کی جواں مردی وجواں ہمتی اور ان کے جذبہ جہاد و نفاذ شریعت کے حوصلہ کا یہی حال تھا کہ برقعہ میں پناہ لیتے ہوئے ان کو شرم نہیں آئی تو آخر حکومت سے ٹکرانے کا راستہ اختیار کرنے کی انھیں کیا ضرورت تھی، طلبہ اور طالبات کو فورس کے رحم وکرم پر چھوڑ کر بھاگنا انتہائی درجہ کا ذلیل کام تھا آخر ان کی طبیعت نے اس کو گوارا کیسے کیا۔

پاکستان کے نام نہاد مجاہدین عام طور پر اسی طرح کی حرکت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اسلام اور دین کے بڑے ہمدرد ہیں، بیسوں لوگوں کی اس ہنگامہ میں ہلاکت ہوئی جس میں بچیاں بھی شامل ہیں اور سیکڑوں طلبہ وطالبات زخمی ہوئے، آخر اس نقصان کا ذمہ دار کون ہوگا؟۔

ہماری سمجھ میں یہ بالکل نہیں آتا کہ آخر پاکستان کے مجاہدین کس کے اشارہ پر اس طرح کا کام کرتے ہیں ان کے اس طرح کے اقدامات سے اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ کیسی خراب ہوتی ہے، اسلام کے ان ہمدردوں کو اس کا احساس کیوں نہیں ہوتا ہے۔ جگہ جگہ پر خودکش حملوں کا سلسلہ پاکستان میں رکنے کا نام نہیں لیتا، جو جانیں جاتی ہیں اور عام طور پر عام پبلک کی جان جاتی ہے اور انھیں کی املاک کا نقصان ہوتا ہے، آخر اس نام نہاد جہاد کے لئے وجہ جواز کیا ہے؟

ہم پاکستانی حکمراں کے نہ ہمدرد ہیں اور نہ ان کے سارے اقدامات کو جائز سمجھتے ہیں، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس وقت کا موجودہ صدر امریکہ کا غلام ہے اور اسی کے اشارے پر اس کے بیشتر اقدامات ہوتے ہیں جن سے اسلام اور مسلمانوں کا دینی و ملی نقصان ہوتا ہے، صدر مشرف کی امریکہ نوازی ہمیں ذرا بھی نہیں بھاتی، لیکن اس وقت جامعہ حفصہ اور لال مسجد والوں نے حکومت سے ٹکراؤ کی جو پالیسی اپنائی ہے اس کی ہم کسی طرح سے بھی تائید نہیں کرسکتے، بلکہ ہمیں حکومت پاکستان کے صبر وضبط کی تعریف ہی کرنی پڑیگی کہ اس نے صلح ومصالحت کے سارے راستے اپنانے کے باوجود جب لال مسجد والوں کی

ہٹ دھرمیاں کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں تو بدرجہ مجبوری اس نے لال مسجد کو ان شرپسندوں سے خالی کرانے کیلئے بہت احتیاط سے کام لیا اور کم سے کم نقصان میں اپنا کام پورا کیا۔ ورنہ اگر حکومت بھی اپنا ہوش کھو بیٹھتی تو جانوں کا کتنا نقصان ہوتا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

اس وقت امریکہ اور یورپی طاقتوں کا نشانہ بطور خاص مدارس اور مساجد ہیں اور پوری دنیا میں یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ مدارس و مساجد دہشت گردی کے اڈے ہیں اور یہاں دہشت گرد تیار کئے جاتے ہیں، ان کے اسی جھوٹے پروپیگنڈوں کو مسجد کے اور جامعہ حفصہ کے ذمہ داروں کے غیر دانشمندانہ اقدام نے تقویت پہونچائی ہے اور اگر کوئی کہے کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے ذمہ دار کسی بیرونی طاقت و سازش کا شکار ہوئے ہیں تاکہ اس طرح اسلام کی تاریخ مسخ ہو، اور مسلمانوں کی اور علماء کی بدنامی میں اضافہ ہو تو اس کا منہ بند نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہمارا خیال تو یہی ہے کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں جو کچھ ہوا، اس میں یقیناً بڑی طاقتوں کا ہاتھ ہے جس کا ادراک جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے ذمہ دار نہیں کر سکے۔ ان بڑی طاقتوں کے سامنے ہمارا احساس و شعور اپنی قوت فاعلہ گم کر دیتا ہے، اور ہم ان طاقتوں کا بڑی آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں، اور ہمارا نفس ہمیں دھوکے میں رکھتا ہے کہ ہم کوئی بڑا دینی و شرعی کارنامہ انجام دینے کی مہم میں لگے ہوئے ہیں۔

ہم پاکستان کے اور خاص طور پر وفاق المدارس سے جڑے ہوئے ان علماء کرام کے اس بیان کا خیر مقدم کرتے ہیں جس میں انھوں نے اس فوجی کارروائی سے بہت پہلے ہی لال مسجد والوں سے اپنی برات اور ان سے کسی طرح کے تعلق نہ رکھنے کا اعلان کر دیا تھا، ان کے اس بیان سے کم از کم یہ ہوا کہ دنیا میں پیغام گیا کہ لال مسجد والوں کا یہ عمل صرف ان کی اپنی سوچ ہے اس سوچ کو پاکستان کے عام علماء کی تائید حاصل نہیں ہے۔

یہ ابھی آپ نے جو کچھ پڑھا ہے یہ اس وقت کی تحریر ہے جب لال مسجد پر صدر مشرف کی فوج کا انسانی خون سے ہولی کھیلنے کا حادثہ پیش نہیں آیا تھا، لیکن مشرف نے

بعد میں اپنی فوج کے ذریعہ لال مسجد کے طلبہ و طالبات پر حملہ کر کے ہزاروں طلبہ و طالبات کو جس طرح گولیوں کا نشانہ بنایا اور انکو ہلاک کیا اس نے ہلاکو و چنگیز کی تاریخ یاد دلا دی اور معلوم ہوا کہ مشرف بہت سوچی سمجھی اسکیم کے تحت لال مسجد کے قضیہ کو ٹال رہا تھا اور مناسب وقت کی انتظار میں تھا، تاکہ جب وہ وقت آئے تو ان طلبہ و طالبات کو اپنے ظلم و جور کا نشانہ بنائے اور اس طرح نیچے سے کھسکتی ہوئی اپنے اقتدار کی کرسی کو کچھ روز کے لئے اور بچائے، یہ آپریشن صدر مشرف کی اسلام اور مسلمان دشمنی کا کھلا مظاہرہ تھا۔

بظاہر مشرف نے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لی ہے اور اپنے آقا صدر بش کو کچھ خوش کر دیا اور اس کی واہ وائی اسے مل گئی، مگر صدر مشرف شاید نہ امریکہ کو جانتا ہے اور نہ صدر بش کو۔ اس آپریشن کے چند ہی روز کے بعد امریکہ نے اور بش نے جس طرح صدر مشرف کو آنکھیں دکھلانے شروع کر دی ہیں اس سے ہر باشعور اندازہ کر سکتا ہے کہ صدر مشرف کا اقتدار امریکہ کو زیادہ دن تک پسند نہیں ہے، اور آج نہیں تو کل مشرف کو جانا ہی ہے، جس روز مشرف کے اقتدار کی کشتی کنارے لگے گی وہ پاکستان اور وہاں کے مسلمانوں کے لئے روز سعید اور یوم عید ہوگا۔

بقیہ نبوی ہدایات ——————

کی رات ہے، تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب مزدور اپنا کام پورا کر لیتا ہے تو اس کی محنت کا پورا اجر ملتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

یوں تو رمضان کا پورا مہینہ ہی اللہ سے بخشش طلب کرنے اور کار خیر کرنے و عبادت کا مہینہ ہے لیکن رمضان کی جو آخر رات ہوتی ہے اس رات میں پورے مہینہ کی عبادت و اعمال خیر کا حساب کر کے بندہ کو مغفرت کا پروانہ دے دیا جاتا ہے، اس وجہ سے رمضان کی آخر رات میں جس کی صبح عید کا دن ہوتا ہے عبادت و ریاضت اور اللہ سے عاجزی و گریہ زاری اور بھلے کام کرنے میں پوری تندہی سے کام لینا چاہئے۔ اس رات کو جیسا کہ عام

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری تاریخ میں ہمارے سامنے خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! ایک عظمت والا مہینہ آگیا ہے، وہ بڑا مبارک مہینہ ہے، ایسا مہینہ ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے، اللہ نے اس کے روزہ کو فرض کیا ہے اور اس میں تراویح کی ادائیگی کو سنت بنایا ہے، اس مہینہ میں جو آدمی ایک کام بھی بھلائی کا کرے گا اس کا اجر دوسرے ایام میں فریضہ کی ادائیگی کے برابر ہے، اور جو آدمی اس ماہ میں ایک فریضہ ادا کرے گا دوسرے دنوں میں ستر فریضہ کی ادائیگی کا ثواب پائے گا۔ یہ مہینہ صبر کا ہے، اور صبر کا ثواب جنت ہے، اور یہ مواساۃ (ایک دوسرے کے ساتھ غم خواری کا) مہینہ ہے یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے، اس مہینہ میں جو کسی مومن کو افطار کراتا ہے تو اس کا یہ عمل اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، اور جہنم کے عذاب سے اس کی آزادی کا پروانہ ہو جاتا ہے اور اس کو روزہ رکھنے والے کے ثواب ہی طرح کا ثواب ملتا ہے، اور روزہ رکھنے والے کا ثواب کچھ کم نہیں ہوتا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں کا ہر شخص اتنی وسعت نہیں رکھتا ہے کہ روزہ دار کو افطار کرائے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ثواب اس کو بھی ملے گا جو دودھ کے ایک گھونٹ سے یا ایک کھجور سے یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کو

افطار کرائے، اور جو کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کھلائے گا تو اس کو میرے حوض سے وہ چیز پلائیں گے جس کے بعد وہ پیاسا نہیں رہے گا۔ تا آنکہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس کا اول کا حصہ مغفرت کا عشرہ ہے اور اس کے بیچ کا حصہ رحمت ہے اور اس ماہ کے آخر کا حصہ جہنم سے آزادی کا پروانہ ہے۔ اور جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام سے ہلکا کام لے گا اور اس کو راحت پہونچائے گا اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اسکو جہنم سے آزاد کر دے گا۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیثِ پاک میں رمضان کی برکات و خیرات کا بڑی تفصیل سے بیان ہے آدمی کو اس حدیثِ پاک کے ایک جزء پر غور کرنا چاہیے اور اس کو اپنی زندگی میں عملی شکل دینا چاہیے۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع حدیث جس میں رمضان کی عظمت واہمیت کو بتلایا تاکہ اس ماہ کا مسلمان بڑے ذوق و شوق اور بڑے اہتمام سے استقبال کریں۔

(۲) پھر اس میں شبِ قدر کا ذکر فرمایا اور بتلایا کہ یہ رات ایک ہزار مہینہ سے بہتر ہے تاکہ آدمی اس رات میں عبادت و نوافل کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرے، اور پوری رات اللہ کی یاد میں گذارے۔

(۳) پھر روزہ کے بارے میں بتلایا کہ یہ اللہ کا بڑا اہم فریضہ ہے جس میں کسی طرح کی کوتاہی بڑے خسران اور محرومی کی بات ہے۔

(۴) پھر قیام لیل یعنی تراویح کا ذکر کیا کہ یہ فرض نہیں سنت ہے، مگر رمضان کی سنت کا درجہ بھی دوسرے ایام اور مہینوں کے فرض کے برابر ہے بلکہ کئی فرضوں کے برابر ہوتا ہے۔

(۵) پھر آپؐ نے بتلایا کہ یہ صبر کا مہینہ ہے، آدمی ناگوار باتوں پر یا روزہ کی شدت پر صبر کرے گا تو اس کا ثواب جنت ہے۔

(۶) آپ نے اس کو شہر مواساۃ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ بتلایا، یعنی آدمی کو اس ماہ میں دوسرے بھائیوں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیے

ان کے ساتھ احسان اور بہتر سلوک کرنا چاہئے خاص طور پر فقراء و مساکین اور پڑوسیوں کی بہت رعایت کرنی چاہئے۔

(۷) آپ نے فرمایا کہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ کی طرف سے بطور خصوص مومن کے رزق میں برکت دی جاتی ہے، اسلئے اگر فقراء اور مساکین پر خرچ کیا جائے تو اس کا بدل اللہ کی طرف سے مزید ملتا رہے گا۔

(۸) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کا بڑا ثواب ہے۔ آپ نے اس کا ثواب بتلایا کہ اس سے اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اسکو جہنم کے عذاب سے آزادی کا پروانہ مل جاتا ہے۔

(۹) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ افطار کرانے کیلئے بڑے اہتمام کی ضرورت نہیں ہے بلکہ معمولی چیزوں سے بھی افطار کرانے کا بڑا ثواب ہے۔

(۱۰) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی روزہ دار کو کسی نے پیٹ بھر کے کھانا کھلایا یا افطار سے اس کا پیٹ بھر دیا تو اس کا ثواب اس کو یہ ملے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے اللہ اس کو اس طرح سیراب کرے گا کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے جس وقت حساب کتاب کا معاملہ در پیش ہوگا اور سورج سوا نیزے پر ہوگا اور لوگوں کو نفسی نفسی پڑی ہوگی اسے پیاس کی کوئی کلفت نہ ہوگی اور وہ اپنے اندر حوض کوثر سے پانی پینے پلائے جانے کی برکت سے اس کو پیاس کا کوئی احساس نہ ہوگا۔

(۱۱) اس حدیث میں آپ نے بتلایا کہ رمضان کا زمانہ کے اعتبار سے تین حصہ ہے اور تینوں حصوں کا الگ الگ اثر ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے کہ اس میں اللہ کی رحمتوں کے ظہور کا بندوں پر غلبہ رہتا ہے، دوسرے حصہ میں بندوں پر اللہ کی مغفرت عام ہوتی ہے اور تیسرا حصہ جو آخر کا ہے اس میں اللہ کا بندوں پر اور خصوصًا روزہ داروں پر احسان اور فضل اپنی بے انتہا بہار دکھلاتا ہے، یعنی جہنم سے آزادی گناہ گاروں کو پروانہ ملتا رہتا ہے۔

(۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عام پر قربان ہوجیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور اور بے بس لوگوں کے کتنے ہمدرد اور خیرخواہ تھے کہ آخر آخر میں بطور خاص غلاموں کا ذکر کیا جو اپنے آقاؤں کے ماتحت اور قبضہ میں ہوتے ہیں اور ان کے آقا جس طرح چاہیں ان سے کام لینے پر ان کو مجبور کر سکتے ہیں، ان غلاموں کا آپ نے خاص لحاظ رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ غلام بھی روزہ رکھتے ہیں اور ان پر رمضان کا روزہ رکھنا اسی طرح سے فرض ہے جس طرح آزاد آدمی پر فرض ہے۔ آپ نے ان کا خاص لحاظ رکھتے ہوئے فرمایا کہ ان کے ساتھ جو سہولت کا معاملہ کرے گا اور ان سے رمضان کے زمانہ میں ہلکا کام لے گا بطور خاص اللہ اس کی مغفرت کرے گا اور اس کو جہنم کے عذاب سے پناہ دے گا۔

رمضان کے مبارک مہینہ میں اللہ کی طرف رحمت کی بادبہاری رہتی ہے اور اس کی رحمتوں اور اس کے انعامات کا مختلف طرح پر ظہور ہوتا رہتا ہے، اب یہ بندہ پر ہے کہ وہ اللہ کے انعامات اور ان رحمتوں کا اپنے کو کتنا زیادہ مستحق بناتا ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس کے سارے غلاموں کو آزاد کر دیتے تھے اور جو بھی مانگنے والا آتا اسے آپ دیتے۔ (مشکوٰۃ)

جیسا کہ پہلی والی حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں اللہ کو بھلا کام کرنا اور ضرورت مندوں کا خیال کرنا اور عام مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی وغمخواری کرنا بہت زیادہ پسند ہے اور اس ماہ میں نیک اعمال کا اجر بہت بڑھ جاتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں خود زیادہ سے زیادہ خیر و طاعات کا عمل کرتے تھے تاکہ آپ اللہ کی رضا زیادہ سے زیادہ حاصل کریں اور امت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس میدان میں اپنا قدم زیادہ سے زیادہ آگے بڑھائے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کی رمضان کی آخر رات میں بخشش کی جاتی ہے، لوگوں نے پوچھا کہ کیا یہ شب قدر

محمد ابوبکر غازی پوری

قسط نمبر ۱

مقام صحابہ رضؓ
کتاب وسنت کی روشنی میں
اور
مولانا مودودی

(۱) سبِ صحابہ حرام ہے۔ صحابہ کرام کا مقام بعد میں آنے والوں سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ ان کا اللہ کے راستے میں تھوڑا سا خرچ کرنا بعد والوں کے سونے کے پہاڑ کی مقدار خرچ کرنے سے بھی زیادہ افضل ہے۔ (دیکھو پہلی حدیث)

(۲) صحابہ کرام کا زمانہ افضل ترین زمانہ تھا اس زمانہ میں بدعہدی، خیانت وغیرہ اخلاقی امراض سے مسلمان پاک وصاف تھے۔ (دوسری حدیث)

(۳) صحابہ کا اکرام واجب ہے (تیسری حدیث)

(۴) جس مسلمان کو کسی صحابی کا شرف حاصل ہوگیا اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئیگی یہ صحابہ کرام کی انتہائی درجہ بلند مقامی ہے (چوتھی حدیث)

(۵) صحابہ کرام کو نشانۂ طعن وملامت بنانا حرام ہے، ان سے محبت رکھنا آنحضورؐ سے محبت رکھنا ہے اور ان سے بغض رکھنا آنحضورؐ سے بغض رکھنا ہے اور ان کو ایذا پہونچانے والا آنحضور کو ایذا پہونچاتا ہے۔ (پانچویں حدیث)

(۶) امت محمدیہ میں صحابہ کرام کا وہی مقام ہے جو کھانے میں نمک کا اگر ان سے صرف نظر کرلیا جائے تو اس امت کی اصل خوبی ختم ہوجائے گی۔ (چھٹی حدیث)

(۷) صحابۂ کرام کو جو بُرا بھلا کہے اس پر لعنت بھیج کر الگ ہو جانا ضروری ہے۔

(ساتویں حدیث)

(۸) صحابۂ کرام کے اختلافات جو مسائل میں ظاہر ہوئے ان سب کا تعلق حق سے ہے اسلئے ان میں سے کسی کی بھی اتباع باعثِ ہدایت ہے۔ (آٹھویں حدیث)

(۹) رسول سے محبت کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ آپ کے اصحاب سے بھی محبت کی جائے ان پر طعن و تشنیع بھی کرنا اور ان سے محبت کا اظہار بھی کرنا یہ محض فریب نفس ہے۔ (نویں حدیث)

(۱۰) صحابۂ کرام امت کے لئے باعثِ امن تھے۔ (دسویں حدیث)

(۱۱) انبیاء کرام کی ستر یا نوے امتوں میں سے صحابۂ کرام کا مقام سب سے بلند ہے۔

(گیارہویں حدیث)

(۱۲) صحابۂ کرام پر زبان طعن دراز کرنے والا اللہ، فرشتے اور لوگوں کی لعنت کا مستوجب ہے۔ (بارہویں حدیث)

(۱۳) صحابۂ کرام کے بارے میں جو بدگوئی کرے اس سے ہر طرح کا تعلق ختم کر لینا واجب ہے، اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، شادی بیاہ حتیٰ کہ مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرنا سب حرام ہے۔ (تیرہویں حدیث)

(۱۴) صحابۂ کرام کو جو برا کہے اگر طاقت ہو تو اس کی سرزنش ضروری ہے۔ (چودہویں حدیث)

(۱۵) صحابۂ کرام کو اللہ نے انبیاء و رسل کو چھوڑ کر ثقلین (جن و انس) پر منتخب کیا ہے۔

(پندرہویں حدیث)

(۱۶) آنحضورؐ نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ آپ کے بعد کچھ لوگ ایسے منحوس طالع ہونگے جو صحابۂ کرام کی منقصت اور بُرائی کریں گے۔ آپ نے ایسے لوگوں سے تعلق ختم کر لینا واجب قرار دیا ہے۔ (سولہویں حدیث)

(۱۷) صحابۂ کرام کا ذکر جس مجلس میں بُرائی کے ساتھ ہو تو ایسی گفتگو اور ایسی مجلس سے کنارہ کش ہو جانا ضروری ہے۔ (سترہویں حدیث)

(۱۸) جو لوگ بدر وحدیبیہ میں شریک تھے ان پر دوزخ حرام ہے۔ (اٹھارہویں حدیث)
(۱۹) جو لوگ بیعت رضوان میں شریک تھے وہ سب جنتی ہیں۔ (انیسویں حدیث)
(۲۰) خلفائے راشدین کا عمل حجت ہے اوران کی سنت اختیار کرنا ضروری ہے۔
(بیسویں حدیث)

آنحضورؐ سے یہ بیس ارشادات اور قرآن کریم کی بیس آیتیں جو اس سے پہلے گذر چکی ہیں اس کو سامنے رکھ کر دیکھئے کہ کتاب وسنت سے صحابۂ کرام کی حیاتِ مبارکہ کی جو تصویر ہمارے سامنے آرہی ہے وہ کس طرح کی ہے، صحابۂ کرام کا دین میں کیا مقام ہے، اور اللہ اور اس کا رسول صحابۂ کرام کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ صحابۂ کرام اپنے ظاہر وباطن کے اعتبار سے کس معیار کے تھے؟

صحابۂ کرام کے بارے میں بدعقیدگی، بدگوئی، سوءظنی اوران کے اخلاق وکردار کی گندی تصویر پیش کرنا کس قدر جرأت وجسارت کی بات ہے اور کس قدر خطرناک جرم ہے؟ علم وتحقیق کے نام پر تاریخ کا سہارا لے کر ان کی ذوات قدسیہ کو مجروح کرنا یہ اسلامی غیرت اور اسلامی تقاضہ کے کہاں تک مناسب ہے؟

کتب تاریخ کی وہ روایات جو قرآن وحدیث کے اس صاف وصریح بیان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، ان پر اعتماد کر کے صحابۂ کرام کو معاذ اللہ خائن، جھوٹ بولنے والا، دوسروں کے مال کو ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے والا، آپس میں ایک دوسرے پر چوٹیں کرنے والا۔ حرام کو محض اپنی خواہش کے لئے حلال کرنے والا، غنیمت کے مال میں ناجائز تصرف کرنے والا۔ ایک دوسرے پر سب وشتم کرنے والا اور محض اپنے اقتدار کو باقی رکھنے کیلئے بیت المسلمین کو ذاتی ملکیت بنانے والا اوراس کو ناجائز طریقہ پر استعمال کرنے والا اپنے رشتہ داروں اور اقارب کی ناجائز رعایت کرنے والا، اور دین کے قانون کی صریح خلاف ورزی کرنے والا، اللہ کے رسول کی سنت کی جگہ بدعت لانے والا، اور حدود وقصاص کے نافذ کرنے میں کوتاہی کرنے والا وغیرہ اخلاقی امراض میں مبتلا قرار دینا[1] اوران کی زندگی کی

---

[1] آئندہ آپ دیکھیں گے کہ مولانا مودودی مرحوم کی تحریرات سے صحابۂ کرام کی زندگی کا یہی نقشہ سامنے آتا ہے۔

یہ تصویر پیش کرنا کہاں تک ایک مسلمان کا کام ہو سکتا ہے؟ کیا اس عمل پر وہ جرأت کر سکتا ہے جس کے قلب میں نور ایمان ہو، جسے صحابہ کرام کی شخصیت پر ناز اور اسلام کے دور اول پر فخر ہو، جس کے دل میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول کا احترام ہو اور صحابۂ کرام سے ادنیٰ محبت ہو!

بڑے تعجب کی بات ہے کہ دور حاضر کے یہ محققین تاریخ کے ان بے سرو پا روایتوں کو دانتوں سے پکڑتے ہیں اور اس کو صحابۂ کرام کے خلاف بڑی جواں مردی سے اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس کو اسلام کی خدمت سمجھ کر استعمال کرتے ہیں اور انھیں اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کا یہ طرز عمل اسلام کی روشن تاریخ کو گندہ کر رہا ہے لیکن قرآن و حدیث کے یہ بیانات ان کی نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں یا دانستہ ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے جب کہ کتاب و سنت ہی حق و باطل کا اصل معیار ہیں اور مسلمان کا سب سے زیادہ اعتماد انھیں دونوں سرچشمۂ حق پر ہوتا ہے، امت محمدیہ کے محتاط بزرگوں نے تاریخ سے نہیں بلکہ قرآن و حدیث ہی سے صحابہ کو سمجھا ہے۔

علمائے امت نے تاریخ کو صحابہ کرام کی پرکھ کیلئے کسوٹی نہیں بنایا ہے

تاریخ کے وہ بیانات جن پر ہمارے اس دور کے بعض محققین کی تحقیقات کی بنیاد ہے جن کے بل بوتے پر امت کے اس قافلۂ اول اور اسلام کی خشت اول ہی کو ناپائیدار اور ناقابل اعتماد قرار دیا جا رہا ہے۔

تاریخ کی یہ حکایتیں اور روایتیں ان محققین زمانہ کی کوئی نئی دریافت نہیں ہے، یہ سب کچھ اس امت کے گذشتہ علماء اور اہل تحقیق کے سامنے بھی رہا ہے لیکن انھوں نے اس کو جس میں ہزار طرح کے رطب و یابس ہیں صحابہ کرام کے جانچنے کا معیار نہیں بنایا۔ انھوں نے کتاب و سنت کو سامنے رکھا، اسی کو کسوٹی اور معیار قرار دیا اور اسی سے صحابہ کرام کو جانا اور سمجھا۔

سوال یہ ہے کہ اگر قرآن و حدیث اور منصف مزاج علمائے امت اور اہل حق کے بیانات سے نہیں بلکہ تاریخ کی حکایتوں سے اسلام کی مقتدر شخصیتوں کی تاریخ مرتب کی جائے اور ان کی تاریخی حکایتوں ہی کو معیار اور کسوٹی قرار دیا جائے اور انھیں کی روشنی میں ان کے

بارے میں کوئی رائے قائم کی جائے اور ان تاریخی روایات ہی سے اپنے ذہن کے فیصلہ کے مطابق جو پہلے سے کیا جا چکا ہے دلائل مہیا کئے جائیں تو میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام تو الگ رہے ایک دشمن اسلام انبیاء تک کے بارے میں ایسی روایات جمع کر سکتا ہے جن کو اگر سامنے رکھا جائے تو ان کی تصویر بھی بڑی بدنما نظر آئے گی اور ان کی شخصیات بھی ناقابلِ اعتبار واستناد قرار پائیں گی۔ کون نہیں جانتا کہ ان تاریخی کتابوں میں اس طرح کا مواد اور مسالہ بہت کچھ ہے۔

بہرحال عرض یہ کرنا ہے کہ کتاب وسنت سے صحابہ کرام کی جو تصویر ہمارے سامنے آتی ہے وہی قابلِ اعتبار ہے اور یہ تصویر وہ ہے جس کو میں نے کتاب اللہ کی بیس آیت اور رسول اللہ کی بیس حدیث کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کی ہے اور ہر صاحب ایمان واسلام کے آئینۂ قلب میں اسلام کے اس مقدس گروہ اور رسول کی صحبت سے مشرف انسانوں کی یہی تصویر ہے۔

اب آپ چاہیں تو اس پر اعتماد کر کے ان اصحاب رسول کے بارے میں حسن اعتقاد رکھیں یا پھر موجودہ زمانہ کے بعض محققین نے تاریخی روایات جمع کر کے صحابہ کرام کی جو تصویر تیار کی ہے جسے دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا دشوار ہوتا ہے کہ یہ ہمارے موجودہ زمانہ کے کسی دنیا دار جماعت کے بارے میں تحقیق پیش کی جا رہی ہے یا ان نفوس قدسیہ کے بارے میں جو درسگاہِ نبوت کے تعلیم یافتہ اور فیضانِ رسالت سے مستفید تھے . . . .

اس پر آپ اعتماد کریں یہ فیصلہ آپ کو خود کرنا ہے۔

کیا صحابہ کرام معیار حق نہیں ہیں؟

ایک شوشہ اس زمانے میں بڑے زور وشور کے ساتھ یہ چھوڑا گیا ہے کہ صحابۂ کرام معیار حق نہیں ہیں، یعنی حق کو سمجھنے اور جانچنے کیلئے یا حق کو پانے کے لئے صحابۂ کرام کی ذات قابلِ اعتماد نہیں ہے اور اس شوشہ کو بڑی زوردار تحقیق سمجھا گیا ہے لیکن یہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی اس مقدس گروہ کے بارے میں کہنے والوں نے جن کے

دلوں میں اس گروہ سے بغض وحسد تھا اور جن کا تعلق اسلام سے غیر مخلصانہ بلکہ منافقانہ رہا ہے
پہلے بھی کہا ہے چنانچہ میں آگے چل کر بتلاؤں گا کہ ابتدائے اسلام ہی سے ایک گروہ اس
ذہن وفکر کا پایا جاتا رہا ہے اور اس نے صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ کو امتِ مسلمہ کی نگاہ
میں ہیچ بنانے کے لئے اپنی شیطانی طاقت کا پورا استعمال بھی کیا مگر اسلام کی پوری تاریخ
گواہ ہے کہ اس طرح کے لوگ صحابہ کرام کی عظمتِ پائندہ کو تو مسلمانوں کے دلوں سے محو
نہ کر سکے البتہ خود ذلیل وخوار ہو کر جہنم رسید ہوئے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام معیارِ حق نہیں تھے اور وہ یہ بات بڑے طنطنہ کے
ساتھ کہتے ہیں اور اسلام کا نام لے کر کہتے ہیں وہ درحقیقت کتاب وسنت کا انکار کرتے ہیں
میں پوچھتا ہوں کہ جن کو کتاب وسنت ہی نے معیارِ حق قرار دیا ہو اس کے بارے میں کسی کا
یہ کہنا کہ وہ معیارِ حق نہیں ہیں کیا یہ سراسر اس کتاب وسنت کے ساتھ معارضہ اور کتاب و
سنت کے خلاف اپنی ذاتی رائے کا اظہار نہیں ہے۔

صحابہ کرام معیارِ حق ہیں کہ نہیں یہ عقائد سے متعلق بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ
کتاب اللہ کی کس آیت اور رسول اللہ کی کس حدیث سے آپ نے یہ عقیدہ مستنبط کیا ہے۔ قرآن
تو ان کو معیارِ حق کہہ رہا ہے۔ قرآن کی یہ آیت السابقون الاولون من المهاجرين و
الانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه اور آیتِ کریمہ
وقل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله والمؤمنون بانگ دہل پکار کر یہ اعلان
کر رہی ہیں کہ صحابہ کرام معیارِ حق ہیں اور ان کی اتباع سے اللہ کی رضا اور جنت واجب ہوتی ہے۔
اور حدیث میں یہ فرمایا جا رہا ہے۔ عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين
اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنا لازم اور واجب قرار دیا جا رہا ہے، نیز آنحضورؐ کا
یہ ارشادِ گرامی اصحابي كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم اور آپ کا یہ ارشاد
اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر وعمر واهتدوا بهدي عمار وتمسكوا
بعهد ابن ام عبد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر کے بارے میں یہ ارشاد کہ عمر معي وانا

مع عمار الحق بعدی مع عمر حیثما کان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں یہ فرمان رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت ناجیہ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ جماعت ہے جو " ما انا علیہ واصحابی " پر ہوگی اور اس طرح کی جو اور بہت سی حدیثیں ہیں ان احادیث کا مطلب کیا ہے ؟

کیا یہ حدیثیں اور ارشادات مبارکہ اس بات کو صراحۃً نہیں بتلا رہے ہیں کہ صحابۂ کرام عموماً اور آنحضورؐ نے جن کا نام لے کر ان کی اتباع واقتدا کا حکم فرمایا ہے وہ خصوصاً معیار حق ہیں ان کی اتباع واقتدا امت پر لازم اور ضروری ہے اور یہ اتباع اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کا باعث اور دخول جنت اور آخرت میں فوز وسعادت کا سبب ہے ۔

" صحابہ کرام معیار حق نہیں ہیں " والا شوشہ جن حضرات نے چھوڑا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے انھوں نے قرآن عظیم کی ان آیات اور رسولِ خدا کی ان احادیث میں کبھی تفکر وتأمل کی نگاہ نہیں کی ہے ورنہ ایمان واسلام کے دعویٰ کے ساتھ اتنی لغویات کسی صاحب عقل سے متصور نہیں ہوسکتی، اور اگر ان حضرات کے سامنے یہ آیات اور احادیث رہی ہیں تو ہمیں نہیں معلوم کہ انھوں نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے ان کا کیا مطلب لیا ہے اور انھوں نے ان آیات واحادیث کا جو مطلب لیا ہے وہ مطلب علمائے امت نے کبھی سمجھا تھا یا نہیں ؟

بہرحال قرآن کی ان آیات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کے بعد ہم اس بارے میں علماء اسلام کا نقطۂ نظر معلوم کرنا چاہیں گے کہ وہ صحابۂ کرام کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے ۔

محمد عبد اللہ قاسمی غازی پوری　　　　قسط ۶۱

بریلوی مذہب پر ایک نظر

فرضی مزار کی تعظیم جائز نہیں

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں:

"فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے،

جھوٹا مزار بنانا اور اس کی تعظیم جائز نہیں۔ (فتاویٰ ۱۱۶/۴)

فائدہ: تعزیہ امام حسین کا فرضی مزار ہی ہوا کرتا ہے، بریلوی حضرات کو اس سے بڑی دلچسپی ہے، نیز اعلیٰحضرت کے یہاں تو اصل و نقل کا اثر اور حکم ایک ہی ہوتا ہے۔ یہاں یہ ناجائز والی بات کیوں۔ اعلیٰحضرت کا ارشاد اصل و نقل کے متعلق ص۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں (۱)

مزار پر اگربتی لوبان وغیرہ جلانا جائز نہیں

اعلیٰحضرت سے سوال ہوا۔ کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟

اعلیٰحضرت جواب میں فرماتے ہیں:

"عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفیس قبر پر جلانے سے احتراز چاہیے، اگرچہ کسی برتن میں ہو..... اس میں اضاعت مال و اسراف ہے۔ میت صالح کیلئے جنت کی خوشبو کافی ہے۔ (فتاویٰ ۱۴۱/۴)

---

(۱) یہ حوالہ اصل کتاب میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نقل اصل کے قائم مقام ہوتا ہے۔

فائدہ :۔ بریلوی حضرات کو قبروں سے بڑا شغف رہتا ہے، خوب چراغاں کرتے ہیں، ابتی لوبان سے پورا قبرستان مہکائے رہتے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

مزارات پر روشنی کرنا اسراف ہے

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

"بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامہ ناس پر روشنی جب کہ خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو تو ضرور اسراف ہے، اور اسراف بیشک ممنوع، فقہاء اسی کو منع کرتے ہیں، کہ یہی علت منع بتلاتے ہیں اور اگر زینت قبر مطلوب ہو تو قبر محل زینت نہیں، اب بھی اسراف ہوا بلکہ کچھ زیادہ ہی۔

رہے مزارات محبوبانِ الٰہی ان میں اگر زینتِ قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی، یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں۔ (فتاویٰ ۳۱/۴)

فائدہ :۔ اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ نے صاف بتلا دیا کہ مزارات پر روشنی کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ چاہے عوام کا مزار ہو یا محبوبانِ الٰہی کا دیکھئے بریلوی حضرات اس پر عمل بھی کرتے ہیں یا نہیں۔

قبروں کا بوسہ جائز نہیں

اعلیٰحضرت سے پوچھا گیا، قبروں کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب میں ارشاد ہوا قبروں کا بوسہ نہ لینا چاہیے۔ (فتاویٰ ۱۶۳/۴)

قبر پر پھول، سبزی، اگربتی

اعلیٰحضرت سے پوچھا گیا قبر پر پھول یا سبزی یا اگربتی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب میں ارشاد ہوا، قبر پر سبزی پھول ڈالنا اچھا ہے۔ اگربتی قبر پر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوءِ ادب اور بد فالی ہے۔ (ایضاً ۱۸۵/۴)

فائدہ :۔ سوال یہ ہے کہ کیا قبر پر پھول سبزی ڈالنے میں اضاعتِ مال

نہیں ہے اور کیا صاحب قبر کے لئے جنت کی خوشبو کافی نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ارشاد ابھی گذرا ہے، ذرا آپ ملاحظہ فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت حاکم مطلق ہیں جسے چاہیں جائز کریں جسے چاہیں ناجائز، خان صاحب کا کوئی کر بھی کیا سکتا ہے۔

فاتحہ کا کھانا سامنے رکھنا غلط ہے

خاں صاحب فرماتے ہیں۔ اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہونچے گا۔ تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے۔ (ایضاً ص ۱۹۵ ج ۴)

فائدہ:۔ بریلوی حضرات فاتحہ میں کھانا سامنے رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

فاتحہ کا ثبوت حدیث سے نہیں

احمد رضا خاں صاحب سے پوچھا گیا۔

کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی۔

خاں صاحب نے جواب دیا۔

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے ..... اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافر خانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان اس کو فعل ثواب سمجھتے ہیں۔ کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے؟

(فتاویٰ رضویہ ص ۲۲۶ ج ۴)

فائدہ:۔ خانصاحب کا یہ جواب جیسا کچھ بھی ہو مگر وہ فاتحہ کا ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہی رہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح خانقاہیں اور مدارس وغیرہ کی موجودہ شکل آنحضورؐ کے زمانہ میں نہ تھی، مروجہ فاتحہ بھی آنحضورؐ، صحابہ، اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھا اور یہ بعد کی پیداوار ہے۔

چہلم کا کھانا مالدار بھی کھا سکتے ہیں

خانصاحب فرماتے ہیں:

"عرف عام پر نظر شاہد ہے کہ چہلم وغیرہ کے کھانے پکانے سے لوگوں کا اصل مقصد میت کو ثواب پہونچانا ہوتا ہے، اس غرض سے یہ فعل کرتے ہیں، عند التحقیق صرف فقراء ہی پر تصدق میں ثواب نہیں بلکہ اغنیاء پر بھی مورث ثواب ہے۔"

(ایضاً ص ۲۲۸ ج ۴)

فائدہ :- ایک طرف تو خانصاحب فرماتے ہیں کہ یہ کھانا میت کے ثواب پہونچانے کے لئے ہوتا ہے اور دوسری طرف فرماتے ہیں کہ اغنیاء یعنی مالداروں پر بھی اسکو صدقہ کیا جاسکتا ہے۔ کوئی خانصاحب سے پوچھے کہ کیا مالداروں پر بھی صدقہ جائز ہے۔ اور کیا میت کے ثواب پہونچانے کا یہ بھی کوئی طریقہ ہے ؟ خود خانصاحب احکام شریعت میں لکھتے ہیں۔ مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے۔ دیکھو اس کتاب کا صلا اب ذرا کوئی خانصاحب سے پوچھے کہ کون سی بات صحیح ہے یہ یا وہ ؟

قرآن پر اجرت لینا حرام ہے

خانصاحب کا ارشاد ہے۔

"تلاوت تہلیل پر اجرت لینا حرام ہے۔ اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی ہونے کا فرق نہیں ہے۔ گناہ اگرچہ صغیرہ ہوں اسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے جب کہ عادت و رواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا تو ضرور اجرت میں داخل ہے۔ فان المعروف کالمشروط۔"

(فتاوی اعلیحضرت ص ۲۲۳ ج ۴)

فائدہ :- آجکل بریلوی حضرات قرآن خوانی اجرت پر کرتے ہیں۔ نیز تراویح میں جو قرآن سناتے ہیں اس پر بلا تکلف پیسہ لیتے ہیں۔ یہ حضرات اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

اولیائے کرام کی نیاز فقیر اور غنی سب کھا سکتے ہیں

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں :-

نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے فقیر وغنی سب لیں (فتاوی ج ۲۲۵ ص ۴۲۰)

فائدہ:۔ یہ نیاز کس لئے ہے۔ اگر اولیائے کرام کو ثواب پہونچانے کیلئے ہے تو غنی کا کھانا حرام ہے لیکن اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

صلوٰۃ غوثیہ

بریلوی حضرات کے یہاں ایک نماز صلوٰۃ غوثیہ بھی ہے۔ اس کا طریقہ اعلیٰحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے اس طرح نقل کرتے ہیں۔

بعد نماز مغرب دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص یازدہ بار (یعنی گیارہ بار) پھر بعد سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرے پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام (یعنی عبدالقادر جیلانی) لے اور اپنی حاجت ذکر کرے، اللہ کے فضل وکرم سے اس کی حاجت پوری ہو۔ (فتاوی رضویہ ص ۵۴۴ ج ۳)

فائدہ:۔ اگر اعلیٰ حضرت مجدد بدعت اس طرح کے من گھڑت افسانے نہ تراشیں تو پھر بریلی کے اعلیٰ حضرت کیوں ہوں! ان کے یہاں نماز روزہ کے لئے بھی کتاب وسنت کی حاجت نہیں۔

صلوٰۃ غوثیہ اگرچہ قرآن وحدیث اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں مگر جائز ہے

اعلیٰ حضرت علیہ ما علیہ سے سوال ہوا۔

"صلوٰۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے یا نہیں؟ زید اس روایت کو بے اصل بتلاتا ہے۔

جواب:۔ فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدست اسرارہم اور قضائے حاجات وحصول مرادات کیلئے عمدہ طریق مرضی ومقبول (فتاوی ج ۲ ص ۵۴۶)

اس نماز کو قرآن وحدیث کے خلاف بتلانا محض بہتان وافترا ہے ہرگز ہرگز قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت نہیں نہ مخالف کوئی آیت نہ کوئی حدیث (ایضاً ص ۵۴۹)

مگر یہ وہی جہالتِ قبیحہ وسفاہت قبیحہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ طائفہ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن وحدیث میں جس کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگر اس کی مخالفت بھی قرآن وحدیث میں نہ ہو (ایضاً ص ۵۴۹ ج ۳)

اس نماز کو طریقۂ خلفائے راشدین وصحابۂ کرام کے مخالف کہنا بھی اسی سفاہت پر مبنی ہے کہ جو فعل ان سے منقول نہ ہو عموماً نزدیک ممنوع تھا۔

(ایضاً ص ۵۵۰ ج ۳)

فائدہ :۔ دیکھا بدعت کے جراثیم جب کسی میں حلول کر جاتے ہیں تو شیطان کیسے کیسے کرتب اس سے صادر کراتا ہے۔ اگرچہ کوئی بات قرآن سے ثابت نہ ہو، حدیث سے ثابت نہ ہو، خلفائے راشدین یا کسی صحابہؓ سے ثابت نہ ہو مگر یہ بدعت کے متوالے اسکو جائز ضرور کہیں گے۔

اعلیحضرت کے پیرو ایک نماز صلوٰۃ اعلیٰحضرتیہ یا صلوٰۃ رضائیہ اگر ایجاد کریں تو کیا حرج ہے اس کی بھی تو قرآن وحدیث میں ممانعت نہیں، نہ کسی صحابی نے اس سے منع کیا ہے اپنی سفاہت وجہالت پر شرم کھانے کے بجائے یہ ایسے بے حیا ہیں کہ دوسروں کو آنکھیں دکھلاتے ہیں۔

ندویوں کے پیچھے نماز

اعلیٰحضرت سے سوال ہوا کہ ندویوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جواب میں ارشاد ہوا۔ ندویوں میں کچھ نیچری ہیں کچھ منکران ضروریات دین رافضی یہ بالاجماع کافر ہیں مرتد ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل کچھ غیر کافر رافضی، وہابی، تفضیلی، غیر مقلد وغیرہ بدمذہب ہیں، کچھ نرے بگڑے گمراہ ہیں جنھوں نے اب ندوہ جاکے اپنے دین کی بیخ کنی کی ندوے روددادوں، لکچروں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے ہیں، یہ سب ضال گمراہ بددین ہیں ان کے پیچھے نماز ناجائز جیسے عامہ غیر مقلدین (فتاویٰ رضویہ ص ۲۱۵ ج ۲)

فائدہ :۔ اعلیٰحضرت علیہ ما علیہ اور ان کے معتقدین کے سوا ہدیت یافتہ اور

مسلمان ہے کون؟ مگر عرض یہ کرنا ہے کہ اس فتویٰ میں اعلیٰ حضرت علیہ ما علیہ نے رافضی، وہابی، غیر مقلد ان سب کو غیر کافر کہا حالانکہ یہ سب ان کے نزدیک کافر ہیں۔ اور علامات اعلحضرت کا فتویٰ ہے کہ کافر کو غیر کافر کہنا یہ کفر ہے اس لئے اعلیٰ حضرت خود اپنے قول سے کافر ہو رہے ہیں۔

وہابی کون؟

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

ان دیار میں وہابی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اسمٰعیل دہلوی کے پیرو اور اس کی کتاب تقویۃ الایمان کے معتقد ہیں۔ (فتاویٰ ص ۱۹۸ ج ۳)

فائدہ :- تقویۃ الایمان حضرت اسمٰعیل شہید دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب نے خرمن بدعت میں آگ لگا دی اور کاشانہ کفر و شرک کو خاکستر کر دیا۔ اسلئے اعلحضرت اس کتاب سے بہت خفا ہیں۔ یہ کتاب اسلامی زندگی کو حیات نو بخشتی ہے ہزاروں کی اس سے اصلاح ہوئی، ہزاروں نے اس کتاب کو پڑھ کر شرک و بدعت سے توبہ کی، ہزاروں کی تعداد میں بیرون ہند میں پھیلی کاشانۂ بدعت کے مجاورین کے علاوہ ہر ایک نے اس کو سر آنکھوں پر رکھا اس لئے کہ اس کی ایک ایک بات قرآن و حدیث کی بنیاد پر ہے، اس کا ایک ایک مسئلہ قرآن و حدیث سے مستنبط ہے۔ اعلیٰ حضرت اس کتاب سے اسلئے خفا ہیں کہ ان کی دکان بدعت و شرک کو اس کتاب نے پھیکی کر دیا۔ اور کتاب و سنت اور توحید حقیقی کے جادۂ حق پر لوگوں کو گامزن کر دیا۔ یہ ہے اس کتاب اور اس کے مصنف سے اعلحضرت علیہ ما علیہ کے چراغ پا ہونے کی حقیقی وجہ، اعلیٰ حضرت اور ان کی ٹولی کا آج سب سے اہم مشغلہ یہ ہے کہ وہ تقویۃ الایمان کی برائیاں بیان کریں اور اس شہید راہ حق کو گالی دیں جس کی زندگی کا لمحہ لمحہ کتاب و سنت کی اشاعت و ترویج اور کلمۂ حق کی سربلندی اور جہاد فی سبیل اللہ میں گذرا۔

غیر مقلدین کافر ہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ غیر مقلدین زمانہ بحکم فقہا و تصریحات عامہ کتب فقہ

کافر تھے۔ جس کا روشن بیان الکوکبۃ الشہابیہ ورسالہ سل السیوف ورسالہ النہی الاکید (یہ سب اعلیٰ حضرت کی وہ کتابیں ہیں جس میں نجاست وگندگی کے علاوہ کچھ بھی نہیں) وغیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکران ضروریاتِ دین میں ہیں۔

(ایضاً ص ۲۷۵ ج ۲)

فائدہ :۔ اعلیٰ حضرت علیہ ما علیہ کے یہاں تو سوائے شرک وبدعت والی ان کی ٹولی کے سبھی کافر ہیں، غیر مقلدین ہی کی خصوصیت کیوں کبھی اعلیٰ حضرت غیر مقلدین کو منکرین ضروریات دین میں سے شمار کرتے ہیں اور کبھی نہیں جیسا کہ ابھی گذرا۔ یہ دورخی پالیسی کیوں ؟

اعلیٰحضرت نے کبھی اللہ سے مدد نہیں چاہی

ملفوظ اعلیٰ حضرت میں ہے۔

عرض حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی کو تکلیف پہونچے یا زروق ندا کرے میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔

اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔

مگر میں نے اس قسم کی مدد نہ طلب کی جب کبھی میں نے استعانت کی (یعنی مدد چاہی) یا غوث ہی کی ایک درگیر محکم گیر۔ (ملفوظات ص ۵۹ ج ۲)

فائدہ :۔ چاہے یا زروق سے استعانت کرو یا یا غوث سے یہ بھی شرک اور وہ بھی شرک اور شیطان دونوں سے خوش۔ اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد بتلا رہا ہے کہ انھیں زندگی میں کبھی اللہ سے استعانت کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ یہ وہ محرومی ہے جو صرف اہل بدعت وشرک کا حصہ ہے۔ جب آدمی کتاب وسنت کی راہ سے بھٹکتا ہے تو شیطان اس کو کس کس طرح اپنے جال میں کستا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا یہ فرمان اس کا ایک نمونہ ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

سوال وجواب

علمائے غیر مقلدین اور ضعیف حدیث

مکرمی حضرت مولانا دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج اقدس بخیر ہوگا، زمزم کے شمارہ نمبر جلد نمبر ۸ میں آپ کا مضمون محدثین نے اپنی کتابوں میں ضعیف حدیثیں کیوں ذکر کی ہیں، بڑا لنظر کشا ہے، اس مضمون کو پڑھ کر ہماری معلومات میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ ضعیف احادیث کے بارے میں ہم بہت غلط فہمی میں مبتلا تھے، ہمارا گمان اب تک یہ تھا کہ ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، محدثین نے ان کا قطعاً اعتبار نہیں کیا ہے، اس مضمون سے ہماری غلط فہمیاں دور ہو گئیں، اور فقہ حنفی میں جن بعض مسائل میں ضعیف احادیث سے استدلال کیا گیا ہے اس کی وجہ بھی خوب سمجھ میں آگئی۔ بارک اللہ فی حیاتکم وطبتم بعافیۃ وخیر۔

مولانائے محترم۔ برائے کرم ایک تحریر زمزم میں اس پر شائع کر دیں کہ مذہب غیر مقلدین میں ضعیف احادیث کا اعتبار کیا گیا ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ ہماری یہ عاجزانہ درخواست قبول کی جائے گی۔

والسلام

عبدالرشید قاسمی سنت کبیر نگر

زمزم! زمزم میں شائع شدہ جس مضمون کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کے بارے میں عام طور پر لوگوں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے، بہت سے لوگوں کو جو آپ ہی کی

طرح غلط فہمی کا شکار تھے ان کا اشکال دور ہوا اور انھیں نئی باتیں معلوم ہوئیں۔

بات وہی ہے کہ اگر ضعیف احادیث کا مطلقاً انکار کیا جائے گا تو وضو میں بسم اللہ پڑھنا بھی سنت نہیں قرار پائے گا، اذان کا دینا بھی درست نہیں ہوگا، ثنا اور التحیات کس طرح سے پڑھی جائے اس کا علم بھی نہیں ہوگا، ان تمام مسائل میں مرفوع متصل صحیح حدیث کوئی نہیں ہے، جو حدیثیں ہیں وہ ضعیف ہیں یا موقوف اور مرسل آثار ہیں۔

رہا آپ کا یہ دریافت کرنا کہ غیر مقلدین مذہب میں ضعیف احادیث کا اعتبار کیا گیا ہے یا نہیں تو غالباً آپ نے میرا مضمون جو زمزم میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کا عنوان ہے "صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر" نہیں پڑھا ہے، اب یہ مضمون مستقلاً رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہو گیا ہے، اس مضمون سے معلوم ہوگا کہ مولانا حکیم صادق سیالکوٹی نے نماز کے موضوع پر لکھی جانے والی اپنی اس کتاب میں تقریباً چوراسی ضعیف احادیث سے استدلال کیا ہے۔ اگر غیر مقلدین کے یہاں ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز نہ ہوتا تو ایک موضوع کی اس کتاب میں اتنی ضعیف حدیث وہ ذکر نہ کرتے۔

علماء غیر مقلدین کی عادت عوام کو ہمیشہ فریب میں مبتلا کرنے کی رہی ہے، اور انکا پیمانہ اپنے لئے کچھ اور ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے کچھ اور ہوتا ہے، ان کی باتوں پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے، فقہ حنفی کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا ان کا ایمان ہے، اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ کرنا ان کا دھرم ہے۔

آپ صلوٰۃ الرسول کے علاوہ غیر مقلدین کی مسئلہ مسائل سے متعلق جو کتابیں بھی دیکھیں گے آپ کو اس میں ضعیف احادیث کا انبار نظر آئے گا، اور یہ حقیقت چمکتی نظر آئے گی کہ غیر مقلدین دینی و شرعی مسائل میں ضعیف احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

آپ کے اس استفسار کے جواب میں ہم دنیائے غیر مقلدیت کے بہت بڑے محدث اور عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کی مشہور زمانہ کتاب تحفۃ الاحوذی شرح الجامع للامام الترمذی سے کچھ مثالیں اس موضوع کے بارے میں پیش کریں گے، ان مثالوں سے آپ کو خوب اندازہ

ہوگا کہ غیر مقلدین علماء کے یہاں ضعیف احادیث کا اعتبار ہے کہ نہیں۔

نمبر وار مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ قال، مفتاح الصلوٰۃ الطھور وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم یعنی نماز کی کنجی وضو ہے، اور نماز میں بات چیت اور کھانے پینے کو حرام کرنے والی چیز اللہ اکبر کہنا ہے، اور ان چیزوں کو حلال کرنے والی چیز نماز کے بعد سلام پھیرنا ہے۔

اس کا ایک راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں ھو صدوق وقد تکلم فیہ بعض اھل العلم یعنی صدوق ہے لیکن بعض محدثین نے اس میں کلام کیا ہے، اور محدثین کا ان کے بارے میں جو کلام ہے ملاحظہ فرمائیں۔ ابو حاتم فرماتے ہیں کہ اس میں ضعف ہے، امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں لا یحتج بہ ان سے حجت نہیں پکڑی جاتی ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کی حدیثوں سے بچنا ضروری ہے، حاکم کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک یہ مضبوط راوی نہیں ہے، امام ابوزرعہ نے بھی اس کو مجروح قرار دیا ہے، فسوی کہتے ہیں کہ اس کی حدیث میں ضعف ہے اور وہ سچا ہے، بزار کہتے ہیں کہ یہ حدیث کسی اور سند سے نقل نہیں کی گئی ہے، ابو نعیم کہتے ہیں کہ محمد بن عقیل اس حدیث کی روایت کرنے میں منفرد ہے، عقیلی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔ (تحفہ ج ۱ ص ۱۴)

غرض یہ حدیث جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور جس پر محدثین نے مذکورہ بالا کلام کیا ہے، اس کے بارے میں مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں الراجح المعول ھو حسن یعنی راجح اور قابل اعتماد بات یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اب دیکھئے کہ ایک حدیث جس پر محدثین کا سخت کلام ہے اور مولانا مبارکپوری صاحب بھی اعتراف کرتے ہیں، ضعیف ہے مگر چونکہ اس حدیث پر ان کو عمل کرنا ہے اس وجہ سے اس کو حسن بتلا رہے ہیں، اگر عمل کرنا نہ ہوتا تو یہ حدیث قابل احتجاج نہ ہوتی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبل اسحٰق بن ابراہیم اور

حمیدی ابن محمد عقیل سے حجت پکڑتے تھے اور وہ مقارب الحدیث ہے، مولانا مبارکپوری فرماتے تھے کہ یہ کلمہ الفاظ تعدیل میں سے ہے، مگر یہ نہیں بتلایا کہ اس کا درجہ تعدیل میں کیا ہے اور جو جرحیں ان کے مقابل میں ہے اس کلمہ کی تعدیل کے باب میں کیا قیمت ہوگی۔

بہرحال ہمیں عرض یہی کرنا ہے کہ کسی محدث پر سخت جرحیں ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود بھی بعض دوسرے وجوہ کی بنا پر وہ حدیث قابل عمل ہوتی ہے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ جو تم سے یہ کہے کہ آنحضور کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے اس کی تصدیق مت کرو۔

مولانا مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کا تھا۔ حالانکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی شریک بن عبداللہ نخعی ہے۔ اس کے بارے میں مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ صدوق تھا مگر حدیث میں بہت غلطی کرتا تھا اور جب سے وہ کوفہ کا قاضی ہوا تھا اس کا حافظہ بھی بہت خراب ہو گیا تھا، پھر حافظ ابن حجر سے نقل کرتے ہیں کہ اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ لم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النھی عن البول قائمًا شیٔ۔ یعنی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات ثابت نہیں ہے۔(۱)

---

(۱) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ھذا الحدیث اصح شیٔ فی ھذا الباب واحسن یعنی اس بارے میں یہی حدیث سب سے زیادہ صحیح اور اچھی ہے، مبارکپوری صاحب امام ترمذی کے اس کلام کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ای ھو اقل ضعفا وارجح مما ورد فی ھذا الباب (ص ۲۲/۱۷) یعنی اس بارے میں جو دوسری حدیثیں آئی ہیں ان میں سب سے کم ضعف والی یہی حدیث ہے اور یہی سب سے راجح ہے یعنی اس باب کی ساری حدیثیں ضعیف ہیں، اور ان ضعیف احادیث میں سے یہ حدیث ضعف میں کم ہے مگر بہرحال ہے یہ حدیث بھی ضعیف ہی، صحیح نہیں ہے، دوسری احادیث کو ملا کر کے اسکو حسن کہا گیا ہے مگر سنداً اس حدیث کے ضعیف ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا مبارکپوری صاحب نے اپنی کتاب ابکار المنن میں بہت سی روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے جن میں شریک قاضی موجود ہے۔ (۱)

مگر یہاں مولانا فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ نہیں تھی، یعنی اس مسئلہ میں مولانا نے بلا تکلف ضعیف حدیث سے استدلال کیا۔

(۲) وضوء میں بسم اللہ پڑھنے والی حدیث بقول امام ترمذی ضعیف ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں لا اعلم فی هذا الباب حدیثا له اسناد جید یعنی مجھے اس باب کی کسی ایسی حدیث کا علم نہیں ہے جس کی سند عمدہ ہو، اور یہی بات امام احمد سے بھی مروی ہے، اور بزار فرماتے ہیں کہ وضوء میں بسم اللہ پڑھنے کی جتنی بھی حدیثیں ہیں ان میں کی ایک بھی قوی نہیں ہے، حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس باب کی حدیثیں تو بہت ہیں مگر کوئی حدیث بھی کلام سے خالی نہیں ہے۔

خود مبارکپوری صاحب صاف صاف لکھتے ہیں کہ سند کا راوی ابو ثفال اور اس کا شیخ رباح بن عبد الرحمن مجہول ہیں اس لئے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ بخاری نے ابو ثفال کے بارے میں لکھا ہے کہ " فیه نظر " اور بخاری جس کے بارے میں یہ لفظ استعمال کرتے ہیں اس کی حدیث متروک ہوتی ہے، پھر رباح اس کو اپنی دادی سے روایت کرتا ہے اور اس کی

---

(۱) مثال کیلئے دیکھو ص ۱۴۲ ص ۳۰۲ ص ۲۲۱ جامعہ سلفیہ کا محقق اڈیشن، اور جس روایت میں یہ راوی ہے اور وہ روایت حنفیہ کا کسی مسئلہ میں مستدل ہے تو مولانا مبارکپوری صاحب اسی راوی کی وجہ سے اسکو حسن بھی نہیں قرار دیتے ہیں۔ مثلاً ص ۲۰۱ میں فرماتے ہیں۔ قلت مداره علی شریك القاضی وان كان صدوقًا لكنه یخطئ كثیرا وتغیر منذ ولی القضاء بالكوفة فكیف یكون اسناده حسنًا یعنی میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا مدار شریک قاضی پر ہے وہ اگرچہ صدوق تھا مگر غلطی بہت کرتا تھا اور جب وہ کوفہ کا قاضی ہوا تو اس کا حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا، اسلئے اس حدیث کی اسناد حسن کیسے ہوگی۔

راوی کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ وہ مجہول عورت ہے یعنی پتہ نہیں کہ وہ کون ہے۔

غرض وضوء میں بسم اللہ پڑھنے والی جو حدیث امام ترمذی نے ذکر کی ہے وہ ضعیف ہے، مگر مبارکپوری صاحب کا فیصلہ یہ ہے کہ اس حدیث سے وضوء میں بسم اللہ پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ (ص ۳۸/ ج۱)

اور اگر کوئی کہے کہ مبارکپوری صاحب نے اس باب کی دوسری احادیث کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے تو عرض یہ ہے کہ اس باب کی کوئی ایک حدیث بھی تو صحیح نہیں ہے۔

(۴) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے الاذان من الراس والی حدیث ذکر کی ہے یعنی دونوں کان بھی سر ہی کا حصہ ہیں تو وضوء میں سر کے ساتھ کان کا بھی مسح کیا جائیگا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے، ابن عدی نے اس حدیث کو دو وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ ایک تو اس کی سند کا راوی شہر بن حوشب متکلم فیہ ہے، دوسرے یہ کہ یہ حدیث مرسل ہے کہ مرفوع اس میں اختلاف ہے۔ امام ترمذی اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لیس اسنادہ بذاک القائم یعنی اس کی سند خوب اچھی نہیں ہے، یعنی قوی نہیں ہے۔

بعض محدثین نے شہر بن حوشب کی تعدیل بھی کی ہے مگر اس سے انکار نہیں کہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث اور بعض دوسری وجوہ سے بہت زیادہ قابلِ اعتبار نہیں ہے، مگر مولانا مبارکپوری کے نزدیک یہ حدیث قابل احتجاج ہے فیمسحان معہ وھو القول الواجح المعول علیہ (ص ۴۸/ ج۱) یعنی دونوں کانوں کا مسح سر کے ساتھ کیا جائے گا۔ یہ راجح اور قابلِ اعتماد بات ہے۔

(۵) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وضوء کے بعد پیشاب کے مقام والے حصہ پر پانی کا چھینٹا مار لینا چاہیئے تاکہ پیشاب کے قطرہ کے شبہ اور وسوسہ کا ازالہ ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، اور امام بخاری سے نقل کرتے

ہیں کہ اس کا راوی حسن بن علی ہاشمی منکر الحدیث ہے - امام بخاری کے نزدیک منکر الحدیث شدید جرح ہے، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حسین بن علی کو امام احمد نسائی، امام احمد اور دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے، اور امام بخاری نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے، مولانا مبارکپوری صاحب شرح نخبہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب کسی راوی کے بارے میں متروک یا ساقط یا فاحش الغلط یا منکر الحدیث کہا جائے تو یہ جرح ضعیف یا لیس بالقوی کہنے سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔

خود مبارکپوری صاحب کو اعتراف ہے کہ یہ حدیث ضعیف فرماتے ہیں، فحدیث الباب ضعیف یعنی باب کی حدیث ضعیف ہے۔ مگر پھر بھی یہ حدیث ان کے نزدیک بے اصل نہیں ہے قابلِ عمل ہے (ص ج ۱)

(۶) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے باب المندیل بعد الوضوء یعنی وضو کے بعد رومال کے استعمال کا کیا حکم ہے؟ کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد اعضاء کو پوچھ لیا کرتے تھے۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کے بعد رومال وغیرہ سے اعضاء کو خشک کرنا جائز ہے، حالانکہ خود فرماتے ہیں کہ لکنہ حدیث ضعیف یعنی یہ حدیث ضعیف ہے۔

اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ لا یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھٰذا الباب شئ۔ یعنی اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔

(۷) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے باب کراھیۃ الاسراف فی الوضوء یعنی وضو میں پانی کا زیادہ استعمال کرنا مکروہ ہے اور اس کے تحت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند قوی نہیں ہے، پھر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ایک بھی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔ حضرت ابی بن کعب کی حدیث کی سند میں

خارجہ نامی جو راوی ہے محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، عبداللہ بن مبارک نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، خارجہ کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یہ متروک ہے، اور جھوٹوں سے تدلیس کیا کرتا تھا یعنی جھوٹے راویوں کی روایت کو صحیح سند سے بیان کرتا تھا۔

اس کمزور اور متروک و مدلس راوی کی اس روایت کے بارے میں مولانا مبارکپوری کا ارشاد ہے۔ والحدیث یدل علیٰ کراھیۃ الاسراف فی الماء للوضوء یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ وضو میں پانی کا زیادہ گرانا مکروہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔ وقد اجمع العلماء علی النھی عن الاسراف فی الماء ولو علیٰ شاطئ النھر (ص ۶۱/ ج ۱) یعنی علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ وضو میں پانی زیادہ خرچ کرنا اگرچہ آدمی دریا کے کنارے پر ہی کیوں نہ وضو کر رہا ہو ممنوع اور منہی عنہ ہے۔

(۸) مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ قد وردت احادیث تحریم قرأۃ القرآن للجنب یعنی اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں کہ جنبی کو قرآن کی تلاوت کرنا حرام ہے پھر فرماتے ہیں وفی کلھا مقال یعنی ان میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے، مگر اپنا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قلت قول اکثر اھل العلم ھو الراجح یدل علیہ حدیث الباب، یعنی اکثر علم کا جو مذہب ہے کہ جنبی کو قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے وہی راجح قول ہے، اس کی دلیل باب کی حدیث ہے۔ حالانکہ امام ترمذی نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ خود ضعیف ہے۔ (۱)

---

(۱) حضرت امام بخاری کے نزدیک حائضہ عورت اور جنبی آدمی قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے، اس مسئلہ میں غیر مقلدین کے امام مولانا مبارکپوری صاحب نے امام بخاری کے مذہب کے خلاف اپنا مذہب بیان کیا ہے، امام بخاری کے بارے میں مولانا مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک حائضہ و جنبی کو قرآن کی تلاوت کرنا جائز ہے (تحفہ ص ۱۲۴/ ج ۱) اب معلوم نہیں کون پکا اہلحدیث ہے امام بخاری یا مولانا مبارکپوری اور غیر مقلدین کی جماعت کس کی تقلید کرتی ہے امام بخاری کی یا مولانا مبارکپوری کی؟ مختار ندوی فرمائیں کہ کامل الاسلام کون ہے۔ امام بخاری یا کہ مولانا مبارکپوری؟

(۹) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ظہر کی نماز جلد پڑھنے کے بارے میں یہ حدیث ذکر کی ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ظہر کی نماز میں حضور سے زیادہ جلدی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی حکیم بن جبیر ہے، وہ شدید قسم کا مجروح راوی ہے اس وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے، حکیم بن جبیر کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے اور منکر الحدیث ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ شعبہ اسکو مجروح قرار دیتے تھے، امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ قوی نہیں ہے، دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے، معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے کہا کہ مجھ سے حکیم بن جبیر کی حدیث بیان کیجئے تو انھوں نے کہا کہ اگر میں اس سے حدیث بیان کروں تو مجھے جہنم کا ڈر ہے، جوزانی نے کہا کہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں۔ فیہ دلیل علی ان التعجیل بالظہر افضل، یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ ظہر کی نماز جلدی پڑھنا افضل ہے ($\frac{۱۴۵}{۱۷}$)

(۱۰) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان کو ٹھہر ٹھہر کر کہنے کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے، پھر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا روایت کرنے والا صرف عبدالمنعم صاحب السقا ہے اور حدیث کی سند مجہول ہے، عبدالمنعم کا شیخ یحییٰ بن مسلم مجہول راوی ہے، عبدالمنعم کو دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے، ابوحاتم نے منکر الحدیث کہا ہے، بلکہ منکر الحدیث جداً یعنی بہت زیادہ منکر الحدیث ہے کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے، بیہقی اور ابن عدی نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ کسی سند میں عبدالمنعم صاحب السقا، کا ہونا اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کیلئے کافی ہے اور یہ حدیث جو اس درجہ ضعیف ہے، مبارکپوری صاحب کے نزدیک قابلِ اعتبار ہے، چنانچہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ حدیث الباب یدل علی ان المؤذن یقول کل کلمۃ من کلمات الاذان بنفس واحد الخ ($\frac{۱۷۵}{۱۷}$) یعنی باب کی حدیث بتلاتی ہے کہ مؤذن کلمات اذان میں سے ہر کلمہ کو ایک سانس میں کہے گا۔

(جاری)

محمد ابوبکر غازی پوری

غیر مقلدین کی کج فکری اور اسلاف کے خلاف

ہرزہ سرائی

ممبئی سے ایک ماہنامہ نکلتا ہے، جس کا نام ہے البلاغ اور اس کے سرپرست ذمہ دار ہیں مشہور غیر مقلد عالم مولانا مختار ندوی، اس میں ایک کالم کا عنوان ہے "کاروانِ حیات" وہ مسلسل شائع ہوتا ہے اور اس کے کالم نگار یہی مختار ندوی سلفی صاحب ہیں اس کی تیسویں قسط میرے عزیز مولانا حسن صاحب بھڑکودروی مدرس دارالعلوم کنتھاریہ گجرات نے مجھے بھیجی ہے کہ ذرا اس کو آپ دیکھ لیں اور اس پر کچھ لکھ دیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر غیر مقلدین ہر روز ایک نیا فتنہ جگاتے رہیں اور بے وقوفی کے ہاتھی پر سوار ہو کر اپنی سونڈ ہلاتے رہیں تو کب تک ان کی بیوقوفیوں کے ہم پیچھے رہیں گے اللہ تعالیٰ نے ان غیر مقلدین کی قسمت ہی میں لکھ دیا ہے کہ وہ اکابر و اسلاف کے بارے میں بکواسیں کر کے اپنی عاقبت خراب کریں۔

اس تیسویں قسط کا عنوان ہے "صرف ایک مذہب پر عمل کرنے سے اسلام پر عمل ممکن نہیں"

یہ ہے مولانا مختار ندوی کی علمی وفکری پرواز، مولانا مختار ندوی سمجھتے ہوں گے کہ یہ عنوان قائم کر کے علمی دنیا میں انھوں نے بڑا دھماکہ کر دیا ہوگا، اور لوگ ان کے علمی جلال سے مرعوب ہو گئے ہوں گے، حالانکہ یہ عنوان ہی بتلا رہا ہے کہ مولانا مختار ندوی عقل وخرد سے

پیدا ہیں، اگر ان کے پاس عقل و خرد اور دینی بصیرت کا کچھ حصہ بھی ہوتا تو ان سے ایسی بے وقوفی کا اظہار نہ ہوتا جس کا غماز ان کا یہ عنوان ہے۔

ان غیر مقلد عقلمند کو اتنا احساس نہ ہوا کہ اگر ان کی بات کسی درجہ میں صحیح تسلیم کرلی جائے تو پھر دور صحابہ سے لیکر آج تک کسی بھی مسلمان کا اسلام کامل پر عمل ثابت کرنا سوئی کے ناکہ میں اونٹ کے داخل ہونے سے بھی زیادہ دشوار ہوگا، غیر مقلدین عقل و شعور سے بیگانہ ہو کر قلم چلانے کے عادی ہیں اور اسلاف و اکابر کی شان میں بکواسیں کرنا انکا مزاج اور انکی طبیعت ہے، ان کو جتنا اس بات میں مزا آتا ہے شاید کسی اور بات میں نہ آتا ہو۔

آپ غور فرمائیں کہ صرف مذہب حنفی کی بات نہیں ہے۔ مذہب مالکی، مذہب شافعی اور مذہب حنبلی پر جو لوگ عمل پیرا ہیں اور ہزاروں سال سے شافعی شافعی مذہب کا پیرو ہے، مالکی مالکی مذہب کا پیرو ہے اور حنبلی حنبلی مذہب کا پیرو ہے، یہ سارے شوافع و موالک اور حنابلہ معاذ اللہ مکمل اسلام پر عمل نہ کرنے والے ہیں، اور ان کا اسلام ناقص ہے اور صرف مولانا مختار ندوی اور ان کے ہم مذہب غیر مقلدین کی ٹکری بھر جماعت ہی وہ سعید صفت لوگ ہیں جن کو اسلام کامل پر عمل کرنے کی توفیق حاصل ہے، ماشاء اللہ چشم بد دور، ان سعید روحوں کو ہمارا ہزاروں سلام۔

آپ نے اندازہ لگایا کہ غیر مقلدین کتنے بدبخت لوگ ہیں کہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو وہ ناقص الاسلام قرار دے رہے ہیں، یعنی اگر اس عالم رنگ و بو میں کوئی پکا اور کامل مسلمان ہے تو بس یہی غیر مقلدین جن کی پیدائش کی تاریخ تلاش کروگے تو ہندوستان میں دور برطانیہ سے اوپر اس کا نام و نشان نہیں ملے گا۔ اپنے آپ میاں مٹھو بننا اسی کو کہتے ہیں۔

اگر غیر مقلدین کی اس منطق کو تسلیم کر لیا جائے کہ صرف ایک مذہب پر عمل کرنے سے اسلام کامل پر عمل ممکن نہیں ہے، تو شیخ عبد القادر جیلانی کا بھی اسلام کامل نہ ہوگا اسلئے کہ وہ صرف فقہ حنبلی پر عمل کرنے والے تھے، حافظ ابن حجر کا بھی اسلام غیر معتبر ہوگا اسلئے کہ وہ

صرف شافعی مذہب پر عمل کرنے والے تھے، حافظ ابن عبدالبر کا بھی اسلام ناقص ہوگا اسلئے کہ ان کا مذہب فقہ مالکی تھا، علامہ بدرالدین عینی کا بھی اسلام ناقص ہوگا کہ وہ مذہب حنفی پر تھے۔ اسطرح ان تمام محدثین، فقہاء، وصوفیاء، علماء ومجاہدین کا اسلام ناقص ہوگا جو صرف ایک مذہب پر عمل پیرا تھے۔ حالانکہ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنھوں نے ہر دور میں اسلام کی شمع کو روشن رکھا اور جن کی علمی ودینی خدمات پر امت اسلامیہ فخر کرتی ہے اور جن کی علم کی راہ میں دشت نوردیوں اور آبلہ پائی نے شریعت اسلامیہ کی تروتازگی کو باقی رکھا اور کتاب وسنت کے علوم سے اقطار عالم جگمگا گئے۔

وائے رے ہماری بدبختی اور سیہ بختی کہ ہم نے دین کے ان خادموں کو اور شریعت اسلامیہ کے ان جان بازوں اور پاسبانوں کے اسلام ہی پر حملہ کر دیا اور اپنے منحوس قلم سے ان کے اسلام کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش اور جسارت کی۔

ذرا مختار ندوی بتلائیں کہ دور صحابہ سے لیکر آج تک کسی مسلمان کا ایک مذہب پر عمل نہیں رہا ہے اور کس نے دین کو غیر مقلدین کے نوزائیدہ مذہب کی طرح چوں چوں کا مربہ بنا رکھا تھا۔ غیر مقلدیت اصلاً اباحیت اور دینی بے راہ روی کی طرف بڑھتا ہوا نہایت خطرناک قدم ہے۔ اور اباحیت مطلقہ کے مستنقع قذر (۱) میں آج غیر مقلدین نہا رہے ہیں تو وہ چاہتے ہیں کہ تمام مسلمان بھی اسی گندے اور نجس پانی میں ڈبکی لگانے لگیں اور ان کی طرح سے اباحیت پسند بن جائیں۔

ابن حزم ہوں کہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کیا ان کا ایک مذہب نہیں رہا ہے یا ہر روز ان کا مذہب بدلتا رہا ہے۔ تو کیا فرمائیں گے مختار ندوی صاحب جن کا فرمان ہے کہ ایک مذہب پر عمل کرنے والوں کا اسلام ناقص رہتا ہے، کیا ان کے ان بزرگوں کا اسلام بھی ناقص رہا ہے، مختار ندوی صاحب میں جرأت کہ ان بزرگوں کے اسلام کو ناقص اور ان بزرگوں کو ناقص الاسلام بتلائیں۔

پھر میں پوچھتا ہوں کہ جوان غیر مقلدین نے دور برطانیہ میں غیر مقلدیت کے نام سے

---

(۱) گندہ تالاب

چوں چوں کا مربہ تیار کر کے ایک مذہب بنایا ہے اور جس پر اس وقت سے لیکر آج تک ان کے سارے اصاغر و اکابر کا عمل ہے، یہ بھی متعین اور مشخص ایک ہی مذہب ہے، یا غیر مقلدین ہر روز اپنا ایک نیا مذہب ایجاد کر رہے ہیں، اور صبح کہیں ہوتے ہیں اور شام کہیں ہوتے ہیں؟ تو پھر آپ کیسے کامل الاسلام ہو گئے۔

بات دراصل یہ ہے کہ ان غیر مقلدوں کے ذہن میں شیطان نے یہ وسوسہ پیدا کر دیا ہے کہ وہ جو کرتے ہیں اور کہتے ہیں بس وہی اصل دین ہے، بقیہ دنیا کے سارے مسلمان از اول تا آخر گم کردہ راہ ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کا مذہب جو شیعیت، خارجیت، سبائیت اور مرجیئت کا ملغوبہ ہے، جس میں چار سے زیادہ نکاح جائز ہے، اور جس میں متعہ کرنا بھی جائز ہے، اور جس میں گانا بجانا بھی جائز ہے، اور جس میں استنزال بالید جائز ہے بلکہ بسا اوقات واجب ہے، اور جس میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے، اور جس میں کافروں کے پیچھے بھی نماز ہو جاتی ہے اور جس میں شراب اور سور نجس نہیں ہیں اور جس میں سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے، اور جس میں یہ ہے کہ نہ صحابہ کرام کا فعل حجت ہے اور نہ ان کا فہم اور نہ ان کا قول حجت ہے، اور جس میں یہ ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کو رضی اللہ عنہم کہنا جائز نہیں ہے، اور جس میں یہ ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا دین نہیں ہے، اور جس میں ہے کہ خلفائے راشدین بھی خلاف شریعت کام کرتے تھے، اور جس میں یہ ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی بدعت ہے، اور جس میں یہ ہے کہ تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے اور جس میں یہ ہے کہ حالت حیض کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، اور جس میں یہ ہے کہ اجماع حجت نہیں ہے، اور جس میں یہ ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کا نام لینا بدعت ہے اور جس میں یہ ہے کہ لپٹا ہوا قرآن سر کے نیچے رکھ کر اس پر ٹیک لگایا جا سکتا ہے اور جس میں یہ ہے کہ امام چندر اور لچھمن نبی تھے اور جس میں یہ ہے کہ قادیانی کے پیچھے نماز درست ہے اور قادیانی مسلمان ہیں اور اس طرح کے مذہب اہلسنت والجماعت کے خلاف سیکڑوں مسائل ہیں، یہ غیر مقلدین چاہتے ہیں کہ دنیا کے سارے مسلمان اس

ملعونہ اور مردود دین و مذہب کو اختیار کرلیں اور جس طرح سے غیر متعلدین تقلید کے منکر بنکر اسلاف دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہیں یہی مظاہرہ دوسرے مسلمان بھی کریں اور اسلاف دشمن بن جائیں۔

کاش یہ غیر متعلدین دوسروں کا اسلام اور ایمان جانچنے سے پہلے ذرا اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال لیا کریں تاکہ انکو اپنی حقیقت کا بھی کچھ پتہ رہا کرے۔

اس مضمون میں مولانا مختار ندوی نے عجیب عجیب احمقانہ باتیں کیں ہیں سب پر تو نظر ڈالنا اس مختصر سے وقت میں ذرا دشوار ہے مگر دو ایک بات قارئین کی ضیافت طبع کیلئے حاضر ہے۔ فرماتے ہیں مختار ندوی صاحب۔

"جو لوگ شرعی مسئلہ اپنے مذہب کے مطابق پوچھتے ہیں ایسی صورت میں مفتی جس مذہب کا ہوتا ہے اسی مذہب کے مطابق فتویٰ دیتا ہے اور دین کے بقیہ دلائل سے آنکھیں بند کر لیتا ہے"

یہ بات جو مختار ندوی صاحب نے یہاں فرمائی ہے اس گناہ کا مرتکب صرف غیر مقلد مفتی ہوتا ہے، غیر مقلدوں سے جب کوئی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اپنے مذہب کے مطابق مسئلہ پوچھتا ہے تو غیر متعلدین اس کو اپنے مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور اس طرح دیانت و امانت کا خون کرتے ہیں، یہ بات مذاہب اربعہ کے مفتیان کرام سے سرزد نہیں ہوتی ہے، وہ تو مسئلہ پوچھنے والے کا جو مذہب ہوتا ہے اس کے مطابق مسئلہ پوچھنے والے کو جواب دیتے ہیں۔

اگر مختار صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مفتی کو فتویٰ پوچھنے والے کے سامنے کتاب و سنت کے ہر مذہب کے مطابق جتنے دلائل ہیں سب کو رکھ دینا چاہیئے کسی خاص مذہب کے مطابق اور خاص دلیل کی روشنی میں فتویٰ نہیں دینا چاہیئے تاکہ وہ پورے اسلام پر عمل کرنے والا بن جائے۔ تو پہلے مختار ندوی صاحب کو خود اس پر عمل کرکے دکھانا چاہیئے، اور جب ان سے کوئی فتویٰ پوچھے تو کتاب و سنت سے ہر مذہب

کے دلائل کو اکٹھا کر کے مسئلہ پوچھنے والے کے سامنے رکھ دیں تاکہ وہ پورے اسلام پر عمل کر سکے ۔

غیر مقلدین عموماً اسی قسم کی بیوقوفی کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ ذرا بتلائیے کہ دنیا میں کون ایسا پاگل مفتی ہوا ہے کہ جو فتویٰ پوچھنے والے کے سامنے سارے مذاہب کے دلائل کو رکھتا رہا ہے۔ اور اگر کوئی اس پاگل پنے کے عمل کو کرے بھی تو کیا فتویٰ پوچھنے والا سارے دلائل کے مطابق عمل کر بھی سکتا ہے، اور کیا یہ اس کے ساتھ اور شریعتِ اسلامیہ کے ساتھ کھلا مذاق نہیں ہوگا ؟ اور کیا وہ مفتی اس لائق رہے گا کہ اسکو منصبِ افتاء کی ذمہ داری دی جائے ؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مختار ندوی صاحب کا یہ کلام سراسر جاہلانہ اور باطل ہے جو ان کی سفاہت کا پتہ دیتا ہے۔ مختار ندوی صاحب عام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

> " عام مسلمانوں سے ہم اپیل کرتے ہیں کہ جب وہ کسی عالم سے فتویٰ پوچھیں تو اس سے یہ ضرور کہیں کہ آپ ہمیں اس مسئلے کا جواب صرف قرآن اور احادیث کی روشنی میں دیں "

دیکھیئے مختار ندوی صاحب کی غیر مقلدیت شیعیت ورافضیت کے روپ میں نظر آ ہی گئی، یعنی اسوۂ صحابہ کرام اور سنتِ خلفائے راشدین اور قیاس واجماع سب کے انکار کا سبق مختار ندوی صاحب پڑھا رہے ہیں، یعنی فتویٰ پوچھنے والوں کو شیعیت کی راہ پر لگا رہے ہیں، اسوۂ صحابہ کرام اور سنتِ خلفائے راشدین اور اجماع اور قیاس کا انکار کرنے والے روافض اور شیعہ ہیں، مختار ندوی صاحب عام سنیوں کو بھی اسی راہ پر لگا رہے ہیں، کہ اگر کوئی مفتی اسوۂ صحابہ سے سنت خلفائے راشدین سے اور اجماع وقیاس سے فتویٰ دے تو اس کا فتویٰ تسلیم نہ کرو یعنی معاذ اللہ شریعتِ اسلامیہ کے یہ سارے دلائل شیعوں کی طرح غیر مقلدین کے نزدیک بھی مردود ہیں اگر ان کی روشنی میں کوئی فتویٰ دیا جائیگا

توجس طرح سے شیعہ اس فتوی کو رد کر دیتے ہیں غیر مقلدین بھی رد کریں گے، کس قدر گمراہی سے بھرا ہوا یہ کلام ہے، کتاب وسنت کا نام لے کر غیر مقلدین اسی طرح امت اسلامیہ کے سیدھے سادھے اور کم پڑھے لکھے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ کیا مختار ندوی کسی ایک بھی اہل سنت والجماعت عالم سے اپنے اس باطل قول کی سچائی ثابت کر سکتے ہیں ؟

اچھا غیر مقلدین رمضان میں پورے مہینہ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھتے ہیں مختار ندوی صاحب سے میں پوچھتا ہوں کہ کتاب وسنت سے اس عمل پر آپ دلیل لادیں۔

غیر مقلدین اگر بینک سے سود لیتے ہیں تو اس کے جواز پر اور نہیں لیتے ہیں تو اسکے جواز پر قیاس کا سہارا لئے بغیر کتاب وسنت سے دونوں شقوں کے مطابق صریح دلیل پیش کر دیں، زندگی کا بیمہ کرانا اگر آپ کے نزدیک جائز ہے تو اس کے جواز پر اور اگر ناجائز ہے تو اس کے عدم جواز پر کتاب وسنت سے دلیل پیش کر کے اس مسئلہ کی حقیقت کو ظاہر کریں۔

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ حالت حیض میں جو طلاق دی جاتی ہے وہ واقع نہیں ہوتی کتاب وسنت سے اس پر صریح دلیل پیش کر دیں۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ سے منی نکالنا مستحب ہے اور ضرورت شدیدہ پر واجب ہے اس مستحب اور واجب پر کتاب وسنت سے دلیل پیش کر دیں، غیر مقلدین دو دو رکعت پر بیٹھ کر کے آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، غیر مقلدین کتاب وسنت سے اس کا ثبوت پیش کریں اور یہ بھی بتلائیں کہ دو دو رکعت تراویح کے ساتھ آٹھ رکعت کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز تین رکعت دو سلام سے پڑھی تھی یا ایک سلام سے پڑھی تھی، کتاب وسنت سے اس کی صراحت دکھلا دیں۔

صرف ان مسئلوں پر کتاب وسنت سے دلیل پیش کر دیں، ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ مختار ندوی کو صرف کتاب وسنت سے مسائل کے دلائل پیش کرنے کا کتنا ڈھنگ ہے۔

مختار ندوی صاحب لکھتے ہیں :

"فقہی مذاہب پر عمل کرنے والے ہمارے دوست کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ائمہ کرام کے دینی اجتہادات بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے برابر ہیں"

مختار ندوی صاحب کو چونکہ مذاہب اربعہ سے انتہائی بغض اور نفرت ہے اس وجہ سے خدا کا خوف کھائے بغیر انھوں نے اپنے قلم سے یہ بات نکالی ہے، ورنہ کوئی فقہی مذہب والا یہ نہیں کہتا کہ اس کے امام کا اجتہاد اللہ و رسول کے حکم کے برابر ہے، اگر مختار ندوی کا یہ کلام سراسر جھوٹا اور باطل نہیں ہے تو کسی بھی فقہی مذہب کے کسی عالم سے اس کی تصریح دکھلائیں کہ اس نے اس طرح کی بات کہی ہے، جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، مختار ندوی نے اپنے اس بیہودہ اور جھوٹ بات سے اپنے کو اس لعنت کا مستحق بنا دیا ہے۔

اب آخر میں ناظرین کرام یہ بھی معلوم کرلیں کہ مختار ندوی صاحب کی اس تحریر کا مقصد کیا ہے؟ اور ندوی صاحب آخر ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں؟ تو اگر ناظرین کرام نے ندوی صاحب کا مقصد پا لیا ہو تو بہتر ہے، ورنہ عرض یہ ہے کہ ندوی صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں صرف غیر مقلدین ہی پورے اسلام پر عمل کرنے والے ہیں اور وہی سچے و پکے مسلمان ہیں اور انھیں کا مذہب کتاب و سنت والا ہے، تو میں ندوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آٹھ نہیں بیس یا بیس سے زائد رکعت تراویح کے قائل تھے اور ایک وقت کی تین طلاق کو تین کہتے تھے وہ سچے پکے مسلمان تھے کہ نہیں؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تراویح کی بیس رکعت کے قائل تھے اور ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی کہتے تھے وہ سچے پکے مسلمان تھے کہ نہیں، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ تراویح کی بیس رکعت کے قائل تھے اور ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی کہتے تھے وہ سچے پکے مسلمان تھے کہ نہیں، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ تراویح کی بیس رکعت کے قائل تھے اور ایک وقت کی تین طلاق کو تین ہی کہتے ہیں وہ سچے پکے اور کامل الاسلام مسلمان تھے کہ نہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تراویح کی نماز الگ

اور تہجد کی نماز الگ تھی اور وہ بھی ایک وقت کی تین طلاق کو تین ہی کہتے تھے، امام بخاری سچے اور پکے مسلمان تھے کہ نہیں اور ان کا اسلام کامل تھا یا ناقص؟ اگر ان حضرات کا اسلام کامل تھا اور یہ اسلاف کرام سچے پکے مسلمان تھے تو غیر مقلدین ان مسائل میں انکی مخالفت کرکے کیسے سچے پکے اور پورے اسلام والے مسلمان ہو سکتے ہیں؟ اور اگر غیر مقلدین کا یہ گمان ہے کہ یہ ائمہ کرام سچے پکے مسلمان نہیں تھے، صرف غیر مقلدین اس صفت خاص سے مسعود اور موفق ہیں تو بس اسی کا اعلان کریں، ناظرین کرام غیر مقلدین سے آپ صرف یہی ایک سوال کریں گے تو ان کو دن میں تارے نظر آجائیں گے اور انکی ساری غیر مقلدیت ہوا ہو جائے گی اور ان کے سچے پکے اور کامل اسلام والے مسلمان ہونے کا بھرم کھل جائے گا۔

اور دوسرا سوال جو مختار ندوی صاحب سے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ یاایھاالذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر یعنی علماء و فقہاء کی بھی اطاعت کا حکم دیا ہے تو آپ کو یہ کہنے کی کیسے جرأت ہوئی کہ صرف کتاب و سنت ہی سے دلیل آپ قبول کریں گے۔ علماء و فقہاء کی اطاعت جس کو اللہ نے واجب کیا ہے اور اس کا انکار کرنے کے بعد آپ کتنے سچے و پکے مسلمان باقی رہ گئے؟

بقیہ پاکستان کا سفر:

کی لطف صحبت میں رات کے بارہ سے بھی زیادہ کا وقت ہو گیا، پھر میزبانوں نے کہا کہ اب آرام فرمائیں، ملاقات کو آنے والے بھی رخصت ہو چکے تھے۔ مولانا عابد سلمہ نے سونے کا بستر لگا دیا تھا، اس لئے میں نے بھی سونے کیلئے پاؤں پھیلا لیا اور کمر سیدھی کر لی۔

حکایات وواقعات

شاعر نے اپنے حیلہ سے لاکھوں کی قیمت کا موتی حاصل کرلیا

متوکل علی اللہ مامون کا بیٹا تھا، اس کا دربار لگا ہوا تھا، اس کے ہاتھ میں دو موتی تھے، جو بہت بڑے، بڑے خوبصورت اور نہایت گراں قیمت کے تھے، وہ ان موتیوں کو ہاتھ میں لیکر کبھی اِدھر کرتا تھا اور کبھی اُدھر یعنی اس کی خوبصورتی اور عمدگی کی وجہ سے بار بار اسکو دونوں ہاتھوں میں الٹ پلٹ رہا تھا، اسی وقت دربار میں علی بن جہم جو شاعر بھی تھا پہونچا اس نے متوکل کی شان میں ایک قصیدہ کہا، متوکل نے خوش ہوکر ان دونوں موتیوں میں سے ایک کو اس کی طرف ڈالدیا۔ کہ لے یہ تیرا انعام ہے، علی بن جہم نے اسکو اپنے ہاتھ میں لیا اور وہ اسکو اس طرح الٹ پلٹ رہا تھا کہ متوکل نے محسوس کیا کہ وہ اس انعام کو اپنے قصیدہ کے مقابلہ میں کم سمجھ رہا ہے تو اس نے کہا کہ تو اسکو کم سمجھتا ہے، خدا کی قسم یہ ایک لاکھ درہم سے زیادہ قیمتی ہے۔ علی ابن جہم نے کہا کہ نہیں یہ بات نہیں ہے، کہ میں اسکو معمولی انعام سمجھ رہا ہوں، لیکن میں چند شعر اور کہنے کی فکر کر رہا تھا تاکہ وہ دوسرا موتی حاصل کروں اور پھر اس نے یہ اشعار جو اس نے فی البدیہ اسی وقت کہے تھے متوکل کے سامنے پڑھا۔

يسري من رای امام عادل　　　تغرف من بحره بحار

سرمن رأی (شہر) میں ایک عادل بادشاہ ہے جسکے سمندر سے سمندر پانی حاصل کرتے ہیں۔

یمین جود یخشی لکل خطب　　کانہ جنۃ و نار

اس سے ہر موقع پر ڈرا بھی جاتا ہے اور اس سے امید بھی رکھی جاتی ہے گویا وہ جنت بھی اور دوزخ بھی ہے۔

الملک فیہ و فی بنیہ　　ما اختلف اللیل والنہار

جب تک کہ رات دن کا آنا جانا لگا رہے گا، بادشاہت اس میں اور اسکی اولاد میں رہے گی۔

لم تات منہ الیمین شیئا　　الا اتت مثلہا الیسار

اس کے داہنے ہاتھ نے کوئی کام نہیں کیا، مگر اس کا بایاں ہاتھ بھی اسی جیسا کام کرتا ہے۔

ان اشعار کو سن کر متوکل اس کی طرف دوسری موتی بھی ڈال دیا اور کہا خدا تیرا بھلا کرے لے اس کو بھی لے لے۔

اسی متوکل کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ مروان بن ابی الجنوب نے اس کی شان میں مدحیہ قصیدہ پڑھا تو اس کو متوکل نے ایک لاکھ بیس ہزار درہم دیئے تھے اور بہت سے کپڑے بھی دیئے تھے۔　　(سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۵/۸۷)

متقدمین کی قوت حفظ کا ایک عجیب واقعہ

اسحق بن بہلول ایک محدث تھے، دنیاوی نسبت سے معروف تھے، اپنے وقت کے جید محدثین میں سے ان کا شمار تھا، ایک دفعہ محمد بن عبداللہ طاہر بغداد کے گورنر نے انکو اپنے پاس طلب کیا اور ان سے کہا کہ آپ ہم سے حدیث بیان کریں، ان کے پاس کتابیں نہیں تھیں، یہ ایک خاص واقعہ میں مصر سے بغداد جلدی میں آگئے تھے، ساری کتابیں مصر میں تھیں مگر جب والی بغداد نے ان سے حدیث بیان کرنے کی درخواست کی تو انھوں نے بغداد میں رہ کر پچاس ہزار اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ حدیثیں اپنی یادداشت سے سنائی اور لوگوں کا بیان ہے کہ محدث ببغداد من حفظہ بخمسین الف حدیث و لم یخطیٔ فی شیٔ منہا۔ ایک حدیث میں بھی غلطی نہیں کی۔　　(سیر اعلام النبلاء ص ۱۳۳/۱۲)

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

دیوبندی حنفی کے مطالبہ پر غیر مقلد عالم کو سانپ سونگھ گیا

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی شیخ ستمگر حفظہ اللہ نے کل جو اپنی تقریر سے سماں باندھا تھا آج ایک دیوبندی عالم نے اس کی ہوا نکالدی، اور شیخ ستمگر حفظہ اللہ فجر سے پہلے چائے پیئے بغیر ہی اندھیرے کی اوٹ کا سہارا لے کر کہیں اور چلے گئے۔

باپ ۔ بیٹا کل میں ایک ضروری میٹنگ میں تھا، شیخ ستمگر کی تقریر کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا موضوع کیا تھا۔

بیٹا ۔ اباجی، شیخ ستمگر نے حنفیوں کے اس مشہور مسئلہ پر تقریر کی تھی جس کا چرچا ہم لوگوں کی محفل میں عام طور پر ہوتا رہتا ہے، اور جس کو سنا سنا کر ہم کے چائے فلہ میں چائے پینے والوں میں سے کئی ایک کو صوفی ستمگر نے سلفیت کا آبِ زلال پلایا ہے۔

باپ ۔ بیٹا وہ کون سا مسئلہ ہے، میری یادداشت میں وہ مسئلہ محفوظ نہیں ہے اور نہ شیخ

ستمگر حفظ اللہ کے اس کارنامہ کا مجھے کسی نے آج سے پہلے تذکرہ کیا تھا۔

بیٹا ۔ اباجی حنفی فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی مرد اور عورت رشتہ ازدواج میں بندھنے کے بعد اتنی دور کی مسافت پر الگ الگ رہ رہے ہوں کہ ایکدوسرے سے بظاہر ملن مشکل ہے اور صرف چھ ماہ میں عورت کو بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ بچہ اس آدمی ہی کا کہلائے گا ۔ اسی موضوع پر شیخ ستمگر حفظ اللہ نے بڑی ہنگامہ خیز تقریر کی تھی، لوگوں نے انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگا کر ان کو باہوش کر دیا تھا۔

باپ ۔ بیٹا، پھر ستمگر حفظ اللہ پر کیا حادثہ گذرا کہ بلا جائے پیئے فجر سے پہلے اندھیرے ہی میں وہ اس شہر سے نکل گئے ۔

بیٹا ۔ اباجی، اتفاق سے رات ہی میں دارالعلوم دیوبند کا ایک نوجوان فاضل اپنے دوست سے ملنے آیا تھا اس کے سامنے جب اس مسئلہ کا ذکر ہوا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ شیخ ستمگر کو پکڑ لاؤ اور مجھ سے بات کراؤ ابھی اس کی لن ترانیاں ہوا ہو جائیں گی ۔

باپ ۔ بیٹا، پھر کیا ہوا ؟

بیٹا ۔ اباجی، ہوتا کیا، شیخ ستمگر حفظ اللہ نے سوچا تھا کہ چلو چند روز کا لڑکا ہی تو ہے وہ مجھ سے بحث کیا کرے گا، لیکن جب بات کرنے آئے تو چند ہی لمحے میں ان کے چہرے پر ہوائی اڑ رہی تھی اس نوجوان دیوبندی عالم نے شیخ ستمگر حفظ اللہ سے پوچھا کہ قرآن وحدیث سے ثابت کرو کہ حنفی فقہ کا یہ مسئلہ غلط ہے ؟ اور پھر بتلاؤ کہ مذہب اہلحدیث کا اس بارہ میں کیا فتویٰ ہے ؟ اور کیا تم میں ہمت ہے کہ تم اس اولاد کو حرامی کہو ؟ اور کیا تم اس کی ماں کو زانیہ قرار دوگے ؟ اور کیا مذہب اہلحدیث میں اس عورت پر زنا کی حد جاری کی جائے گی ؟ اور کیا اس طرح سے جو بچہ یا بچی پیدا ہو اس کا نسب اس کے ماں باپ سے شرعاً ثابت نہیں ہوگا ؟

ان سوالوں میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی ستمگر حفظ اللہ کے پاس نہیں تھا اس مجلس میں جو چند لوگ شریک تھے بار بار ستمگر حفظ اللہ کو جھنجھوڑ رہے تھے مگر

ان سوالات کے جواب سے وہ ایسے عاجز تھے کہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ان کو سانپ نے سونگھ لیا ہو۔ وہ دیوبندی عالم بار بار کہہ رہا تھا کہ قرآن کی وہ آیت یا وہ حدیث ذکر کرو جس سے حنفی فقہ کا یہ مسئلہ غلط ثابت ہو، یا کسی صحابی کا قول پیش کرو یا کسی اپنے عالم ہی کے فتوی سے ثابت کرو کہ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ غلط ہے، اور صحیح مسئلہ کچھ اور ہے، مگر شیخ ستمگر حفظہ اللہ کا چہرہ جیری بنا ہوا تھا، اور ان کی زبان ان کی دستگیری و مشکل کشائی سے بالکل عاجز تھی۔

باپ۔ بیٹا ہم لوگ خواہ مخواہ اس مسئلہ کو اچھالتے ہیں اور اپنے علم کو رسوا کرتے ہیں حنفی فقہ کا یہ مسئلہ تو بالکل حدیث کے مطابق ہے، بخاری شریف کی حدیث ہے الولد للفراش یعنی مولود اپنے باپ کا قرار پائے گا، جب ماں باپ اس بچہ کو اپنا بچہ سمجھ رہے ہیں تو پھر دوسرے کو کیا حق ہے کہ ماں باپ کو زانی قرار دیں اور بچہ کو حرامی بتلائیں۔ یہ تو شرعی اعتبار سے نہایت ناروا عمل ہے، ایسے شخص پر حد قذف جاری ہو سکتی ہے۔

بیٹا۔ اباجی جب یہ مسئلہ عین شریعت کے مطابق ہے تو ہمارے علماء اس مسئلہ کو اپنی تقریروں میں اچھال کر زندہ باد کا نعرہ کیوں لگواتے ہیں، ان کو اپنے علم کی لٹیا ڈبونے میں مزہ آتا ہے کیا؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی من مانی تاویل پر شیخ جگنو کی جھلاہٹ

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی آپ کو معلوم ہے کہ گزشتہ جمعہ سے جامع محمدیہ سلفیہ میں شیخ کلو حفظہ اللہ نیل الاوطار کا درس دیتے ہیں؟

باپ۔ جی بیٹا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ پاک کام شیخ کلو حفظہ اللہ نے شروع کر دیا ہے

عوام سے فقہ حنفی کا رجحان کم کرنے کیلئے، اس سال کے شروع میں جماعت نے یہ پروگرام طے کیا تھا کہ شہر کی مختلف مساجد میں درس حدیث کا منتخب علماء کے ذریعہ درس شروع کر دیا جائے۔ اس کی ابتداء شیخ کلو حفظہ اللہ نے کر دی ہے بڑا مبارک قدم ہے اللہ ان کو اس پر ثابت قدم رکھے۔

بیٹا۔ مگر آج تو عجیب بات ہوئی کہ شیخ جگنو اور شیخ کلو میں ایک حدیث کے بارے میں بڑی تکرار ہو گئی اور جماعت کے افراد دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

باپ۔ کیا ہوا بیٹا؟

بیٹا۔ اباجی، آج جب شیخ کلو حفظہ اللہ نے نیل الاوطار سے یہ حدیث پڑھی

عن عمران بن حصین ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم صلی الظہر فجعل رجل یقرأ خلفه سبح اسم ربك الاعلیٰ فلما انصرف قال أیکم قرأ او ایکم القاری فقال الرجل انا فقال : لقد ظننت ان بعضکم خالجنیها۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کی تو ایک آدمی آپ کے پیچھے سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھنے لگا تو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تم میں سے کس نے پڑھا تھا، یا تم میں کا پڑھنے والا کون تھا، تو اس آدمی نے کہا کہ میں تو آپؐ نے فرمایا مجھے گمان ہوا تھا کہ تم میں سے کسی نے میری قرأت میں رخنہ اندازی کی ہے۔ تو اس کی شرح میں علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ ومعنی هذا الکلام الانکار علیه فی جهره او رفع صوته بحیث اسمع غیره لا من اصل القراءة (ص ۲۷۵ ج ۲) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس کے زور سے پڑھنے پر اور اس کی آواز کے بلند کرنے پر انکار کیا تھا نہ کہ نفس قرأت پر آپ کو ناگواری ہوئی تھی۔

اس پر شیخ جگنو نے کہا ہے کہ شوکانی صاحب کا یہ کلام سراسر حدیث رسول کی معنوی تحریف ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہر پر انکار کرنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ایکم قرأ کے بجائے ایکم جھر فرماتے یا ایکم رفع صوتہ فرماتے یا
ایکم الجاھر بالقرأۃ یا ایکم الرافع صوتہ فرماتے۔ جب آپ نے
یہ سب کچھ نہیں فرمایا اور یہ فرمایا کہ ایکم قرأ یا ایکم القاری تو اس سے معلوم
ہوا کہ نفس قرأت آپ کو ناگوار ہوئی تھی۔ اور مقتدی کے لئے آپ نے کچھ بھی پڑھنے
کو پسند نہیں فرمایا۔

شیخ جگنو کی اس بات کی تائید شیخ علی ابن سینا حفظہ اللہ نے بھی فرمائی،
اور انھوں نے فرمایا کہ ہمارے البانی صاحب بھی یہی کہا کرتے تھے کہ اس حدیث میں
نفس قرأت سے منع کیا گیا ہے۔

باپ ۔ پھر کیا ہوا بیٹا۔

بیٹا ۔ ابا جی شیخ کلو اس بات کو تسلیم کرنے کیلئے کسی طرح تیار نہیں تھے کہ علامہ شوکانی
جیسا اتنا بڑا محدث و عالم حدیث کا معنی بیان کرنے میں ایسی فاحش غلطی کرے گا
اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرے گا۔

شیخ جگنو کے شدید احتجاج پر سر دست نیل الاوطار کا درس بند کر دیا گیا ہے، اور
اب اس کی جگہ الروضۃ الندیہ حضرت نواب صاحب بھوپالی کی کتاب کا درس
رکھا گیا ہے۔

باپ ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

بیٹا۔ ابا جی، انا للہ کیوں پڑھ رہے ہیں ؟

باپ ۔ نواب صاحب کی یہ کتاب تو اور بھی فتنہ کا سبب بنے گی، نواب صاحب نے
مسئلہ مسائل کے بیان کرنے میں بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں، اسی وجہ سے آج تک انکی
یہ کتاب ہمارے اہلحدیث مدارس میں داخل نصاب نہیں ہو سکی ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی ہمارے علماء کی کتابیں خود ہمارے علماء کی نگاہ میں کیوں اس قدر غیر معتبر
قرار پاتی ہیں یہ عدم تقلید کی نحوست کا اثر ہے کیا ؟۔

ملا بدھا اور شیخ جمن حفظہ اللہ میں تکرار ہو گئی۔
نواب صاحب بھوپالی کا فرمان نزاع کا باعث بنا

بیٹا۔ اباجی
باپ۔ جی بیٹا۔
بیٹا۔ اباجی، آپ کا کہا بالکل سچ ثابت ہوا۔
باپ۔ میں نے کیا کہا تھا بیٹا، مجھے یاد نہیں ہے
بیٹا۔ اباجی آپ نے کہا تھا کہ جامع محمدیہ میں نواب صاحب کی کتاب کا درس بڑے فتنہ کا سبب بنے گا۔

باپ۔ جی بیٹا اب یاد آیا، تم نے بتلایا تھا، علامہ شوکانی کی کتاب نیل الاوطار کا درس بند کر کے جامع محمدیہ میں نواب صاحب بھوپالی کی کتاب الروضۃ الندیہ کا درس شروع کیا گیا ہے تو میں نے کہا تھا کہ یہ کتاب ہماری جماعت کیلئے فتنہ بن جائیگی۔
بیٹا۔ اباجی، تو آپ نے جو کہا تھا وہ سچ ثابت ہوا، آج کے درس میں نواب صاحب کی کتاب سے جو ایک عبارت پڑھی گئی تھی اس کا ترجمہ جب شیخ جمن حفظہ اللہ نے کیا کہ فرض اور واجب دونوں مترادف ہیں جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے اور یہی حق بات ہے، اور واجب کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا کرنے والا قابلِ تعریف ہوتا ہے اور اس کا چھوڑنے والا قابلِ مذمت ہوتا ہے اور کسی فعل پر تعریف ہونے یا اس کے ترک پر مذمت ثابت ہونے سے اس فعل کا بطلان لازم نہیں آتا ہے۔ (ص ۱۳۶ جلد اول)
جب شیخ جمن نے آخر کے ترجمہ کی عربی عبارت والملاح علی الفعل والذام علی الترك لا یستلزمان البطلان تو شیخ بدھو نے بڑے زور سے ،،ہوں،، کہی اور پھر شیخ جمن سے مخاطب ہو کر کے فرمایا کہ یہ عبارت بالکل لغو ہے انھوں نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ کسی فعل کے مذموم ہونے سے اس کا باطل ہونا

لازم نہیں آتا، مگر یہ کہنا کہ کسی فعل کے ممدوح اور قابلِ تعریف ہونے سے اس کا باطل ہونا لازم نہیں آتا بالکل لغو کلام ہے جس کا کسی اہل علم کے قلم سے نکلنا باعثِ تعجب ہے۔

پھر انھوں نے کہا کہ اگر فرض اور واجب مترادف ہیں یعنی دونوں کا معنی اور مطلب ایک ہی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی فرض کے ترک کرنے سے بھی اس فعل کا باطل ہونا لازم نہیں آئے گا۔ اب مثلاً وضو میں فرض چار ہیں منہ کا دھونا، ہاتھ کا دھونا سر کا مسح کرنا اور پاؤں کا دھونا تو کوئی مسح نہ کرے ہاتھ یا چہرہ یا پاؤں نہ دھوئے تو اس کا وضو باطل نہ ہوگا اور اس کی نماز درست ہوگی اگرچہ وہ شخص اور اس کا فعل قابلِ مذمت ہوگا۔

یہ کلام غلط در غلط ہے، اور نواب صاحب کی قلت فقہ کا غماز ہے، اس پر شیخ جمن کو غصہ آگیا اور بڑی تکرار ہوئی۔

باپ - بیٹا، شیخ جمن نے شیخ ہدہد کے اعتراض کا بھی کوئی جواب دیا یا صرف غصہ ہی دکھلاتے رہے۔

بیٹا - اباجی وہ صرف شور مچاتے رہے اور نواب صاحب کی قابلیت کا قصیدہ پڑھتے رہے ان کے اعتراض کا انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، نواب صاحب کے بارے میں لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہوئے مسجد سے واپس گئے۔

باپ - بیٹا بہتر یہ ہے کہ اس کتاب کا درس بند کرا کے تبلیغی نصاب شروع کرا دو، اس میں مسئلہ مسائل سے بحث نہیں ہوتی ہے اور لوگوں کا دین وایمان پختہ ہوتا ہے الروضۃ الندیہ جیسی کتابوں سے ہمیشہ فتنہ برپا ہوگا۔

بیٹا - اباجی ہمارے علماء کی کتابوں سے ہمیشہ فتنہ کیوں برپا ہوتا ہے۔

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

محمد ابوبکر غازیپوری

پہلی قسط

پاکستان کا سفر

پاکستان میں زمزم کے قارئین کا ایک بڑا حلقہ ہے، نیز پاکستان میں مکتبہ اثریہ سے
شائع ہونے والی متعدد کتابوں کی اشاعت بھی پاکستان کے مقتدر اہل علم کی طرف سے ہوئی
ہے جس کی وجہ سے مدیر زمزم کا تعارف بھی خوب ہوا، یہ ان بزرگوں کی کرم فرمائی ہے کہ مدیر
زمزم پاکستان میں ہندوستان سے کم جانا پہچانا نہیں جاتا، پاکستان کا دو دفعہ پہلے بھی سفر
ہوا تھا، اس وجہ سے بعض اہل علم حضرات و مشائخ سے شخصی طور پر بھی پہلے سے تعارف ہے
جن میں قابل ذکر شخصیت اکابر کی یادگار، بزرگوں کا نمونہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ
مرقدہ کے خلیفہ اجل، انسانیت و شرافت کے پیکر، سراپا تواضع جن کے چہرے پر گلاب
کھلا ہوتا ہے، اور جس کی پیشانی پر تقدس کا جلوہ نظر آتا ہے اور جس کے چہرے سے عبادت
وریاضت اور تعلق باللہ کا نور چمکتا ہے، یعنی حضرت شاہ سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم
کی ذات گرامی بھی ہے (۱) نیز میرے محب گرامی قدر اور بہت سی کتابوں کے مصنف حضرت
مولانا نعیم الدین صاحب استاذ حدیث جامعہ مدینہ لاہور اور مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور کے
مالک جن کی کتاب حدیث اور اہل حدیث نے ہندو پاک میں ان کی شہرت کا غلغلہ بلند کر دیا ہے
جن کا قلمی نام انوار خورشید ہے، جو مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں، اور جن کی محبت

---

(۱) حضرت شاہ صاحب کا شمار عصر حاضر کے ان خطاطوں میں ہوتا ہے جن کی شان یہ ہے کہ ایشیا میں نہیں ہے

کو میں اپنے لئے توشۂ آخرت سمجھتا ہوں، واقعہ یہ ہے کہ کم عمر طبقہ میں ایسا شریف، ایسا خلیق اور منکسر المزاج اور متواضع اور صاحب علم و صاحب فضل و کمال آدمی آج کے دور میں ملنا مشکل ہوتا ہے، اور تیسری شخصیت حضرت مولانا ابو محمد ایاز ملکانوی کی ہے جو لودھراں کے جامعہ سراج العلوم میں جید الاستعداد مدرس ہیں، اور جن کی سادگی پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے، نہایت خاموش مگر علمی لگن کے آدمی ہیں، یہ میرے اور زمزم کے بڑے محسن ہیں زمزم کی ایک بڑی تعداد انھیں کے ذریعہ پاکستانی اہل علم تک پہونچتی ہے، شروع ہی سے مدیر زمزم سے تعلق رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ انھیں سے ربط و تعلق بذریعہ فون اور مراسلت رہتا ہے۔ مدیر زمزم کی کتابوں اور زمزم کے شیدائی ہیں۔ ان تینوں حضرات کے علاوہ بعض اور حضرات بھی ہیں جن سے اس سے پہلے والے سفر میں شخصی طور پر تعارف ہوا تھا، ان میں سے مؤخر الذکر اور حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کا بار بار تقاضا رہا کہ میرا پاکستان کا سفر ہو مجھے بھی اشتیاق تھا کہ ان بزرگوں سے ملاقات زندگی میں ایک بار اور ہو جائے بعد میں معلوم نہیں حالات کیا ہوں۔ ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات اتار چڑھاؤ پر ہوتے رہتے ہیں، ذرا میں تولہ ذرا میں ماشہ، حضرت سید شاہ نفیس صاحب سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا کہ بزرگوں

اور جن کی خطاطی کے نمونے دنیا کے بیشتر ممالک میں پہونچے ہوئے ہیں، پاکستان میں آپ کے وجود با مسعود سے یہ فن زندہ ہے، پاکستان کے مختلف حصوں میں آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے، پاکستان اور دوسرے ممالک سے آپ کو فن خطاطی میں کمال اور بے مثال مہارت پر متعدد ایوارڈ ملے ہوئے ہیں، آپ کا اصلی نام سید انور حسین ہے اور فن خطاطی کی دنیا میں، سید نفیس الحسینی، نفیس رقم، کے نام سے مشہور ہیں، آپ جس طرح فن خطاطی کے مشہور شخصیت ہیں اور ارشاد و اصلاح کی لائن سے مرجع خلائق شیخ طریقت ہیں اسی طرح ایک باکمال شاعر بھی ہیں، آپ کا مجموعہ کلام ،، برگ گل ،، کے نام سے نہایت خوبصورت کتابت و طباعت کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، اس کا ایک نسخہ حضرت نے کرم فرما کر مجھے بھی عنایت کیا ہے۔

اور اسلاف کی اس یادگار کی عمر اسّی کے قریب ہونے جارہی ہے، میوہ جب پک جاتا ہے تو کب ٹپک جائے کچھ کہا نہیں جاتا، اس لئے آپ سے ملاقات کا طبیعت میں شدید تقاضا تھا، پاکستان میں ہمارے ایک مخدوم حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب دام ظلہ شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی ورئیس وفاق المدارس العربیہ ہیں، پہلے سفر میں ان سے ملاقات نہیں ہوسکی تھی۔ آپ کی توجہ سے پاکستان میں میری عربی کتاب ۔ وقفة مع اللامذهبية ، بڑی آب وتاب سے شائع ہوئی تھی اور اس کا ترجمہ بھی آپ ہی کے جامعہ کے ایک جید الاستعداد استاد مولانا ابن الحسن عباسی صاحب نے " کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ " کے نام سے کیا ہے، جس نے ہندوپاک میں بڑی مقبولیت وشہرت حاصل کی ہے، ان بزرگوں سے بھی ملنے کی دیرینہ خواہش تھی، اور پاکستان کے سفر کا شدید تقاضا تھا۔

مارچ کے مہینہ میں میرا سفر کا ارادہ تھا، لیکن پاکستانی سفارت خانہ سے ویزا ملنے میں دیر ہورہی تھی اور مجھے محسوس ہونے لگا تھا کہ پاکستانی سفارت خانہ شاید مجھے ویزا نہ دے، اسی بنا پر میں نے جامعہ ابوہریرہ خالق آباد کے ناظم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو جنھوں نے اپنے پرچہ القاسم میں میرا ایک مختصر سا خط شائع کردیا تھا جس میں میرے پاکستان آنے کے ارادہ کا ذکر تھا اور جس کی بنیاد پر پاکستان کے مختلف اطراف وجوانب سے بار بار فون آرہا تھا کہ تم پاکستان کب پہونچ رہے ہو میں نے ایک لمبا چوڑا خط لکھ دیا تھا جس میں اس کا ذکر تھا کہ میرا پاکستان کا سفر اب موہوم ہے شاید یہ سفر نہ ہوسکے[1] پاکستان جاکر معلوم کہ ویزا

---

(۱) زمزم کے گزشتہ شمارہ میں یہ خط شائع ہوچکا ہے، اور پاکستان میں میری موجودگی ہی میں اور القاسم میں بھی یہ خط حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شائع کردیا تھا۔ میں نے ان سے فون پر کہا کہ حضرت آپ کیلئے میرا خط کہیں کوئی مصیبت نہ لائے تو انھوں نے جو جواب دیا ان سے ان کے مزاج اور حق پسندی کا پتہ چلتا ہے۔ فرمایا، میں تم ظرفوں کا حوصلہ دیکھنا چاہتا ہوں۔

دینے سے پہلے حکومت پاکستان نے میرے بارے میں پوری تحقیق کی تھی اس وجہ سے ویزا ملنے میں تاخیر ہو رہی تھی، بہر حال پھر مولانا محمود مدنی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند کی ذاتی دلچسپی سے ویزا ملا، اور میں ۲۳ مئی کو پاکستان کے سفر پر براہ امرتسر بس سے روانہ ہوا۔

پاکستان جانے کیلئے بس کا سفر کیوں؟

پاکستان کے سفر کے لئے تین راستے ہیں، بذریعہ ہوائی جہاز سفر کیا جائے، بذریعہ ٹرین سفر کیا جائے، بذریعہ بس سفر کیا جائے، میں پاکستان جانے کیلئے بس کا سفر زیادہ پسند کرتا ہوں، ہوائی سفر میں اولاً تھوڑی سی مسافت کا خرچ بہت زیادہ ہے دوسرے جن کو جہاز کے سفر کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ ہوائی اڈا پر دو تین گھنٹے پہلے پہنچنا ہوتا ہے، سامان وغیرہ کی چیکنگ میں اور ہوائی جہاز میں داخل ہونے کے لئے بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے میں اتنا وقت لگتا ہے کہ اس کا تحمل ایک امتحان ہوتا ہے اور پھر یہی صورت جہاز سے اترنے کے بعد ہوتی ہے، بوڑھا اور کمزور آدمی تھک کر چور ہو جاتا ہے، پھر دہلی میں لال کنواں سے یا آئی ٹی او جہاں جمعیۃ علماء کا ہیڈ آفس ہے اس سے اندرا گاندھی ایرپورٹ کی مسافت بہت زیادہ ہے کم از کم پون گھنٹہ ٹیکسی میں لگ جاتا ہے، یہی حال لاہور ایرپورٹ کا ہے کہ شہر سے بہت زیادہ فاصلہ ہے، جو لوگ شہر سے مسافر کو لینے آتے ہیں ان کا بہت وقت خرچ ہوتا ہے۔

ریل کے سفر میں وقت بہت لگتا ہے پھر پاکستان پہونچنے پر کسٹم کی کاروائیوں کا منظر قیامت کا نقشہ پیش کرتا ہے، کبھی کبھی پورا دن اور پوری رات کسٹم کے مرکز ہی پر گذر جاتی ہے، چونکہ ریل سے سفر کرنے والے بہت ہوتے ہیں اور بیشتر لوگوں کے پاس سامان بھی ماشاء اللہ ڈھیروں ہوتا ہے اس وجہ سے کسٹم میں دیر کا ہونا لازمی بھی ہے۔

بس کا سفر میرے لئے سب سے آسان ہوتا ہے اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ جمعیۃ علماء آفس سے بس روانہ ہونے کی جگہ بہت قریب ہے مشکل سے پیدل دس منٹ کا راستہ ہے دہلی میں امبیڈکر اسٹیڈیم سے بس روانہ ہوتی ہے، جو بالکل وسط شہر میں ہے اور واپسی

میں نہیں رکتی بھی ہے اس وجہ سے آنے جانے میں طویل راستہ طے کرنے کا مسئلہ نہیں ہوتا ہے، دوسرے بس کے مسافر بس ہی بھر ہوتے ہیں جن کی تعداد پچاس سے بھی کم ہوتی ہے، اس وجہ سے ہندوستان اور پاکستان کے کسٹم کی جگہ پر بہت جلد فرصت ہو جاتی ہے، بس میں مسافر سامان بھی زیادہ نہیں لے جاسکتے ہیں، اس لئے سامان کی چیکنگ میں وقت بہت کم لگتا ہے، تیسری اہم بات یہ ہے کہ بس بہت آرام دہ ہوتی ہے اور اس میں فوج کے دو نوجوانوں کی آگے پیچھے آتشیں اسلحہ کے ساتھ موجودگی سے حفاظت کی طرف سے اطمینان رہتا ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کسی وقت کی نماز قضا نہیں ہوتی ہے، ہر نماز وقت پر ادا کی جاسکتی ہے، ناشتہ اور کھانے کا انتظام بھی بس کے کرایہ ہی میں شامل ہوتا ہے اور اس کا نظم بہت معقول ہوتا ہے، پاکستان کسٹم پر بھی مسافروں کی چائے بسکٹ اور سینڈوچ وغیرہ سے ضیافت کا انتظام ہوتا ہے اس وجہ سے بڑے اطمینان اور سکون سے سفر ہوتا ہے، گاڑی جب دہلی سے روانہ ہوتی ہے تو اس کی حفاظت کے لئے اور راستہ کو بھیڑ بھاڑ سے صاف کرانے کیلئے فوجی گاڑی آگے چلتی ہے، جس پر چار مسلح فوجی ہتھیار کے ساتھ ہوتے ہیں، یہ بس سگنل پر بھی نہیں رکتی ہے، یہ صرف اس جگہ ٹھہرتی ہے جہاں حکومت کی طرف سے اس کے رکنے کا انتظام ہوتا ہے، اس جگہ پہلے ہی سے فوج کے نوجوان موجود ہوتے ہیں جو بس پہونچتے ہی اس کو گھیرے میں لے لیتے ہیں، اس طرح مسافروں اور بس کی حفاظت کا پورا انتظام ہوتا ہے۔

دہلی سے یہ بس ٹھیک چھ بجے روانہ ہوتی ہے، دو گھنٹہ کے بعد ایک جگہ ناشتہ اور ضرورت سے فراغت کیلئے تقریباً آدھا گھنٹہ رکتی ہے پھر دو ڈھائی گھنٹہ چلنے کے بعد ایک بڑی نہر کے پاس جو بہترین تفریح کی جگہ ہے وہاں پیشاب وغیرہ کی بھی جگہ ہے، کھانے پینے کا ہوٹل بھی ہے، یہاں دس پندرہ منٹ کیلئے رکتی ہے، پھر دوپہر کے کھانے اور نماز کیلئے ایک ہوٹل پر رکتی ہے، یہاں بھی تقریباً آدھ گھنٹہ کا وقت ملتا ہے، جس میں اطمینان سے آدمی کھانا بھی کھا لیتا ہے اور ظہر کی نماز بھی پڑھ لیتا ہے، پھر ساڑھے تین

بجے واگہ باڈری کسٹم کی جگہ پہونچتی ہے، تھوڑی دیر میں فارغ ہوکر ہم پاکستان میں داخل ہوجاتے
ہیں۔ یہاں کسٹم ہوتاہے اس جگہ کا نام واگہ ہے تھوڑی دیر میں یہاں سے بھی فراغت ہوجاتی
ہے، اگر مسافر ہم جیسے لوگ ہیں جن کا سامان بہت مختصر ہوتاہے تو کسٹم کا مرحلہ بڑی
آسانی سے گذر جاتاہے، یہاں عصر کی نماز ادا کی جاسکتی ہے، پاکستان کی طرف سے بس
مسافروں کیلئے چائے وغیرہ کا نظم رہتاہے واگہ سے بس روانہ ہوتی ہے اور اب یہ
بس پاکستانی فوج کی نگرانی میں سفر کرتی ہے اور پون گھنٹے کے بعد ہم لاہور وسط شہر میں
پہونچ جاتے ہیں، اس طرح دہلی سے لاہور تک کا سفر بڑی آسانی سے طے ہوجاتاہے،
پہلی دفعہ نواز شریف کی حکومت کے زمانہ میں جب سفر کیا تھا تو دہلی سے لاہور تک کا بس
کرایہ صرف ساڑھے نو سو تھا اس دفعہ ساڑھے بارہ سو تھا، ساڑھے بارہ سو میں دہلی
سے لاہور تک مختلف النوع سہولتوں کے ساتھ بڑا سستا معلوم ہوتاہے۔

بس ایک گھنٹہ پہلے پہنچ گئی

پاکستانی دوستوں کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ میں ۲۲ مئی کو چھ بجے شام تک لاہور پہونچ
جاؤں گا، حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کو بطور خصوص اطلاع دیدی گئی تھی ان کے ذریعہ
پاکستان صوبہ پنجاب کے مختلف حصوں میں اس پروگرام کی اطلاع ہوگئی تھی جس کی وجہ سے
محبت کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت لاہور کے علاوہ دوسری جگہوں سے بھی میرے
استقبال کیلئے لاہور چل چکی تھی اور سب کے ذہن میں چھ بجے پہونچنے کا پروگرام تھا لیکن
خدا کی قدرت کہ اب کی دفعہ بس اپنے صحیح وقت سے ایک گھنٹہ پہلے لاہور پہونچ گئی
یعنی ٹھیک پانچ بجے میں بس سے اتر چکا تھا، اب میں ادھر ادھر جو نظر ڈالتا ہوں تو ایک
آدمی بھی ایسا نظر نہیں آرہا تھا جو مجھے لینے آیا ہو، میں نے مولانا نعیم الدین صاحب کو فون
لگایا تو ان کے بڑے لڑکے فہیم سلمہ نے بتلایا کہ ابا جی تو کئی لوگوں کے ساتھ آپ کو لینے کیلئے
نکل چکے ہیں اور وہ راستہ میں ہیں، آدھ گھنٹہ کے انتظار کے بعد حضرت مولانا نعیم الدین صاحب
اپنے متعدد رفقاء کے ساتھ آپہونچے اور انھوں نے بتلایا کہ بہت سے حضرات آپ کے استقبال

کے لئے آرہے ہیں مگر وہ سب چھ تک یا اس کے بعد ہی پہونچیں گے، یہ بس عموماً لیٹ ہوا کرتی ہے۔ آج اتفاقاً ایک گھنٹہ سے بھی پہلے یہ آگئی ہے، ہم لوگ بھی بڑے اطمینان سے تھے کہ ابھی بس پہونچنے میں بہت دیر ہے، میں نے اپنے جی میں خدا کا شکر ادا کیا کہ چلو استقبالیوں کی بھیڑ بھاڑ سے اللہ نے نجات دے دی، مولانا نعیم الدین صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو دیکھ کر جن میں عزیزم مولانا عابد سلمہ بھی تھے ان سے پہلے سفر میں ملاقات تھی، میری ساری کلفت دور ہو گئی، اور ہم چند افراد کار میں بیٹھ کر اپنی قیامگاہ صفہ اکاڈمی[1] موہنی روڈ لاہور آگئے۔

---

(۱) صفہ اکاڈمی نئے طرز کا بچوں اور بچیوں کا تعلیمی ادارہ ہے، یہ مسجد عثمان سے ملحقہ عمارت میں واقع ہے اس کے بانی حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب ہیں، اور اس کے سرپرست حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب ہیں اور اس کے ناظم الامور برادرم مولانا عابد حسین صاحب ہیں، حضرت شاہ صاحب کے ہاتھوں اس دینی و روایتی درسگاہ کی ۱۹۹۹ء میں ابتدا ہوئی، حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب کی ادارت اور عابد حسین صاحب کی نظامت میں یہ درسگاہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے تعلیمی و تربیتی سفر پر رواں دواں ہے۔ مولانا عابد حسین سلمہ ۳۲ سال کے لگ بھگ کے جوان عزم نہایت مخلص نوجوان ہیں جو اس ادارہ کی ترقی کیلئے ہر وقت فکر مند رہتے ہیں، اور انکی دلچسپیوں اور خلوص کے اثر سے یہ لاہور شہر کی ایک منفرد درسگاہ بن گئی ہے جہاں بلا ماربیٹ بچوں اور بچیوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جاتا ہے، اس درسگاہ کی ایک خصوصی بات یہ ہے کہ یہاں عمومی چندہ نہیں کیا جاتا کچھ مخصوص لوگوں کے تعاون اور طلبہ وطالبات کی فیس سے اس کا میزانیہ پورا کیا جاتا ہے ۱۹۹۹ء میں جب پاکستان کا میرا دوسرا سفر ہوا تھا تو میں مہمان تو تھا حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کا مگر میرا قیام جامعہ مدنیہ لاہور میں تھا، اسی مدرسہ میں حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب پڑھاتے ہیں، اس وقت ابھی صفہ درسگاہ کا وجود نہیں تھا مگر لاہور کے ان احباب کے درمیان اس کا تذکرہ چل رہا تھا کہ بچے اور بچیوں کیلئے ایک نئے طرز کی دینی و عصری، تعلیمی و تدریسی درسگاہ

۱۹۹۹ء والے سفر میں میرا قیام جامعہ مدنیہ میں تھا، اب کی دفعہ مولانا نعیم صاحب نے راستہ ہی میں بتلایا کہ آپ کا قیام اس بار صفہ اکاڈمی کی عمارت میں ہوگا، جب میں اس عمارت میں داخل ہوا تو بیت الخلاء غسل خانہ اور جس کمرہ میں مجھے رہنا تھا اس میں اے سی وغیرہ کا انتظام بالکل نیا نیا نظر آرہا تھا، غسل خانہ و بیت الخلاء وغیرہ کی زمین بھی ابھی نم سی تھی، میرے استفسار پر مولانا نعیم صاحب نے بتلایا کہ یہ سب راتوں رات مزدور لگوا کر دو دن اور دو راتوں میں مکمل کر دیا گیا ہے، آپ کی آمد کی اطلاع جب ہمیں ملی اس وقت مزدور بلوا کر کام شروع کر دیا گیا، اللہ ان حضرات کو جزائے خیر دے، ہر طرح کی سہولتوں سے یہ قیامگاہ آراستہ تھی اور پڑوس میں کمرے سے لگی ہوئی مسجد عثمان نعمت غیر مترقبہ، پانچ وقت کی نماز باجماعت کی حاضری میں کہیں آنا جانا نہیں تھا، چونکہ پاؤں کمزور ہو چکے ہیں اس وجہ سے چلنے پھرنے میں اور اترنے چڑھنے میں بڑی دقت ہوتی ہے، اسلئے پڑوس میں مسجد کا وجود میرے لئے تو بڑی نعمت تھی کہ وہاں قیام کے زمانہ میں ہر نماز باجماعت ادا کرنے کی توفیق ہو جایا کرتی تھی۔

قائم کی جائے، ابھی اس وقت تک مسجد عثمان کی تعمیر نہیں ہوئی تھی جب اسکی تعمیر مکمل ہوگئی تو اس مسجد میں اس درسگاہ کا ۱۹۹۹ء میں آغاز کر دیا گیا۔ ۱۹۹۹ء میں جب پاکستان حاضر ہوا تھا تو اس اکاڈمی کے ذمہ داروں نے اس جگہ میری ضیافت کا ایک اہتمام کیا تھا جس کا تذکرہ صفہ اکاڈمی کے سالانہ مجلہ ندائے صفہ میں کچھ اس طرح کیا گیا ہے:

"۱۵ ستمبر ۱۹۹۹ء بروز بدھ ہندوستان کے ممتاز عالم دین متکلم اسلام حضرت مولانا محمد ابوبکر غازیپوری صاحب دامت برکاتہم پاکستان تشریف لائے آپ مدیر صفہ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہ کے مہمان تھے آپکی تشریف آوری کو غنیمت جانتے ہوئے ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء بروز اتوار بعد نماز عشاء اراکین صفہ نے آپکے اعزاز میں عشائیہ دیا اس موقع پر پاکستان کے ممتاز عالم دین متکلم اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے ہندوستان و پاکستان کے ان دو بزرگوں کی پہلی ملاقات صفہ اکادمی کی جامع مسجد عثمان میں ہوئی اس طرح صفہ اس وقت علم کا مجمع البحرین بن گیا۔ (ندائے صفہ ۱۷ مارچ ۲۰۰۴ء)

میزبانوں کی عنایات وکرم فرمائیاں

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب نے مجھے بتلایا کہ چونکہ آپ کا سفر طویل تھا اور بس کا سفر تھا اس وجہ سے ہم لوگوں نے آج کی رات میں آپ کا کوئی پروگرام نہیں رکھاہے اور کل پرسوں کا دن بھی ہم نے صرف آرام کا رکھاہے، اگر طبیعت میں نشاط ہوگا تو کل یعنی جمعرات کے دن جامعہ مدنیہ کے طلبہ میں کچھ بیان کردیں اور جمعہ کے روز خطبہ سے پہلے آپ کا مختصر سا بیان ہوجائیگا بقیہ آرام کے رہیں گے، میں نے انکی محبت وخلوص کا شکریہ ادا کیا۔ مہمان کی راحت وآرام کا خیال کرنا بھی ضیافت ہی کا حصہ ہے، اللہ ان حضرات کو جزائے خیر دے، انھوں نے میری راحت وآرام کا پورا خیال رکھا۔

حضرت شاہ سید نفیس الحسینی صاحب کی زیارت وملاقات

ہم صفہ اکاڈمی جہاں لاہور میں میرے قیام کا انتظام کیاگیا تھا ۲۲مئی کو مغرب سے پہلے ہی پہونچ گئے تھے اور اسی وقت چائے بھی پی لی گئی مغرب کی نماز کے بعد فوری طور پر حضرت شاہ صاحب سے ملنے کا طبیعت میں تقاضا تھا، شاہ صاحب کو بھی اطلاع کردی گئی تھی کہ ہم مغرب بعد آرہے ہیں وہ ہمارے انتظار میں تھے، چنانچہ میں حضرت مولانا نعیم الدین اور عزیزم مولانا عابد سلمہٗ کی معیت میں شاہ صاحب کی زیارت کیلئے ان کی قیامگاہ پر حاضر ہوا، حضرت شاہ صاحب بڑے تپاک سے ملے اور جبتک میں ان کے پاس رہا باربار اپنی خوشی کا اظہار کرتے رہے، مجھے کرسی سے زیادہ زمین پر بیٹھنے میں آرام ملتاہے، چنانچہ جب میں زمین پر شاہ صاحب کی پلنگ کے پاس بیٹھا تو شاہ صاحب بھی پلنگ سے اترنے لگے، مجبوراً مجھے ان کی پلنگ ہی پر ان کے ساتھ بیٹھنا پڑا، تھوڑی دیر کی اس مجلس میں طبیعت باغ وبہار ہوگئی، سفر کی تکان جاتی رہی، چہرہ ہشاش بشاش ہوگیا، میرے پہنچنے کے بعد شاہ صاحب کلیۃً میرے ہی طرف متوجہ تھے جب کہ اس مجلس میں اور بھی بہت سے لوگ موجود تھے اس لئے میں نے زیادہ دیر تک یہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا، اور میں نے مولانا نعیم صاحب کو اشارہ کیا اور شاہ صاحب سے رخصت لے کر اور سلام ومصافحہ کرکے ہم وہاں سے

اٹھ گئے، میں نے اٹھتے اٹھتے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت گزشتہ سفر میں لاہور کے قیام کے دوران میں صبح کا ناشتہ آپ کے ساتھ کیا کرتا تھا، اس دفعہ بھی میرا یہی معمول ہوگا میں لاہور میں جب بھی رہوں گا صبح کا ناشتہ آپ کے ساتھ ہی کروں گا، میری اس بے تکلفی سے شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا ضرور ضرور میں آپ کا انتظار کیا کروں گا۔ چنانچہ قیام لاہور کے درمیان یہی معمول رہا، فجر بعد میں شاہ صاحب کے ساتھ چائے اور مختصر سا ناشتہ کرتا تھا اور پھر آٹھ نو بجے کے قریب عزیزم مولانا عابد سلمہ اپنے ذوق کے ناشتہ کا نظم کرتے تھے جس میں عام طور پر مولانا نعیم الدین صاحب اور بعض دوسرے احباب بھی شریک ہوتے تھے۔

قاری تقی الاسلام صاحب سے ملاقات

سال گزشتہ میں جب رمضان شریف میں عمرہ کیلئے گیا تھا تو مکہ مکرمہ میں جہاں میرا قیام ہوتا ہے یعنی باب عمرہ کے قریب حی الشامیہ میں دار ابرار نام کی جو عمارت ہے جس کے منتظم حضرت مولانا قاری خلیق اللہ صاحب بستوی دام مجدہٗ ہوتے ہیں اس عمارت میں پاکستان لاہور کے ایک بزرگ اسی کمرہ میں جس میں میرا قیام طے تھا پہلے سے تشریف فرما تھے، حضرت قاری صاحب نے ان کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے استاذ حضرت قاری تقی الاسلام صاحب ہیں جو عرصہ دراز تک مکہ مکرمہ اور ریاض میں بحیثیت قاری قرآن پاک کی تعلیم و تحفیظ کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں، اب آپ لاہور میں ہوتے ہیں اور اس سال عمرہ کی ادائیگی کیلئے لاہور سے تشریف لائے ہیں، اور آپ کا نام قاری تقی الاسلام ہے۔ حضرت قاری تقی الاسلام صاحب مجھے میری کتابوں کے ذریعہ سے غائبانہ واقف تھے، اور جب میری اس دیار پاک میں ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ بہت خوشی محسوس کر رہے ہیں، قاری صاحب بڑی عمر کے بزرگ ہیں، اسی عمارت میں میرا اور ان کا ساتھ کئی روز رہا، اور ان سے بڑی مناسبت ہوگئی تھی، ہندوستان واپس ہونے پر ان سے کئی دفعہ فون پر رابطہ رہا، میں نے ان کو بھی اپنے پاکستان آنے کی اطلاع کر دی تھی، جب میں شاہ صاحب کے پاس پہونچا تو حضرت قاری صاحب پہلے سے

موجود تھے اور میرا انتظار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر لپکے اور گلے سے لگا لیا، ان سے مل کر مجھے بھی بڑی خوشی محسوس ہوئی، حضرت قاری صاحب کی بزرگانہ ادائیں بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں چہرہ ہر وقت متبسم رہتا ہے، اکابر دیوبند کے عاشق اور سلفیت کے فتنہ سے خوب آگاہ ہیں اور ردِ غیر مقلدیت میں اللہ نے جو مجھ سے تھوڑا بہت کام لیا ہے اس کے بڑے قدرداں ہیں جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء ومحبت لہ۔ جب میں حضرت شاہ صاحب کی خدمت سے اٹھ کر کے باہر آیا تو یہ بھی میرے ساتھ باہر نکلے، اور ضیافت کے سلسلہ میں حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقولہ یاد دلا کر کے کرم نوازی فرمائی اور دعائیں دیتے ہوئے مجھ سے رخصت ہوئے۔

اگر انسان کی بدن میں سعید روح ہو اور اسے بزرگوں کی صحبت نصیب ہو جائے تو وہ کندن ہو جاتا ہے۔ حضرت قاری صاحب بھی بزرگوں سے ربط و تعلق رکھتے ہیں، میں نے دیکھا کہ قاری صاحب خود معمر ہونے کے باوجود حضرت شاہ تفضیل الحسینی دام مجدہ کی خدمت میں بڑے باادب بیٹھتے ہیں، اور تواضع و انکساری کا پیکر تو وہ مجھے مکہ مکرمہ ہی میں محسوس ہونے لگے تھے، ہم جیسے خوردوں کے ساتھ ان کا معاملہ جس شفقت و محبت اور بے تکلفی کا تھا وہ اپنے گذشتہ اکابر و بزرگوں کی یاد دلاتی رہی۔

مولانا رشید میاں صاحب سے ملاقات

حضرت شاہ صاحب کے پاس سے جب ہم اٹھے تو ابھی عشاء کی نماز میں کافی وقت تھا، اس وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ حضرت مولانا رشید میاں صاحب سے بھی ملاقات کر لی جائے (۱) اس سے پہلے والے سفر میں میرا قیام جامعہ مدنیہ ہی میں تھا جس کے مدیر و منتظم

---

(۱) مولانا رشید میاں صاحب ہندوستان کے مشہور عالم و مورخ جمعیۃ علماء ہند کے سابق ناظم و ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب کے پوتے ہیں، حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب کے ایک صاحبزادہ حضرت مولانا حامد میاں صاحب تھے جو مولانا ساجد میاں صاحب جو ہندوستان

حضرت رشید میاں صاحب ہیں اور ان سے اچھا خاصہ تعارف تھا، چنانچہ جامعہ مدنیہ میں ہم ان سے جا کر ملے۔ انھوں نے ہی یہ بتلایا کہ تمہارے پاکستان سفر کا ویزا ملنے سے پہلے مجھ سے بھی تمہارے بارے میں تحقیق کی گئی تھی کہ کیا آپ محمد ابو بکر غازی پوری سے واقف ہیں؟ اور میں نے حکومت کے ذمہ داروں کو بتلا دیا تھا کہ وہ ہم لوگوں سے تعلق رکھنے والے اپنے ہی آدمی ہیں، میں نے اس پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ تھوڑی دیر ان کی صحبت میں گذار کر ہم دوسری ملاقات کا وعدہ کر کے اپنی قیامگاہ صفہ اکاڈمی آگئے۔

صفہ اکاڈمی آئے تو یہاں دور دراز کے مقامات سے آئے ہوئے کئی حضرات تھے جو میری ملاقات کی خاطر طویل سفر کی زحمت برداشت کر کے آئے تھے۔ انھیں میں میرے کرم فرما جامعہ سراج العلوم لودھران کے مدرس حضرت مولانا ابو محمد ایاز ملکانوی بھی تھے۔ جو لودھران سے اپنے بعض رفقاء کے ساتھ آئے تھے، لودھران اور لاہور کے درمیان ایک طویل مسافت ہے بس سے تقریباً چھ سات گھنٹہ کا سفر ہے، مگر حضرت مولانا اور ان کے رفقاء نے اپنی محبت کو میرے دل پر نقش کا مجر کرنے کیلئے اتنی طویل مسافت کے سفر کی زحمت برداشت کی تھی فجزاھم اللہ خیرًا۔ یہ حضرات اسی روز رات میں واپس ہو گئے، ان حضرات

باقی ص۳۲ پر

میں سعودی سفارت خانہ میں عرصہ دراز سے بڑے اونچے عہدہ کے ملازم ہیں، کے بڑے بھائی تھے اور حضرت مدنی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے، رشید میاں صاحب انھیں کے بڑے صاحبزادہ ہیں جنھوں نے حضرت مولانا محمد سید میاں صاحب کو دیکھا ہے اگر وہ حضرت رشید میاں صاحب کو دیکھیں گے تو وہ اپنے دادا کا پورا چربہ نظر آئیں گے وہی سادگی اور متانت دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے بات کرنے کا انداز اور متواضعانہ ادا جو حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں تھی، اس کا پرتو، حضرت رشید میاں صاحب کی ذات گرامی ہے پاکستان میں جمعیۃ علماء اسلام کے اہم رکن سمجھے جاتے ہیں۔ لاہور میں جامعہ مدنیہ آپکے والد ہی حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب کا قائم کردہ ادارہ ہے جو لاہور کی بڑی علمی درسگاہ میں شمار ہوتا ہے، جامعہ مدنیہ کا جائے وقوع حضرت شاہ جمال صاحب کے گھر سے متصل ہی ہے۔ صرف ایک سڑک کا فاصلہ ہے۔

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا اردو ماہی
دینی وعلمی مجلہ
زمزم
جلد
شمارہ
ذیقعدہ ، ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ
مدیر مسؤل ومدیر التحریر
محمد ابوبکر غازی پوری
سالانہ چندہ ——— ۷۰/ روپے
پاکستان اور بنگلادیش کے علاوہ غیر ممالک دس ڈالر امریکی
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازی پور۔ یوپی
پن کوڈ۔ 233001
موبائل نمبر 9453497685

فہرست مضامین

اداریہ

سلفیت کی پسپائی

الحمدللہ مکتبہ اثریہ کی کتابوں اور زمزم نے سلفیت کے ابھرتے ہوئے فتنہ پر زبردست ضرب لگائی ہے، اور برصغیر میں یہ فتنہ اپنی شدت کھو چکا ہے، مگر فتنہ بہر حال فتنہ ہوتا ہے، اسلئے اس کی طرف سے تغافل برتنا قطعاً درست نہیں ہوگا، اسی لئے زمزم کا بھی سفر جاری ہے اور مکتبہ اثریہ اپنی نئی تالیفات کے ذریعہ بھی اس فتنہ کے تعاقب میں لگا ہوا ہے، ادارہ سے شائع ہونے والے تین رسالے عربی و اُردو "کیا ابن تیمیہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں"، اور الشجرة الطيبة اور هل الشيخ ابن تيمية من اهل السنة والجماعة کا برصغیر کے علاوہ سعودیہ عربیہ میں بھی زبردست اثر دیکھنے میں ملا۔ سعودیہ کے بڑے بڑے سلفی جغادریوں کا حال برا نظر آتا ہے، اب کی دفعہ رمضان شریف میں جب عمرہ کے لئے گیا تو یہ تماشا دیکھا۔ ضرورت ہے کہ باشعور لوگ ان نئے رسالوں کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیں، مکتبہ اثریہ سے یہ رسالے اصل قیمت پر دیئے جائیں گے اسی طرح ضرورت ہے کہ مکتبہ کی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے، ایسے لوگوں کو مکتبہ بہت رعایتی قیمت پر کتابیں مہیا کرائے گا۔

بحمدہ تعالیٰ مکتبہ کی یہ کتابیں یورپ کے ممالک میں بھی پہونچ چکی ہیں، اور وہاں بسنے والے مسلمان جو سلفیت کے فتنہ سے پریشان تھے انھوں نے ان کتابوں سے بہت فائدہ اٹھایا۔

سلفیوں کی پسپائی کا عالم یہ ہے کہ ان کے علماء، مکتبہ اثریہ سے شائع ہونے والی کتابوں کا رد لکھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس میں بری طرح ناکام ہیں، تو یہ مساکین گالی گلوج سے کام لیتے ہیں، اور یہی علامت ہے کہ سلفیت برصغیر میں شکست سے دوچار ہے۔ مثلاً ابھی حال میں ایک کتاب، صحابہ کرام کے بارے میں جماعت اہلحدیث کا صحیح نقطۂ نظر دیکھنے کو ملی، اس کے گمنام مصنف ہیں، عبدالواحد انور یوسفی۔ اس کتاب میں میرے رسالہ صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر، کا جواب دیا گیا ہے، جواب کیا ہے، بس سمجھ لو کہ گالی نامہ ہے، اور جن باتوں کو رسالہ میں غیر مقلدین کیلئے ثابت کیا گیا ہے، مصنف نے انھیں باتوں کو اور مستحکم کیا ہے، مگر اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھ نہیں پایا ہے۔ مثلاً اس رسالہ میں طریق محمدی کی ایک عبارت نقل کی گئی تھی کہ محمد جوناگڈھی نے اس عبارت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سخت توہین کی ہے۔ تو صاحب کتاب کہتا ہے طریق محمدی میں جو کچھ لکھا ہے اس کے دلائل بھی اسی جگہ موجود ہیں، جن کو غازی پوری نے ذکر نہیں کیا، اب ذرا کوئی اس قابل مصنف سے پوچھے کہ اس کی اس بات سے غازی پوری کا اعتراض اور مستحکم ہوا یا اس کا رد ہوا۔ اسی طرح کی احمقانہ باتوں سے پوری کتاب بھری ہے، اور مصنف رسالہ یعنی غازی پوری کے حق میں تو گالیوں کا آبشار صاحب کتاب نے ہر صفحہ میں بہایا ہے، اور اس کے مقدمہ نگار کے سفلہ پن کا حال یہ ہے کہ بلا کسی تقریب کے اکابر احناف کو اپنی بد زبانیوں سے اس نے خوب نوازا ہے، مثلاً حضرت علی میاں ندوی کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے دین کے نام پر ہمیشہ سیاست کاری کی ہے۔ کب وہ صاحب موقف رہے اور ہندوستان کے مایہ ناز محدث حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے، ماضی قریب میں استہزائی اسلوب کو مئو کے مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے زیادہ پروان چڑھایا اور اپنے حلقۂ ارادت میں اسے خاص طور پر رواج دیا جب کہ وہ خود اپنی شکل و صورت اور سیرت و کردار کے اعتبار سے ہمیشہ لوگوں کیلئے ایک ایسا کردار بن سکتے تھے جن کا ہر وقت استہزاء ہوتا رہے، لیکن استہزائی

اسلوب میں وہ سطحیت کی اس حد تک پہونچ گئے تھے جہاں آدمی استہزار کا فن کار بنجاتا ہے، اسے قطعاً اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ خود چھلنی ہے جس کے سو چھید ہیں۔

پھر مقدمہ نگار حضرت فدائے ملت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر جس انداز میں برسا ہے اس کا نقل کرنا بھی میرے لئے مشکل ہے۔ بالکل بریلوی مولوی حشمت علی والا انداز۔

جب آدمی دلائل سے عاجز ہو کر گالیوں پر آئے تو یہ دلیل ہے کہ وہ شخص شکست خوردہ ہے اور علم کا میدان اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔

بعض حضرات دیکھتے ہیں کہ چند لفنگے قسم کے لوگ جن کے پیچھے اطماع و اغراض کا شیطانی لشکر لگا رہتا ہے، ننگے سر نماز پڑھنے لگے، سینہ پر ہاتھ باندھ لیا، زور سے آمین کہنے لگے اور نماز میں ٹانگیں چوڑی کر لی، تو سمجھتے ہیں کہ غیر مقلدیت کی دعوت پھیل رہی ہے۔ اور سلفیت کی زندگی میں بہار آرہی ہے، حالانکہ یہ دلیل ہے کہ سلفیت کا پودا کمزور ہو چکا ہے، اصحاب صلاح و تقویٰ پر سلفیوں کا جادو نہیں چلتا تو وہ بازاری قسم کے لوگوں کو اپنا شکار بناتے ہیں، اور اللہ والوں کے دشمن بن جاتے ہیں۔

جی ہاں سلفیت علم کے میدان میں شکست کھا چکی ہے اور اس کا پودا کمزور ہو چکا ہے مگر جیسا کہ عرض کیا گیا۔ بہر حال اس فتنہ سے ہمیں چوکنا رہنا ہے، اور اپنی دعوتی و دینی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے۔ و نسأل اللہ التوفیق الدائم - وھو المستعان۔

الحمد للہ۔ زمزم نے اپنے سفر کا دسواں سال اس شمارہ پر پورا کر لیا ہے، اس مدت میں کبھی کبھی ایسا محسوس ہوا کہ شاید اب زمزم کا کام ختم ہو چکا ہے، اور اسے باقی رہنے کی ضرورت نہیں ہے، مگر ہاتف غیبی نے پکارا، ابھی منزل مقصود دور ہے، سفر کا جاری رہنا ضروری ہے، اللہ کا شکر ہے۔ زمزم گرتے پڑتے اپنی جد و جہد میں مستمر ہے اب قارئین زمزم اور خریداران زمزم کی توجہ کی ضرورت ہے، تاکہ اہل حق کا یہ ترجمان

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص وہ ہیں کہ جن کو اللہ اپنے سایہ میں اس روز رکھے گا جس روز صرف اسی کا سایہ ہوگا، اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا، پہلا وہ شخص جو عدل کے ساتھ حکومت کرے دوسرا وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں لگ کر زندگی گذارے، تیسرا وہ آدمی جس کا دل مسجد سے نکلنے کے بعد بھی مسجد میں لگا رہے، چوتھے وہ دو آدمی جو اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت کریں، اللہ کی محبت میں ان کا اکٹھا ہوا اور جدا ہونا ہو، پانچواں اللہ کا وہ بندہ جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسو بہائیں، چھٹا وہ نیک بخت جس کو کسی حسین وجمیل عورت نے دعوتِ گناہ دی تو وہ یہ کہہ کر اس سے الگ ہو گیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ساتواں وہ آدمی جو اللہ کے راستہ میں اس طرح خرچ کرتا ہے کہ اسکے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چل پاتا کہ اسکے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

قیامت کا دن بڑا شدید دن ہوگا، ہر شخص کو نفسی نفسی پڑی ہوگی، اس شدید دن میں یہ سات آدمی ایسے ہیں جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے۔ (۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنے والا اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جس کے پاس فیصلہ جائے خواہ حکمراں ہو یا قاضی یا مفتی یا پنچایت کرنے والے لوگ، یا عدالت میں جج اور منصف جن کے پاس بھی دو آدمی کا فیصلہ جائے اس میں وہ انصاف کا پہلو مدنظر رکھے، کسی کی بیجا حمایت نہ ہو، اگر حکمراں

ہے اور ملک کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے تو اس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، تمام رعایا کے ساتھ انصاف کرنا، ان کے حقوق کو ادا کرنا، انکی ہر طرح خبر گیری رکھنا، ملک کی دولت کو ان کے مفاد میں خرچ کرنا، یہ عادل حکمراں کی ذمہ داری ہے، اور ایسے حکمراں کا اللہ کے یہاں بہت بڑا درجہ ہے۔

(۲) نوجوانی کا زمانہ خواہشات وجذبات میں بہنے کا زمانہ ہوتا ہے اگر اس وقت کوئی اپنا وقت اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں گذارے تو ایسا نوجوان اللہ کی خاص رحمت کا مستحق ہوگا۔

(۳) وہ آدمی جو مسجد سے باہر رہ کر بھی مسجد کا دھیان رکھے، اور اس کو خیال رہے کہ نماز باجماعت ادا کرنی ہے، ایسا شخص گویا مسجد ہی میں ہے اور اللہ کے حضور ہے، اس کا مقام بھی اللہ کے یہاں بہت بلند ہے۔

(۴) محبت اور دوستی، دشمنی اور عداوت کا معیار دین ہونا چاہئے، کسی سے محبت ہو تو اللہ کے لئے کہ اللہ اس سے راضی ہوگا، کسی سے عداوت ہو تو اللہ کیلئے یعنی عداوت کی بنیاد اپنی مصلحتیں نہ ہوں بلکہ اگر کسی سے دشمنی ہو تو اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ شخص اللہ کا نافرمان ہے، اس کے حکموں کو توڑنے والا ہے، شریعت سے بے تعلق ہے، بے نمازی ہے، گناہوں کی پرواہ نہیں کرتا، ان امور کی وجہ سے اگر کسی سے کنارہ کش ہو جایا جائے تو نہ یہ صرف جائز ہے بلکہ اس پر اللہ کی خاص رحمت نازل ہوگی اور قیامت کے دن وہ اللہ کے سایہ میں ہوگا۔ محبت کی بنیاد بھی اللہ کی ذات ہے کہ یہ شخص دیندار ہے، پرہیزگار ہے اللہ کا فرمانبردار ہے، اس کی صحبت سے دین حاصل ہوگا، اچھائیاں ملیں گی، برائی سے بچنا ہوگا، کسی سے محبت کی بنیاد محض دنیاوی اغراض اور مادی مصلحتیں نہ ہوں۔

(۵) اخلاص کی اللہ کے یہاں بڑی قدر ہے، آدمی تنہائی میں اللہ کو یاد کرے، اس کے سامنے روئے گڑگڑائے، ایسے آنسو کی اللہ کے یہاں بڑی قیمت ہے اور ایسے شخص کا رونا دھونا گڑگڑانا اور آہ وزاری کرنا ریا سے پاک ہوتا ہے، اور جو عمل ریا سے پاک ہو

وہی عمل عمل ہے اور ایسا شخص اللہ کے یہاں خاص اکرام کا مستحق ہوتا ہے۔

(۶) کسی کو حسین وجمیل عورت بلا رہی ہے، دعوتِ گناہ دے رہی ہے، کوئی رکاوٹ اور کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے، اپنی خواہش پوری کرنے کا پورا موقع ہے مگر اللہ کے ڈر سے وہ اس عورت کو منع کرا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ سے یہ گناہ کا کام نہیں ہو سکتا، میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، میں اللہ سے ڈرتا ہوں، ایسے پاکباز کا بھی اللہ کے یہاں بڑا درجہ ہے۔

(۷) اللہ کیلئے مال کا خرچ کرنا بڑے ثواب کا کام ہے، شرط یہ ہے کہ یہ مال خرچ کرنا پورے اخلاص کے ساتھ ہو نام آوری اور شہرت مقصود نہ ہو، اس طرح خرچ کرے کہ بایاں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ کتنا خرچ کیا اور کیا خرچ کیا، یعنی پورے اخفاء کے ساتھ خرچ کرے، تو ایسا صدقہ اللہ کو بہت پسند ہے اور ایسے خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمت سے نوازے گا۔

بقیہ " اداریہ " ۔

اپنا کام کرتا رہے، جن حضرات کے ذمہ زمزم کا بقایہ ہے، وہ اس کو روانہ کردیں کرم ہوگا۔

ضروری اعلان

زمزم کے خریدار اور قارئین حضرات زمزم کا یہ نیا موبائیل نمبر نوٹ کرلیں۔
اب اس نمبر پہ مدیر زمزم سے رابطہ ہو سکے گا۔

9453497685
9889572855

محمد ابوبکر غازیپوری

قسط ۱۱

مقام صحابہؓ کتاب و سنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی

صحابہ کرام اور علمائے امت

وعلماء السلف من السابقین ومن بعدھم من اھل التابعین اھل الخبر والاثر واھل الفقه والنظر لایذکرون الا بالجمیل ومن ذکرھم بسوءٍ فھو علی غیر السبیل۔

شرح العقیدۃ الطحاویہ میں ہے:
سابقین علمائے امت (یعنی صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین جو کتاب و سنت کے راوی ہیں اور اہل فقہ و قیاس ان کا ذکر ہمیشہ بھلائی سے کیا جائے گا ان کا تذکرہ جس نے برائی سے کیا وہ مسلمانوں کی راہ پر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
قال تعالیٰ ومن یشاقق الرسول ومن بعد ما تبین له الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولی ما تولیٰ ونصلبه جھنم وساءت مصیرًا۔ (ص ۲۱۸)

جس نے رسول کی مخالفت کی جب کہ اس کے سامنے ہدایت واضح بھی ہو چکی تھی اور اس نے مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ دوسری راہ اپنائی ہم اسکو اسکے عمل کا ذمہ دار بنادیں گے اور اسکو جہنم میں داخل کریں گے، اور جہنم برا ٹھکانہ ہے۔

اور اسی کتاب میں ایک جگہ ہے۔

ونحب اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ولا نفرط فی حب احدٍ منهم ونبغض من یبغضهم وبغیر الخیر یذکرهم ولا نذکرهم الا بخیر وحبهم دین وایمان واحسان وکفرهم کفر ونفاق وطغیان۔ (ص ۳۹۶)

ہم رسول کے اصحاب سے محبت رکھتے ہیں اور ان میں سے (شیعوں کی طرح) کسی کی محبت میں حد سے آگے نہیں بڑھتے اور ان میں سے کسی سے تبری اختیار نہیں کرتے اور ہم ان سے دشمنی رکھتے ہیں جو صحابہ سے دشمنی رکھے اور جو ان کا ذکر خیر سے نہ کرے صحابہ کی محبت دین و ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر و نفاق اور طغیان ہے۔

اور اسی کتاب میں ہے:

ومن اضل ممن یکون فی قلبه علی خیار المومنین وسادات اولیاء الله تعالیٰ بعد النبیین۔ (ص ۳۹۹)

یعنی اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جس کے دل میں ان لوگوں کے بارے میں جو نبیوں کے بعد خیار مومنین اور سادات اولیاء اللہ ہیں کوئی بات ہو۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

ان الله تعالیٰ نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد خیر قلوب العباد فاصطفاه لنفسه وابتعثه برسالته ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابه خیر

اللہ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سارے بندوں میں سب سے بہتر پایا سو اللہ نے ان کو اپنے لئے چن لیا اور رسالت سے سرفراز فرمایا۔ پھر اس نے آنحضورؐ کے بعد عام بندوں کے دلوں کو دیکھا تو آنحضور کے اصحاب کے قلوب

قلوب العباد فجعلهم وزراء نبيه يقاتلون على دينه۔

کو سب سے بہتر پایا تو اللہ نے ان کو اپنے نبی کا مددگار بنایا جو اس کے دین کی خاطر جہاد کرتے ہیں۔

فما رآه المسلمون فهو عند الله حسن وما رآه سيئا فهو عند الله سيئ (صـ ۳۹۹)

پس جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے یہاں بھی اچھی ہے اور جسے وہ بُرا سمجھیں وہ اللہ کے یہاں بھی بُری ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ امت میں رسول کے بعد صحابہ کرام سب سے پاکیزہ قلب تھے اور ان کو اللہ نے اپنے دین کی نصرت اور اپنے رسول کی حمایت کے لئے چنا تھا وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام معیار حق تھے، اگر وہ کسی شے کو اچھا سمجھ لیں تو وہ اللہ کے یہاں بھی حسن قرار پائی اور جس کو بُرا جانیں وہ اللہ کے یہاں بھی بُری ہوئی۔

صحابہ کرام کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ بھی ارشاد ہے۔

قال من كان مستنا فليستن بمن قد مات فانه لا يؤمن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا۔

آپ نے فرمایا تم میں سے جس کو کسی کی اقتدا کرنی ہو تو ان حضرات کی اقتدا کرے جو فوت ہو چکے ہیں کیونکہ زندہ آدمی فتنہ کے اندیشہ سے مامون نہیں، میری مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے ہے یہ حضرات ساری امت سے افضل تھے سب سے زیادہ پاک تھے علم میں سب سے گہرے اور سب سے کم تکلف تھے۔

واختارهم الله بصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوا على اثرهم

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت اپنے دین کی اقامت وحمایت کیلئے ان کو منتخب کیا لہٰذا ان کے فضل و کمال

وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرتھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم ۔ (مشکوٰۃ)

کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو جہاں تک ممکن ہو ان کی سیرت و اخلاق کو اپناؤ کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کو ایک جلیل القدر صحابیٔ رسول کی زبان سے جس نے خود ان کو دیکھا تھا اور جس کی زندگی اسی جماعت صحابہ کے ساتھ صبح و شام گذری تھی یہ تصویر ہے آج چودہ سو سال بعد صحابہ کرام کے اخلاق و کردار کو جو حضرات اپنی تحقیق کا نشانہ بنا رہے ہیں کاش وہ سوچتے کہ اس سلسلے میں تاریخی کذوبات سے فیصلہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے لئے متقدمین اسلاف کے معتبر بیان ہی سے روشنی حاصل کی جا سکتی ہے اور اسی روشنی میں صحابۂ کرام کو جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے ۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ صحابہ کرام کی حتیٰ کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی برائی بیان کرتے ہیں تو آپ نے ان کو جواب دیا ۔

وما تعجبون من ھذا انقطع عنھم العمل فاحب اللہ ان لا ینقطع عنھم الاجر (شرح العقیدۃ الطحاویہ ص۳۹۸)

اس پر تمہیں تعجب کیوں ؟ (ان کے دنیا سے چلے جانے کی وجہ سے) ان کا عمل منقطع ہو گیا تو اللہ نے چاہا کہ ان کا اجر منقطع نہ ہو ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ۔

ولا تسبوا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلمقام احدھم ساعۃ یعنی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر من عمل احدکم اربعین سنۃ (ایضاً ص۳۹۸)

تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو برا بھلا مت کہو ان میں سے کسی کا آنحضور کے ساتھ رہنا تمہارے چالیس سال کے عمل سے بہتر ہے ۔

ذرا اندازہ لگائیے صحابۂ کرام کے مقام بلند کا ، صحابیت کے شرف نے ان کے مقام کو کتنا بلند و بالا کر دیا تھا ۔

صحابۂ کرام کی منقصت بیان کرنیوالا زندیق ہے :- حضرت ابو زرعہ رازی

جو جلیل القدر محدث اور بڑے شان کے عالم تھے وہ فرماتے ہیں :

اذا رأیت الرجل ینقص احدًا	یعنی جب کسی کو دیکھو کہ وہ کسی بھی صحابیٔ رسولؐ
من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ	کی منقصت بیان کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ
علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق	زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ رسول حق ہے
وذالک ان الرسول حق والقرآن	قرآن حق ہے اور جو قرآن تعلیم و شریعت لیکر
حق وما جاء بہ حق ۔	آیا ہے وہ حق ہے ۔
وانما روی الینا ذالک کلہ الصحابہ	اور ان سب کو ہم تک پہونچانے والے صحابہ
وھؤلاء یریدون ان یجرحوا	ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے شاہدوں کو
شہودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ	مجروح کریں تاکہ اس طرح وہ کتاب وسنت کو
والجرح بھم اولیٰ وھم زنادقۃ ۔	باطل کریں یہی لوگ مجروح قرار پانے کے قابل
(الاصابہ ص۱۷)	ہیں، یہ زندیق ہیں ۔

واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی منقصت بیان کر کے اور ان کو مجروح قرار دیکر یہ ثابت کرنا بڑا مشکل ہو جائے گا ۔ کہ آپ جس دین کی پیروی کر رہے ہیں یہ دین برحق ہے اور یہ وہی دین ہے جس کی تعلیمات کا سرچشمہ اللہ اور اس کے رسول کی ذات ہے اس لئے کہ یہ بات قطعی ہے کہ دین امت کو صحابہ کرام ہی کے ذریعہ پہونچا ہے، ہمارے اور رسول کے درمیان صحابہ کی ذات ہی واسطہ ہے اور جب وہی مجروح اور ناقابلِ اعتماد قرار پائیں گے تو خود دین اور شریعت انھیں کے واسطہ سے اور اسی ناقابلِ اعتماد ذریعہ سے ہم کو ملی ہے وہ کہاں تک قابلِ اعتبار ہو سکتی ہے ۔

یہ اتنی واضح اور کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اسلئے صحابہ کرام کو مطعون کرنے کی کوشش حقیقت میں پورے دین کی عمارت کو متزلزل کرنے اور پوری شریعت کو باطل اور ناقابلِ اعتبار بنانے کی سعی نا روا ہے اور یہ اس آدمی کا کام نہیں ہو سکتا جس کو اللہ کے دین سے کچھ تعلق ہے اگرچہ وہ چیخ چیخ کر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر اپنے مسلمان ہونے

کا اعلان کیا کرے۔

منافق اخلاص کا مظاہرہ کرنے میں ماہر ہوتا ہے

اور حقیقت میں یہی نفاق کا ایک لازمہ ہے کہ ایک طرف منافق دین کی جڑ کاٹنے کی بھی کوشش کرتا ہے اور دوسری طرف اپنے اخلاص کا مظاہرہ بھی کرتا ہے اور بسا اوقات لوگ اس کے مظاہرۂ اخلاص سے ایسا متأثر ہوتے ہیں کہ دین کے خلاف اس کی سازشوں کو یا تو وہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتے ہیں یا اسے بڑی ہلکی نظر سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں دین کا کوئی خاص نقصان نہیں ہوگا۔

روح المعانی میں اس آیت کے تحت ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لکھا ہے۔

والجملۃ تقریر لما سبق من مهارتهم فی النفاق ای لا یقف علی سرائرهم المرکوزۃ فیهم الا من تخفی علیهم خافیۃ لما هم علیہ من شدۃ الاهتمام بابطال الکفر واظهار الاخلاص۔ (ص ۱۱ ج ۱۱)

یعنی یہ جملہ منافقین کی اسی مہارت فی النفاق کو ثابت کرنے کے لئے لایا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کے راز ہائے پوشیدہ کو وہی جانتا ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ منافقین بڑے اہتمام سے کفر کے ابطال اور اپنے اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

شرف صحابیت کے مقابلے میں کوئی عمل نہیں ہے

علمائے امت کا بالاتفاق فیصلہ ہے کہ صحابیت کا شرف وہ شرف ہے جس کے مقابلہ میں کوئی عمل نہیں ٹھہر سکتا، صحابہ کرام کے پاس اگر کوئی عمل نہ ہوتا اور دین کی راہ میں ان کی جانی اور مالی قربانیوں سے اسلام کی تاریخ اگر خالی ہوتی تو بھی یہی ایک شرف اور یہی ایک فضیلت ان کو ساری امت سے اعلیٰ واشرف بنانے کیلئے کافی تھی۔

تفسیر قرطبی میں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کے تحت لکھا ہے۔

ان من صحب النبی صلے اللہ علیہ وسلم وراٰہ مرۃ فی عمرہ افضل من یاتی بعدہ وان فضیلۃ الصحبۃ لایعدلہا عمل۔ (ص۱۷۱/۱۷)

یعنی جو آنحضورؐ کے ساتھ رہا اور اس نے اپنی زندگی میں ایک مرتبہ بھی آپ کو دیکھ لیا وہ بعد والوں سے افضل ہے اور صحابیت کے شرف کے برابر کوئی دوسرا عمل نہیں ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

واعلم ان سب الصحابۃ حرام من فواحش المحرمات سواء من لابس الفتنۃ منہم او غیرہ لانہم مجتہدون فی تلک الحروب متأولون کما اوضحنا فی فضائل الصحابۃ من ہذا الشرح۔

یعنی جانو کہ صحابہ کو بُرا بھلا کہنا بدترین محرمات میں سے ہے خواہ یہ بُرا بھلا کہنا ان کو ہو جو فتنوں شریک رہے یا ان کے علاوہ کو۔ اسلئے کہ ان حروب میں سب نے اجتہاد سے کام لیا تھا اور سب تاویل کرنے والے تھے جیسا کہ ہم نے فضائل صحابہ کے بیان میں اس کی وضاحت کی ہے۔

قال القاضی وسب احدہم من المعاصی الکبائر ومذہبنا ومذہب الجمہور انہ لایعزر ولا یقتل وقال بعض المالکیۃ یقتل۔

قاضی عیاض نے کہا کہ صحابہ کرام میں سے کسی کو برا بھلا کہنا یہ معصیت کبیرہ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اسے سزا دی جائیگی اور قتل نہیں کیا جائیگا۔

(مسلم شرح نووی ص۳۱۰/ج۲)

اور امام نووی اس حدیث کی شرح میں کہ تم میرے اصحاب کی بُرائی مت کرو اسلئے کہ تم میں کا کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا آدھے مد کو نہیں پہنچ سکتا۔ لکھتے ہیں۔

"اس کی تائید ہماری اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جس کو ہم نے فضائل صحابہ کے بیان میں جمہور سے نقل کر کے پیش کیا ہے یعنی صحابہ سب کے سب بعد

میں آنے والوں پر فضیلت رکھتے ہیں اور صحابہ کرام کے خرچ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ ان کا خرچ کرنا دوسروں کے برخلاف ضرورت اور تنگی کے وقت تھا نیز ان کا خرچ کرنا آنحضورؐ کی نصرت اور حمایت میں تھا اور یہ بات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد معدوم ہے اسی طرح ان کا جہاد کرنا اور اس کے علاوہ بقیہ دوسری طاعتیں آنحضورؐ کے عہد مبارک میں تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من اللہ۔ (الآیۃ)
اور ان سب کے علاوہ صحابہ میں جو شفقت و محبت، خشوع اور تواضع، ایثار اور اللہ کے راستہ میں پوری طرح جہاد کرنا۔ وغیرہ کی جو صفات تھیں ان سے دوسرے خالی ہیں۔

اور صرف صحابیت کا شرف اگرچہ ایک لمحہ کیلئے بھی یہ شرف حاصل ہوا ہو، یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے مقابلے میں کوئی دوسرا عمل نہیں ہے۔ اور اس کے مقام کو کسی عمل سے حاصل نہیں کیا جاسکتا اور فضائل کا تعلق قیاس سے نہیں، یہ محض اللہ کا فضل ہے جسے چاہتاہے دیتاہے۔ (ص۳۱۱ ج۲)

حضرت امام مالکؒ شاتم صحابہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

من شتم احداً من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر او عمر او عثمان او علیا او معاویۃ او عمرو بن العاص فان قال شا تمھم کانوا علی ضلال او کفر قتل وان شتم بغیر ھٰذا نکل نکالا شدیدًا۔ (شرح الشفا ص۵۵۵ ج۲)

جس نے اصحاب نبی میں سے کسی کو ابوبکر کو، عمر کو عثمان کو، علی کو، معاویہ کو، یا عمرو بن العاص کو برا بھلا کہا تو اگر اس نے یہ کہا یہ لوگ ضلال اور کفر پر تھے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کے علاوہ کوئی دوسری بات کہی تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

بقیہ ص۳۲ پر

محمد عبداللہ قاسمی غازی پوری

قسط ۷

بریلوی مذہب پر ایک نظر

خلافتِ راشدہ

اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا خلافتِ راشدہ کس کس کی خلافت تھی ؟

ارشاد ۔ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، مولیٰ علی، امام حسن، امیر معاویہ، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافتِ راشدہ تھی ۔ (ملفوظات ص ۱۰۷ ج ۳)

فائدہ :۔ بریلوی حضرات میں سے ایک بڑا طبقہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے وہ اعلحضرت کا یہ ارشاد سن لیں۔ کہ ان کی خلافت خلافتِ راشدہ تھی ۔

بانی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ حضرت سر سید احمد علیہ الرحمۃ کے بارے اعلحضرت کا ارشاد

عرض بعض علی گڈھی (یعنی سر سید احمد) کو سید صاحب کہتے ہیں ؟

اعلیٰ حضرت کا ارشاد ملاحظہ ہو ۔

وہ ایک خبیث مرتد تھا ۔ (ملفوظات ص ۱۷ ج ۳)

فائدہ :۔ ایک مسلمان کے بارے میں لب ولہجہ کا یہ طمطراق ملاحظہ فرمایئے ۔

اولیاء بھی مردہ زندہ کرتے ہیں

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا، اولیاء سے بھی احیاء موتیٰ کا ثبوت ہے، ارشاد ہوا، ہاں اور پھر حضرت سیدی احمد جام زندہ پیر کا قصہ سنایا کہ انھوں نے مردہ بھی زندہ کر دیا تھا۔

(ملفوظات ص ۱۶/۴۲)

فائدہ :- بریلوی حضرات کے خدا متعدد ہیں۔ مردہ کو زندہ کرنا صرف ہمارے نزدیک اللہ جل جلالہٗ کا کام ہے۔ دوسروں کیلئے اس طرح کی بات ثابت کرنا شرک ہے۔

بدعتیوں کی نماز جنازہ جائز نہیں

کوئی روایت ایسی بھی ثابت ہے کہ جس سے مبتدعین کی نماز جنازہ پڑھنی اور ان کے ساتھ نماز پڑھنی منع ہو؟ جواب دیا گیا۔

" بیشک بہت سی روایتیں ہیں، (فتاویٰ پر عقائد وہابیہ ص ۱۲)

فائدہ :- عموماً بریلوی حضرات شرک و بدعت میں مبتلا ہیں، اس فتویٰ کی رو سے ان کی نماز جنازہ یا ان کے ساتھ نماز پڑھنی ممنوع ہے۔

بدعتی اور فاسق کی امامت مکروہ ہے

سوال :- بدعتی اور فاسق کی امامت مکروہ و ممنوع ہے یا کیا؟

جواب :- مکروہ و ممنوع ہے۔ (ایضاً ص ۱۱)

فائدہ :- بریلوی فاسق و بدعتی ہیں اس فتویٰ کی رو سے ان کی امامت مکروہ و ممنوع ہے۔

بدعتی کی تعظیم حرام ہے

سوال :- امام بنا دینا تعظیم ہے یا نہیں اور مبتدع کی دینی تعظیم حرام ہے یا کیا؟

جواب :۔ امام بنا دینا بیشک دینی تعظیم ہے اور مبتدع کی دینی تعظیم حرام ہے۔
(ایضاً ص۶)

فائدہ :۔ معلوم ہو چکا ہے کہ بریلوی حضرات عام طور پر مبتلائے شرک و بدعت ہیں اسلئے اس فتویٰ کی رو سے بریلویوں میں سے کسی کا امام بنانا اس کی تعظیم کرنا حرام ہے۔

بریلوی مستقل ایک فرقہ ہیں

سوال :۔ مسجد جو اہلسنت بنائیں وہ خاص اپنے فرقہ کے لئے بناتے ہیں یا عام کلمہ گو کے واسطے؟

جواب :۔ خاص اہل سنت کے لئے (ایضاً ص۱۲)

فائدہ :۔ اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی حضرات عام کلمہ گو کی فہرست سے خارج ہیں اور وہ مستقل ایک فرقہ ہیں۔

بدعتی کے ساتھ شادی بیاہ، اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں

سوال :۔ مبتدعین کے ساتھ میل جول کرنے سے منع ہونے کے دلائل از روئے شرع ہیں؟

جواب :۔ فتاویٰ حرمین شریفین میں بہت سے احادیث و اقوال سے ثابت ہے کہ اہل بدع کے ساتھ نہ مجالست کرنی چاہیئے اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے اور نہ ان کو سلام کرنا چاہیئے اور نہ ان کے ساتھ شادی و نکاح کرنا چاہیئے۔ (ایضاً ص۱۳)

فائدہ :۔ اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ بریلوی حضرات سے نہ سلام کرنا چاہیئے نہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چاہیئے اور نہ شادی بیاہ کرنا چاہیئے اس لئے کہ بریلوی عام طور پر مبتلائے شرک و بدعت ہیں۔

بریلوی حضرات کے یہاں کسی مجتہد کی بات کو رسول کے فرمان سے مقدم سمجھنا جائز ہے

منشی لعل محمد خاں صاحب سے سوال ہوا کہ غیر مقلدین سے اصل نزاع کس بات میں ہے

انھوں نے جواب دیا کہ وہ مقلدین کو مشرک کہتے ہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان میں یہ عبارت موجود ہے۔

جو کوئی شخص کسی امام یا مجتہد کی بات کو رسولؐ کے فرمانے سے مقدم سمجھے حدیث کے مقابلہ میں قول کی سند پکڑے تو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔

(فتاویٰ برعقائد وہابیہ ص۲)

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ صاحب تقویۃ الایمان حضرت مولانا سید اسمٰعیل شہید کا یہ کہنا غلط ہے اور بریلوی حضرات کے یہاں یہ جائز ہے کہ کسی مجتہد یا امام کی بات کو رسول کے فرمان سے مقدم سمجھے، جی ہاں عاشق رسول ایسے ہی ہوتے ہیں۔

بیماری سے شفا دینا حاجتیں پوری کرنا بلائیں ٹالنا یہ صرف اللہ کا کام نہیں ہے

یہی منشی لعل محمد خان لکھتے ہیں؛

اور نیز وجہ مخالفت اہل سنت والجماعت کی غیر مقلدین سے یہ بھی ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں جو کوئی شخص روزی کشائش کرے یا تنگی کرے یا بیمار کرے یا تندرست کر دے اور حاجتیں برلائے، بلائیں ٹالے، مشکل میں دستگیری کرے سوائے اللہ کے گو باذن الٰہی ہو ایسا اعتقاد رکھنے والا مشرک ہے۔ (ایضاً

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی حضرات کے یہاں ان سب کا مالک اللہ کے علاوہ دوسرا بھی ہے اور بریلوی اس کو شرک نہیں سمجھتے ہیں حالانکہ یہ عقیدہ خالص شرک ہے۔

پیغمبر کو سجدہ جائز ہے

یہی منشی لعل محمد خاں صاحب اسی سوال کے ضمن کے لکھتے ہیں اور نیز تقویۃ الایمان میں ہے کہ جو کوئی کسی پیغمبر کو سجدہ کرے اس پر شرک ثابت ہے یا یوں سمجھے کہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ہے۔ (ص۲)

فائدہ :۔ اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی حضرات کو اسمٰعیل شہید علیہ الرحمہ کی اس بات سے اختلاف ہے اور ان کے یہاں پیغمبر کو سجدہ کرنا جائز ہے، شاید منشی جی کو معلوم نہیں کہ ان کے اعلیٰ حضرت بھی غیر اللہ کو سجدہ حرام قرار دیتے ہیں۔

احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

" احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔ شرح شریف میں ہے " (ادعاتہ التاویل فی لفظ صراح لایقبل صریح لفظوں میں تاویل کا دعویٰ نہیں سنا جاتا۔ تمہید ایمان ص۳۲)

فائدہ :۔ حالانکہ بریلوی حضرات قرآن کے صریح الفاظ میں خوب تاویل کرتے ہیں اور خود اعلیٰ حضرت نے اس فعل حرام کا خوب ارتکاب کیا ہے۔ قرآن میں آنحضور کو بشر مثلکم فرمایا گیا مگر یہ حضرات آنحضور کو بشر نہیں مانتے یا پھر تاویل کرتے ہیں کہ آپ صورۃً بشر تھے حقیقتاً بشر نہیں تھے۔ قرآن میں صرف اللہ کو عالم الغیب کیا گیا ہے مگر یہ حضرات رسول اور رسول کے علاوہ دوسروں کو بھی عالم الغیب کہتے ہیں اور اس کی طرح طرح کی تاویل کرتے ہیں، قرآن میں صاف فرمایا گیا ہے کہ نفع نقصان کا صرف اللہ مالک ہے بلائیں وہی ٹالتا ہے، مصیبت وہی دفع کرتا ہے روزی وہی گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ لیکن بریلوی حضرات اس کو نہیں مانتے اور اللہ کے علاوہ دوسروں کے بارے میں بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ان چیزوں کا مالک ہے اور ہر طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر جگہ حاضر و ناظر اللہ ہے، مگر بریلوی حضرات اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں اور ہر طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں۔

ترجمہ قرآن میں تحریف کی عجیب مثال

مولانا احمد رضا خاں صاحب انا ارسلنٰک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا۔

کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سنا تا کہ جو تمہاری تعظیم کرے اسے فضل عظیم کی بشارت دو اور جو معاذاللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذاب الیم کا ڈر سناؤ۔

فائدہ :- خط کشیدہ الفاظ خاں صاحب نے اپنی طرف سے بڑھا کر انکو قرآن کی طرف منسوب کر دیا ہے کوئی اسے تفسیر نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ وہ اس کی تفسیر یہاں سے شروع کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"اور جب وہ شاہد وگواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال واقوال و اعمال واحوال ان کے سامنے ہوں" (ایضاً)

احمد رضا خاں صاحب نے یہ عجیب نکتہ پیدا کیا ہے کہ شاہد کیلئے مشاہدہ ضروری ہے اور جو شاہد ہوگا اس کے سامنے امت کے سارے اقوال واعمال و احوال کا سامنے ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر واقعۃً خاں صاحب کی یہ بات صحیح ہے تو ساری امت کے اندر یہ صفت ہونی چاہئے اس لئے کہ قرآن نے فرمایا وجعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ہم نے تم لوگوں کو درمیانی صفت کی امت بنائی تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔

تمام لوگ عبدالمصطفٰی ہیں

صوفی اللہ دتہ لکھتے ہیں :

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور دیگر اولیاء کرام بھی عبدالمصطفٰی ہیں سوائے منافقوں اور مشرکوں کے۔ (تنویر الخواطر ص ۱۵۶)

فائدہ :- ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ سب انسان اللہ کے بندے ہیں مگر معلوم ہوا کہ یہ بات غلط ہے بریلوی حضرات کے یہاں تو منافق اور مشرک اللہ کے بندے ہیں اور پیغمبر صحابہ اور اولیاء اللہ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے ہیں۔ یہ ہے بریلوی شریعت۔

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

اعیانُ العباد
یعنی
اللہ والے

غیر مقلدین اور سلفیوں کی جماعت نے عوام میں یہ زہر پھیلانا شروع کر دیا ہے کہ ذکر و اذکار اور عبادت کی کثرت بدعت اور غیر مشروع عمل ہے، مثلاً اگر کوئی پوری رات اللہ کی یاد میں جاگے یا ایک رات میں پورا قرآن پڑھے یا اللہ اللہ کہنے کو ہر وقت اپنا وظیفہ بنائے یا ایک رات میں یا ایک دن میں کئی سو رکعتیں نوافل کی پڑھے، یا عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرے، تو ان عبادتوں کو سلفیت زدہ طبقہ ناجائز اور حرام بتلاتا ہے، ہم نے اس بارے میں اسلاف کے جو حالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ اگر سلفیوں کی اس بات کو صحیح مان لیا جائے تو اسلاف کرام اور صحابہ عظام کی ایک بہت بڑی جماعت بدعتی اور گمراہ قرار پائے گی، یہ اسلاف کرام وہ ہیں جن کی جانی و مالی قربانیوں سے اسلام زندہ و جاوید بنا ہوا ہے، اور جن کی علمی تحقیق و جستجو نے شریعتِ اسلامیہ کے اسرار و حقائق کھولے ہیں، جن کی زندگی ہر دور میں مسلمانوں کے لئے قندیل فروزاں رہی ہے جن کے تقویٰ و طہارت پر فرشتوں نے سر جھکایا ہے، جن کی پاکیزہ زندگی کا ہر نقش امت مسلمہ کے لئے اسوہ بنا رہا ہے، جن کی زندگی کا ہر لمحہ خدا کے دین کی خدمت اور ربانی تعلیمات و ہدایات کی ترویج و اشاعت میں گذرا ہے، جنھوں نے اللہ کے دین کی

دعوت کو عام کیا ہے، دین و شریعت کے لئے جن کا اخلاص ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے جن کی زندگی کی ہر ساعت خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گذری ہے ایسے اللہ کے برگزیدہ بندوں پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ وہ معاذ اللہ شریعت سے جاہل تھے، حلال و حرام کی تمیز سے ناواقف تھے، کتاب و سنت کے احکام سے نابلد تھے ان کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اللہ کی عبادت کس طرح کرنی چاہئے اور کس عبادت سے اللہ راضی ہوتا ہے اور کس عبادت سے وہ ناراض ہوتا ہے۔

زیر نظر مضمون میں ہم صرف ایک کتاب حافظ ذہبی کی سیر اعلام النبلاء سے کچھ ایسے اللہ والوں کا ذکر کرتے ہیں جن کی پاک زندگی کے زمین و آسمان گواہ ہیں۔

امید ہے کہ اس مضمون سے غیر مقلدوں اور سلفیوں کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا ازالہ ہوگا، اور اللہ والوں کے بارے میں ان سلفیوں کی دشمنی آشکارا ہوگی، اور یہ معلوم ہوگا کہ سلفیت نام کا جو طبقہ ہے اس کا مبلغ علم کتنا اور کیسا ہے، یہ مضمون طویل ہوگا اس لئے اس کو متعدد قسطوں میں شائع کیا جائے گا۔ واللہ ھو حسبی ونعم الوکیل۔

ضروری تنبیہ:- ہم نے اس مضمون کو تابعین کے تذکرہ سے شروع کیا ہے اور پھر بعد کے کچھ دور کے اللہ والوں میں سے کچھ کا تذکرہ کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی عبادتوں کا تذکرہ قصداً نہیں کیا ہے۔ انشاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا ذکر اس مضمون کا مسک الختام ہوگا۔

محمد ابوبکر غازی پوری

مسروق بن الاجدع الکوفی الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

مسروق بن الاجدع الکوفی الہمدانی مشہور تابعی و فقیہ ہیں، بچپن میں ان کو چرا لیا گیا تھا اس وجہ سے ان کا لقب مسروق یعنی چرایا ہوا پڑ گیا۔ ان کا شمار کبار فقہاء میں ہوتا ہے۔ بڑے بڑے صحابہ کرام سے علم حدیث و فقہ حاصل کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کو خصوصی تعلق تھا، حضرت عائشہ نے ان کو اپنی گود میں لیا تھا، اس وجہ سے

ان کا بچپنا حضرت عائشہ کی دیکھ ریکھ میں گزرا، حضرت عائشہ کے یہ ایسے محبوب تھے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں، اے مسروق تم میری اولاد ہو اور تم مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔

جن صحابہ کرام سے حضرت مسروق نے علم حاصل کیا ان میں چند کے نام یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عثمان حضرت معاذ بن جبل، حضرت عائشہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ام رومان رضی اللہ عنہم۔

حضرت مسروق کے شاگردوں میں کبار تابعین ہیں، جن میں سے بعض کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

امام شعبی، امام نخعی، حضرت عبداللہ بن مرہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود، امام مکحول ان کے علاوہ اور بہت سے لوگ ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت مسروق حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے، حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ میرا نام مسروق بن الاجدع ہے، تو حضرت عمر نے فرمایا کہ "اجدع" شیطان کو کہا جاتا ہے تمہارا نام مسروق بن عبدالرحمٰن ہوگا، اور پھر خلیفہ کے دیوان میں ان کا یہی نام لکھا گیا۔

حضرت مسروق نے طلب علم میں بہت سفر کیا تھا اور جہاں جہاں سے ممکن ہوسکا دبستانِ علم سے خوشہ چینی کی۔

عبیداللہ بن زیاد جب کوفہ کا حاکم بن کر آیا تو اس نے پوچھا کہ اس شہر میں سب سے زیادہ افضل علم والا کون ہے؟ تو لوگوں نے مسروق بن الاجدع کا نام لیا، ابن مدینی کہتے ہیں کہ میں مسروق پر کسی اور کو فضیلت نہیں دیتا، یہ وہ شخص ہیں جنھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

علم و فقہ میں حضرت مسروق کا جو مقام تھا وہ اپنی جگہ پر ہے، حضرت مسروق زہد و تقویٰ اور عبادت گذاری میں بھی بڑی امتیازی شان کے مالک تھے، دنیا سے بے رغبتی

کا حال یہ تھا کہ وہ عہدۂ قضا پر رہے مگر اس عہدہ سے ایک پیسہ بھی حاصل نہیں کیا، للّٰہ فی اللہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے، ایک دفعہ ان کو "سلسلہ" شہر کا حاکم بنا دیا گیا، جہاں دو سال تک وہ گورنری کے عہدہ پر رہے، دو سال کے بعد جب گھر لوٹے تو ان کے پاس صرف ایک کلہاڑی تھی، گھر والوں نے کہا کہ آپ دو سال گورنر رہنے کے بعد گھر واپس آرہے ہیں اور صرف ایک کلہاڑی لے کر آئے ہیں؟ تو حضرت مسروق نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کلہاڑی میری نہیں ہے، میں نے اس کو ایک آدمی سے عاریۃً لیا تھا اس کو واپس کرنا بھول گیا ہوں۔

حضرت مسروق فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی چیز کا مجھے افسوس ہوتا ہے تو صرف اس پر افسوس ہوتا ہے کہ ہم سے اللہ کے لئے سجدہ زیادہ نہ ہو سکا، اور فرماتے تھے کہ اگر اب کوئی خواہش ہے تو یہی ہے کہ اللہ کے سامنے جھک کر ہم اپنی پیشانی کو گرد آلود کریں۔

حضرت مسروق کی بیوی فرماتی ہیں کہ مسروق نماز میں اتنا طویل قیام کرتے تھے کہ ان کا قدم سوج جاتا تھا، اور بہت دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ ان کی حالت دیکھ کر اپنے پاس بیٹھ کر میں رو یا کرتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اپنی گود میں لیا تھا تو جب انکی اولاد میں بچی پیدا ہوئی تو حضرت عائشہ کے نام پر انھوں نے اپنی بچی کا نام بھی عائشہ رکھا تھا، اور اس نام کے احترام میں حضرت مسروق اس بچی سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، وہ جو کہتی اس کو کرتے، ایک دفعہ سخت گرمی میں یہ نفل روزہ رکھ رہے تھے ایک روز گرمی کی شدت کی وجہ سے ان کی حالت بہت غیر ہوگئی اور وہ بے ہوش ہوگئے تو ان کی بچی عائشہ نے کہا کہ اباجی روزہ توڑ دیں، تو انھوں نے اس سے پوچھا تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو، تو اس نے کہا کہ مجھے آپ پر رحم آرہا ہے، میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنے اوپر رحم کریں تو حضرت مسروق نے بچی کو جواب دیا کہ بیٹی میں نے آرام اور راحت کو اس دن کے لئے مؤخر کر دیا ہے، جب ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔

حضرت مسروق فرماتے تھے کہ آدمی کے علم کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کے حاصل ہونے کیلئے یہ بات کافی ہے کہ وہ اپنے عمل پر فخر کرے۔

نیز فرماتے تھے کہ مجھے حق کے ساتھ فیصلہ کرنا سال بھر جہاد میں رہنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۲۶/۶۵)

حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ

علاء بن زیاد ابن مطر بن شریح مشہور تابعی ہیں، حضرت عمران بن حصین حضرت عیاض بن حماد حضرت ابو ہریرہ وغیرہ سے حدیث روایت کی تھی۔ ان کے شاگردوں میں حضرت حسن بصری، اسید بن عبدالرحمٰن، قتادہ اسحٰق بن سوید وغیرہ ہیں۔

عبادت گذاری، تعلق باللہ، دنیا سے بے رغبتی اور کثرت رکوع وسجود میں بڑا اونچا درجہ رکھتے تھے، امام ذہبی فرماتے ہیں۔ کان ربانیا تقیا قانتا للہ بکاء من خشیۃ اللہ یعنی یہ بڑے اللہ والے اور بڑے متقی اور کثرت عبادت والے تھے، اللہ کی خشیت سے بہت زیادہ آنسو بہانے والے اور رونے والے تھے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ خشیت الٰہی سے اتنا روتے تھے کہ انکی آنکھ متاثر ہوگئی تھی۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب قرآن پڑھتے یا کسی سے بات کرتے تو چیخ چیخ کر رونے لگتے، ان کے والد کا بھی یہی حال تھا کہ وہ اتنا روتے تھے کہ ان کی بینائی ختم ہوگئی تھی۔

ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ حضرت علاء کی غذا، روزانہ صرف ایک روٹی ہوا کرتی تھی۔

اوفی بن دلہم کہتے ہیں کہ ان کے پاس غلام اور مال تھا لیکن انھوں نے غلاموں کو آزاد کردیا تھا، کچھ کو بیچ دیا تھا اور اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا تھا اور پھر بالکلیہ اللہ کی عبادت میں لگ گئے اور پھر اسی میں لگے رہے، لوگوں نے ان سے پوچھا

کہ آپ اس قدر عبادت کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں خود کو اللہ کے سامنے ذلیل رکھتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کھائے۔

لوگوں میں سے کسی نے خواب دیکھا کہ علاء اہل جنت میں سے ہیں تو اس خواب کو سن کر تین روز تک اس طرح روتے رہے کہ آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتا تھا، اور تین دن اس طرح گذرے کہ ایک لمحہ کیلئے سو نہیں سکے، لوگوں نے ان کی حالت دیکھ کر کہا کہ آپ کو جنت کی خوشخبری مل رہی ہے اور آپ نے اپنا حال یہ بنا رکھا ہے تو سن کر اور زیادہ رونے لگے۔

ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ حضرت علاء مسلسل روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ بدن پیلا پڑ جاتا تھا اور نماز میں اتنا طویل قیام کرتے تھے کہ گر جاتے تھے۔

حضرت علاء عموماً جمعہ کی رات جاگ کر گذارتے تھے، ایک جمعہ کو وہ سو گئے تو خواب میں آکر کسی نے ان کی پیشانی کا بال پکڑ کر اٹھایا اور کہا ابن زیاد اٹھو اللہ کو یاد کرو اللہ تم کو یاد کرے گا، انکی آنکھ کھل گئی اور ان کی پیشانی کا وہ بال جس کو خواب والے آدمی سے انھوں نے لیا تھا ان کے پاس مرنے کے وقت تک انکے پاس موجود رہا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۱۱۴)

حضرت سعید بن المسیب المخزومی رحمۃ اللہ علیہ

سعید بن المسیب بن حزن المخزومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلیل القدر عالم مدینہ تھے، ان کا شمار اونچے درجہ کے تابعین میں ہوتا ہے، اپنے زمانہ کے سید التابعین تھے، مدینہ پاک ان کے علم کے شہرہ سے گونجتا تھا۔ مدینہ پاک ہی میں ان کی ولادت ہوئی تھی اور اسی پاک سرزمین پر پلے بڑھے تھے، کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو یا چار سال بعد یہ پیدا ہوئے تھے، انھوں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تھا۔ البتہ ان سے کوئی حدیث سنی تھی یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت

عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اوران کے علاوہ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کرنے اوران سے روایت کرنے کا انکو شرف حاصل ہے۔

اہل علم کی بہت بڑی جماعت نے ان سے علم حدیث حاصل کیا، امام زہری، حضرت قتادہ عمرو بن دینار، یحییٰ بن سعید الانصاری وغیرہ ان کے شاگردوں میں ہیں، اس طبقہ سے اوپر کے طبقہ کی ایک بڑی تعداد نے بھی ان سے حدیث کا سماع کیا ہے، جن میں ادریس بن صبیح اسامہ بن زید اللیثی، اسماعیل بن امیہ، عبدالرحمٰن بن حرملہ، عطاء خراسانی عمرو بن دینار، میمون بن مہران وغیرہ کبار تابعین ہیں، ان کے دادا کا نام حزن تھا۔ حزن کے معنی عربی میں رنج وغم کے ہیں، ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا سے ان کا نام پوچھا تو انھوں نے بتلایا میرا نام "حزن" ہے، آپ نے فرمایا کہ حزن نہیں تم "سہل" ہو، تو انھوں نے کہا میرے باپ نے میرا جو نام رکھ دیا ہے میں اس کو بدلنے والا نہیں ہوں، سعید فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے جو نام نہیں بدلا تو اس کا اثر آج تک ہمارے خاندان میں ہے کہ رنج وغم میں یہ خاندان مبتلا رہتا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب مدینہ کے بڑے جلیل القدر مرتبہ کے عالم تھے، انکو علم کا شوق بے پایاں تھا، ایک ایک حدیث کے لئے راتوں اور دنوں کا سفر کیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان کے علم کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ قتادہ کہا کرتے تھے کہ میں نے سعید بن مسیب سے وسیع العلم عالم نہیں دیکھا، علی بن المدینی کہتے ہیں کہ تابعین میں ان سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا، امام مکحول ان کو "عالم العلماء" فرماتے تھے۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ پہونچا اور میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس شہر میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ تو لوگوں نے بتلایا کہ سعید بن مسیب، ان چند باتوں سے حضرت سعید کے علم وفقہ کے بارے میں جانا جا سکتا ہے کہ وہ کس پایہ کے عالم وفقیہ تھے۔

اللہ نے ان کو حافظہ بھی غضب کا دیا تھا، خود فرماتے ہیں کہ میرے کان میں جو بات بھی پڑگئی میرے دل نے اسکو محفوظ کر لیا۔

استغناء کا عالم یہ تھا کہ بیت المال میں ان کا تیس ہزار کا وظیفہ مقرر تھا، مگر کبھی اس کو لینے نہیں گئے۔

اللہ نے جہاں ابن مسیب کو علم ظاہر سے وافر حصہ دیا تھا اور ان کو فقہ و حدیث کا امام بنایا تھا وہیں ان کا مقام عبادت میں بھی بڑا اونچا تھا، خود فرماتے تھے کہ چالیس سال سے میری کوئی نماز با جماعت نہیں چھوٹی ہے، نیز فرمایا کرتے تھے کہ تیس سال کا عرصہ گزرا ہے کہ جب مؤذن نے نماز کیلئے آواز لگائی تو میں مسجد ہی میں تھا، یزید بن حازم کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ دنیا سعید بن مسیب کے نزدیک مکھی سے بھی زیادہ حقیر تھی۔

حضرت سعید بن مسیب نے تقریباً چالیس حج کئے تھے، سعید کو اللہ نے مستجاب الدعوات اور صاحب کرامت بنایا تھا، ایام حرہ میں جب مسجد نبوی میں کئی روز تک لوگوں کا آنا جانا بند تھا، تنہا سعید اس مسجد میں ہوتے اور مسجد ہی میں رات گذارتے تھے۔ طلحہ بن محمد بن سعید کہتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو سعید روضہ نبوی سے اذان کی آواز سنا کرتے تھے، ایک شخص تھا جو کہ حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت علی کو گالی دیا کرتا تھا سعید نے اس کو اس سے منع کیا مگر وہ باز نہیں آیا تو سعید نے بد دعا کی اس کے اثر سے اس کے بدن میں ایسا پھوڑا نکلا کہ اس کا سارا بدن کالا ہو گیا۔

حضرت سعید بن مسیب کو خواب کی تعبیر کا بھی علم خوب تھا، ان کے زمانہ میں خوابوں کی تعبیر بیان کرنے والا ان سے بڑا کوئی دوسرا عالم نہیں تھا۔

حبیب بن قلیع کہتے ہیں کہ میں سعید بن مسیب کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آکر ان سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے عبد الملک بن مروان کو پکڑ لیا ہے اور اسکو زمین پر لٹا دیا ہے اس کو پیٹ کے بل لٹا کر اس کی پیٹھ میں چار کھونٹے گاڑ دیئے ہیں۔

حضرت سعید نے یہ خواب سن کر فرمایا تم نے یہ خواب نہیں دیکھا یہ خواب کسی اور کا ہے، بڑی رد و کد کے بعد اس نے سچ کہا اور بتلایا کہ یہ خواب عبد اللہ بن زبیر نے دیکھا ہے اور مجھ کو

آپ کے پاس اس کی تعبیر کیلئے بھیجا ہے، تو انھوں نے کہا کہ ہاں یہ ان کا خواب ہو سکتا ہے، پھر اس کی تعبیر بتلائی کہ اگر یہ خواب سچا ہے تو عبداللہ بن زبیر کو ولید قتل کریگا اور اس کی صلب سے چار خلیفہ پیدا ہوں گے۔

اسماعیل بن حکم کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سعید سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ عبدالملک بن مروان نے مسجد نبوی کے قبلہ رخ چار مرتبہ پیشاب کیا ہے، تو انھوں نے کہا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے، اس کی صلب سے چار خلیفہ پیدا ہوں گے۔

شریک بن ابی نمر کہتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے دانت ٹوٹ کر میرے ہاتھ میں گر پڑے ہیں اور میں نے انکو دفن کر دیا ہے، تو سعید نے کہا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو تو اپنی جوان اولاد کو اپنے ہاتھ سے دفن کرے گا۔

ایک آدمی نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اپنے ہاتھ میں پیشاب کر رہا ہوں تو سعید نے کہا کہ تو اللہ سے ڈر تو نے کسی محرم سے نکاح کیا ہے، جب اس کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ خواب دیکھنے والے کی بیوی اس کی رضاعی بہن ہے۔

ایک دفعہ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ وہ زیتون کے درخت کی جڑ میں پیشاب کر رہا ہے تو اس کو بھی یہی تعبیر بتلائی کہ تو نے کسی محرم سے شادی کر رکھی ہے۔ لوگوں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اس کی بیوی وہ ہے جس سے اس کا نکاح جائز نہیں تھا۔

ایک آدمی نے سعید سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک کبوتر منارہ پر گرا ہے تو انھوں نے اس کی تعبیر دی کہ حجاج عبداللہ بن جعفر کی لڑکی سے شادی کرے گا۔

ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں سایہ میں ہوں پھر دھوپ میں چلا گیا ہوں، تو سعید نے کہا کہ اگر تیرا خواب سچ ہے تو ضرور ضرور اسلام سے نکل جائیگا تو اس نے کہا کہ میں نے یہ دیکھا تھا کہ میں سایہ میں ہوں اور مجھ کو سایہ سے نکالا گیا ہے اور دھوپ میں کیا گیا ہے (یعنی میں خود سے سایہ سے نکل کر دھوپ میں نہیں گیا ہوں) تو انھوں نے کہا کہ تجھ کو کفر پر مجبور کیا جائے گا اور پھر تو اسلام کی طرف واپس آئے گا، لوگوں کا بیان ہے

کر اس آدمی کو کافروں نے قیدی بنایا اور اس کو کفر پر مجبور کیا، پھر وہ کفر سے اسلام کی طرف واپس آیا، لکھا ہے کہ اس قصہ کو خواب دیکھنے والا مدینہ پاک میں لوگوں سے بیان کرتا تھا۔

ایک آدمی نے ان سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں آگ میں گھس رہا ہوں تو انھوں نے اس کی تعبیر دی کہ تو سمندر کا سفر کرے گا اور تجھے قتل کیا جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ سمندر کے سفر کے لئے نکلا، اور قدیہ کی جنگ میں قتل کیا گیا۔

عمران بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حسن بن علی نے خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھ کے بیچ قل ھواللہ احد لکھا ہے، اس خواب سے وہ اور ان کے گھر والے بہت خوش ہوئے اس خواب کا تذکرہ لوگوں نے سعید سے کیا تو انھوں نے کہا کہ اگر خواب سچا ہے تو ان کی زندگی کے لمحے بہت مختصر باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ چند ہی روز کے بعد انکی وفات ہوگئی۔

سعید بن مسیب فرماتے تھے کہ کبھی کبھی خواب کی تعبیر چالیس سال کے بعد ظاہر ہوتی ہے ۔ سعید بن مسیب کا انتقال ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں ہوا، جس سال سعید کا انتقال ہوا اس سال میں فقہاء کی ایک بڑی جماعت نے اس دار فانی سے کوچ کیا تھا، اس وجہ سے اس سال کو عام الفقہاء یعنی فقہا کی وفات پانے کا سال کہا گیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ص ۱۲۳ ج ۵)

ص ۱۶ کا بقیہ :

ملا علی قاری شرح الشفا میں لکھتے ہیں۔

وسب آل بیتہ وازواجہ واصحابہ علیہ السلام وتنقیصھم حرام ملعون فاعلہ۔ (ص ۵۵۵)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل بیت کو آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کے اصحاب کو برا بھلا کہنا حرام ہے، اور ایسا کرنے والا ملعون ہے۔

محمد ابو بکر غازی پوری

قسط ۲

سفر پاکستان

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مزار پر

۲۴ مئی کو جمعرات کا دن تھا، اس دن کو بھی آرام کے لئے دوستوں نے کسی پروگرام سے خالی رکھا تھا، مگر مولانا نعیم الدین صاحب نے یہ کہا کہ اگر طبیعت میں نشاط ہو تو آج گیارہ بجے دن میں جامعہ مدنیہ کے طلبہ کے سامنے آپ کا کچھ بیان ہو جائے، میں نے کہا ٹھیک ہے، اسلئے آج کے دن صرف یہی ایک پروگرام تھا، بقیہ دن لوگوں کا آنا جانا لگا رہا، جن میں زیادہ تر لاہور ہی کے اہل علم تھے، صبح کے ناشتہ کے بعد میں نے مولانا عابد سلمہ سے کہا کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی قبر کی زیارت اور فاتحہ خوانی کا تقاضا ہے چنانچہ ہم نے جامعہ مدنیہ جانے سے پہلے حضرت لاہوری کی مزار پر حاضری دی، ساتھ میں مولانا عابد کے ساتھ مولانا عارف استاذ جامعہ مدنیہ بھی تھے[1] اسی قبرستان میں مولانا لاہوری کے

---

(۱) مولانا محمد عارف جامعہ مدنیہ کے نوجوان باصلاحیت فضلاء میں سے ہیں، مولانا نعیم الدین صاحب سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں، جامعہ میں متوسطات تک کی کتابیں پڑھاتے ہیں، خدمت گذاری و تواضع میں اپنے دوسرے ہم عمروں کیلئے اچھی مثال ہیں، بے تکلف و بے تصنع طبیعت کے مالک ہیں، پورے پنجاب اور کراچی میں یہ میرے ساتھ ساتھ رہے، انکی وجہ سے مجھے سفر میں بڑی سہولت رہی، سفر میں اگر رفقاء سفر مولانا عارف جیسے ہوں تو سفر کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے، مجھے کھانے میں مرغ

صاحبزادہ مولانا عبید اللہ صاحب کا بھی مزار ہے اور اسی جگہ غازی علیم الدین کا بھی مزار ہے جن کا ذکر زمزم کے اس سال کے دوسرے شمارہ میں تفصیل سے آچکا ہے۔

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کے بارے میں مشہور ہے کہ قبر میں دفن کے بعد انکی قبر سے بہت عمدہ خوشبو کئی روز تک نکلتی رہی۔

اکابرین کی قبروں کی زیارت اور فاتحہ خوانی کے بعد ہم سوا گیارہ بجے کے قریب جامعہ مدنیہ پہونچے جہاں طلبہ واساتذہ اور شہر کے کچھ حضرات میری آمد کے منتظر تھے، یہاں طلبہ اور اپنے موضوع کی مناسبت سے تقریباً ایک گھنٹہ خطاب ہوا، طلبہ وحاضرین کے چہروں سے اندازہ لگ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کچھ کام کی بات کہلوا رہا ہے۔

حضرت شاہ نفیس الحسینی مدظلہ کی جدید خانقاہ میں

حضرت شاہ صاحب نے حضرت مولانا نعیم الدین صاحب سے کہا تھا کہ مولانا غازی پوری کا دوپہر کا کھانا میرے ساتھ خانقاہ جدید میں ہوگا، چنانچہ جامعہ مدنیہ سے فارغ ہو کر حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کی معیت میں اور مولانا عابد صاحب و مولانا عارف صاحب کی ہمراہی میں ہم لوگ حضرت شاہ صاحب کی خانقاہ کیلئے چلے، یہ خانقاہ جامعہ مدنیہ سے کافی فاصلہ پر اور لاہور شہر کے کنارے ایک کھلے اور شاداب علاقہ میں ہے، شاہراہ چھوڑ کر جب ہم خانقاہ والے علاقہ کی طرف مڑے تو دونوں طرف لیچی کے باغات

اور گوشت بہت زیادہ مرغوب نہیں ہے، سادہ کھانا ہو تو شوق سے کھایا جاتا ہے، البتہ مچھلی بہت مرغوب ہے، مولانا عارف چپکے سے مہمانوں کو میرے کھانے کے بارے میں بتلا دیا کرتے تھے، اسلئے پاکستان میں مچھلی خوب کھانے کو ملی، اور ایسی لذیذ کہ ہندوستان میں گجرات اور بھوپال کے سوا ایسی عمدہ مچھلی اور ایسی پکی ہوئی اور کہیں دستیاب نہیں ہوئی، میرا شہر غازی پور گنگا کے کنارے ہے، اگر یہاں بھی اس طرح کی مچھلی نظر نہیں آتی ہے، مولانا عارف ایسے سادہ مزاج ہیں کہ انکی سادگی پر بے اختیار پیار آتا ہے، حفظہ اللہ تعالیٰ ووفقہ لما یحب ویرضی۔

درخت نظر آئے جن پر لیچیاں لدی ہوئی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ صوبہ بہار کے مظفر پور شہر کی طرح لاہور کے بھی بعض علاقہ میں لیچیوں کے درخت اپنی بہار دکھاتے ہیں پون گھنٹہ چل کر ہم خانقاہ کے گیٹ میں داخل ہوئے۔

خانقاہ کی جگہ ایک وسیع علاقہ کو گھیرے ہوئے ہے، اس میں جو مسجد ہے وہ بھی بڑی اور شاندار ہے، صفائی ستھرائی بھی خوب ہے، اندر پہونچنے پر وار دین اور سالکین ایک جماعت نظر آئی، حضرت شاہ صاحب ابھی آرام فرما رہے تھے اور ہمارے لئے بستر لگا ہوا تھا، چنانچہ ہم نے بھی کچھ دیر آرام کیلئے اپنی کمر کو سیدھی کر لی۔

ظہر کی نماز سے آدھ گھنٹہ پہلے حضرت بیدار ہوئے، اپنی بزرگانہ ادا اور مسکراتے چہرہ کے ساتھ استقبال کیا، اور اپنی خوشی کا بار بار اظہار کرتے رہے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر ہم نے کھانا کھایا، کھانا کیا تھا انواع و اقسام سے دستر خوان بھرا تھا، حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم تو کھانے کے نام پر چند لقمے منہ میں ڈالتے ہیں سارا انتظام تو اپنے مہمانوں کے لئے وہ کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب نے صرف آئس کریم کسی قدر رغبت سے اور کچھ مقدار میں کھائی۔

اللہ والوں کی اصل غذا تو ذکر و اذکار اور تعلق مع اللہ کی وہ کیفیت ہوتی ہے جس کا ادراک ہم جیسوں کو ہو نہیں پاتا، انکو مادی غذا سے زیادہ روحانی غذا طاقت و قوت فراہم کرتی ہے۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں نے حضرت سے عرض کیا کہ کھانے کے بعد مجھے فوراً کچھ دیر لیٹنے کی عادت ہے، حضرت نے کہا کہ یہیں آرام کرو، مگر مجھے اپنی قیامگاہ پر جا کر کے آرام کرنے میں سہولت تھی اسلئے میں نے عرض کیا کہ اگر قیامگاہ پر پہونچ جاؤں تو میرے لئے سہولت زیادہ ہوگی، حضرت نے میری خواہش جان کر بلا تکلف اس کی اجازت دے دی اور میرے منع کرنے کے باوجود سخت دھوپ میں تھوڑی دور چھوڑنے کیلئے بھی خانقاہ سے باہر مسجد کے صحن تک آئے، صحن دھوپ سے تپ رہا تھا تو میں نے باصرار حضرت کو آگے جانے سے روکا، حضرت نے دعائیں دیں اور ہم اپنی قیامگاہ آگئے اور عصر تک

آرام کیا۔

عصر بعد سے مغرب تک ہم صفہ اکیڈمی ہی میں رہے، یہاں ملاقات کیلئے آنے والوں کا سلسلہ رہا، لاہور کے بعض مدارس کے اساتذہ ملنے آئے اور انھوں نے اطلاع دی کہ جامعہ اشرفیہ میں امام کعبہ شیخ سدیس تشریف لارہے ہیں، میں نے انکو اپنی بعض عربی کی کتابیں دیں کہ اگر موقع ملے تو شیخ سدیس تک یہ کتاب پہونچادیں، معلوم نہیں ان حضرات کو اس کا موقع ملا یا نہیں۔

مغرب کی نماز پڑھ کر ہم حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ان کے مکان پر حاضر ہوئے، حضرت نے آج اپنا شعری مجموعہ "برگ گل" عنایت کیا۔

یہ مجموعہ نہایت قیمتی کاغذ پر مطبوع ہے، اور کتابت بھی بہت عمدہ ہے اور جلد تو اتنی خوبصورت ہے کہ بس دیکھتے رہو، حضرت نے انتساب کا عنوان قائم کرکے یہ شعر لکھا ہے ؎

مرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ مرے ہنر پہ ہے ان کا سایہ
حضور خواجہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے قلم کا میرے ہنر کا سلام پہونچے

اس سے حضرت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ تعلق اور انتہائی درجہ کی محبت کا پتہ چلتا ہے۔

میں اس قیمتی ہدیہ کو لیکر نہایت فرحاں وشاداں اپنی قیامگاہ پر آگیا اور کھانا کھاکر کچھ دیر دوستوں کی صحبت کا لطف اٹھاکر سونے کیلئے لیٹ گیا۔

ایک جلاوطن عراقی سے ملاقات

۲۵ مئی ۔ آج جمعہ کا دن تھا، آج جمعہ کی نماز جامعہ مدنیہ میں پڑھنی تھی حضرت مولانا نعیم الدین صاحب نے حکم دے رکھا تھا کہ جمعہ کی نماز سے پہلے آپ کا عمومی بیان ہوگا، اور جمعہ بعد کھانا میرے گھر ہے۔ چنانچہ جمعہ سے پہلے تقریباً پون گھنٹہ بیان ہوا پھر ہم حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کے ساتھ ان کے گھر دوپہر کے کھانے کیلئے چلے۔

ان کے گھر سے پہلے کچھ فاصلہ پر دیکھا کہ ایک عربی شخص کھڑا ہے جب میں ان کے قریب سے گزرا تو مجھ سے پوچھا هل انت من الهند کیا آپ ہندوستان سے آئے ہیں، میں نے کہا نعم جی ہاں میں ہندوستان سے آیا ہوں تو کہنے لگے ان لهجتك واسلوب خطابك كانا يدلان على ذلك یعنی آپ کے لہجہ اور خطاب کے انداز سے اس کا پتہ چل رہا تھا۔

لاہور پنجاب میں ہے اور پنجابی لب و لہجہ ہمارے صوبہ یوپی کے لب و لہجہ سے الگ ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ عرب ایسا کہہ رہے تھے، میں نے جب ان سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو بڑے درد بھرے انداز میں کہنے لگے واللہ انا منفی ھنا منذ ثلثین سنة وانا من العراق یعنی میں عراق کا ہوں اور یہاں تیس سال سے جلاوطنی کی زندگی گزار رہا ہوں، میرے ساتھ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب تھے انھوں نے بتلایا کہ کسی وجہ سے عراق کی حکومت نے ان کو ملک بدر کر دیا تھا، یہ پاکستان آگئے، تو حضرت مولانا حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو پناہ دی اور جامعہ مدنیہ ہی میں کھانے پینے اور رہائش کا بندوبست کر دیا، اس وقت سے ابتک ان کا قیام اسی جامعہ میں ہے پنجاب یونیورسٹی سے انھوں نے فقہ کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ہے، اپنے خاندان سے طویل عرصہ سے کٹے رہنے کی وجہ سے مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہو گیا ہے، عموماً مشتعل المزاج رہتے ہیں اس وجہ سے جم کر کہیں کوئی ملازمت بھی نہیں کر پاتے۔ یہاں لوگوں نے مشورہ دیا کہ شادی کر لیں اس کیلئے وہ تیار نہیں، اس کی وجہ سے مزاج میں اور بھی شدت وحدت پیدا ہو گئی ہے، دوسروں کی بہت کم سنتے ہیں اپنی زیادہ کہتے ہیں، خلافِ مزاج بات کو برداشت نہیں کر پاتے، یہ ابتک نہیں پتہ چل سکا کہ عراق سے یہ کیوں جلاوطن کئے گئے۔

ان عراقی صاحب سے جلد ہی ہم نے فراغت حاصل کر لی اور پھر مولانا نعیم الدین صاحب کے دولت کدہ پر پہونچے جہاں ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا، کھانے میں متعدد حضرات

شریک تھے، جن میں مولانا رشید میاں بھی تھے، میاں صاحب حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کے برادر نسبتی ہیں اس وجہ سے ان کی موجودگی میں مسجد گل و گلزار رہتی ہے۔

اس وقت لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا قصہ زوروں پر چل رہا تھا، میں نے مولانا رشید میاں صاحب سے پوچھا آخر یہ لال مسجد والے چاہتے کیا ہیں، پھر میں نے خود ہی کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ حضرات اپنی سادگی میں کسی بیرونی سازش کا شکار ہو گئے، تو مولانا رشید میاں نے اس کی تائید کی۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہم قیامگاہ آگئے اور عصر تک آرام کرتے رہے۔

عصر بعد میں نے مولانا عابد سے کہا کہ ذرا اردو بازار گھومتے آئیں، اور مولانا نعیم الدین صاحب کے مکتبہ۔ مکتبہ قاسمیہ کی زیارت کر لیں۔ چنانچہ عصر بعد ہم اردو بازار گئے اور مغرب کی نماز پڑھ کر وہاں سے واپس اپنی قیامگاہ آئے۔

مکتبہ قاسمیہ کی خصوصیت

مکتبہ قاسمیہ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کی زیر نگرانی ایک تجارتی مکتبہ ہے، مگر چونکہ حضرت مولانا خود نہایت ہی فاضل عالم دین ہیں، نیز مسلک حق کے سلسلہ میں بہت غیور ہیں خصوصاً مسلک دیوبند اور مذہب حنفی کے بارے میں حد درجہ متیقظ و بیدار مغز ہیں، اس وجہ سے اس مکتبہ سے مسلک دیوبند اور فقہ حنفی کی خدمت کا بھی فریضہ انجام دینے کو اس مکتبہ کی پہلی ترجیح میں وہ رکھتے ہیں، انکی نامور کتاب حدیث اور اہلحدیث اسی مکتبہ سے شائع ہوئی، جس کی ہندو پاک میں دھوم مچی ہوئی ہے، اور اپنے موضوع پر نہایت منفرد کتاب ہے۔ ہندو پاک میں اس کے ایڈیشن پر ایڈیشن نکل رہے ہیں، نیز حضرت مولانا نعیم الدین نے حضرت مولانا سید مفتی مہدی حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کے رد غیر مقلدیت کے سلسلہ کے وہ سارے رسالے دو جلدوں میں شائع کر دیئے ہیں جن رسائل تک انکی رسائی ہو سکی ہے، نیز انھوں نے اس موضوع سے متعلق علامہ شوق نیموی رحمہ اللہ کے بہت سے رسائل کا ایک مجموعہ جمع کر لیا ہے اور وہ بھی انشاء اللہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

اس مکتبہ سے علماء غیر مقلدین کی بہت سی وہ کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں جن کو غیر مقلدین، خاموشی گھر" میں بند کئے ہوئے تھے، ان کے علاوہ اور بھی متعدد کتابیں جن کا تعلق مسلک دیوبند اور فقہ حنفی سے ہے، اس مکتبہ سے شائع ہوئی ہیں۔

لاہور کا اُردو بازار

لاہور کا اُردو بازار مطبوعات اور اسٹیشنری کے سامانوں کا ایشیا کا غالباً سب سے بڑا مارکیٹ ہے، دہلی کا چوڑی بازار بھی اس کے سامنے پھیکا لگتا ہے، چھوٹے سامان سے لے کر بڑے سامان تک کے ذخیروں سے دوکانیں بھری نظر آتی ہیں، اور ازدحام اتنا کہ راستہ چلنا دشوار ہوتا ہے، اور یہ دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوتی ہے کہ سارا مارکیٹ اور پورا اُردو بازار مسلمانوں کے زیر تسلط ہے کسی غیر مسلم کی دوکان تو مجھے ایک بھی نظر نہیں آئی، اور زیادہ خوشی اس سے ہوئی کہ دوکاندار عام طور پر نمازی اور دیندار نظر آئے، یہ اندازہ وہاں کے مساجد میں ان دوکانداروں کی تعداد دیکھ کر کر سکا۔

اردو بازار سے واپسی بعد نماز مغرب ہوئی، دوسرے روز یعنی ۲۶ رمئی سنیچر کو مجھے لاہور سے دوسری جگہ کے لئے روانہ ہونا تھا، اس وجہ سے عشاء کے بعد کھانے سے فارغ ہوکر ہم نے جلد ہی سونے کا ارادہ کیا۔

مولانا محمد الیاس گھمن سے تعارف

۲۶ رمئی

مدینہ پارک میں میرے ایک دوست مولانا محمد الیاس فیصل رہتے ہیں، نماز پیمبر انھیں کی کتاب ہے۔(۱) یہ پاکستان کے رہنے والے ہیں مجھ سے غایت درجہ

---

(۱) مذہب حنفی کے مطابق نماز کا بیان کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ اس کتاب میں نہایت محققانہ اور اچھوتے انداز میں کیا گیا ہے، اس کتاب نے ہندوستان وپاکستان میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ مولانا محمد الیاس صاحب کی مساجد مدینہ اور آثار مدینہ پر عربی میں دو اہم کتابیں ہیں۔ نہایت فاضل شخصیت کا نام محمد الیاس فیصل ہے، افسوس گزشتہ سال مکہ مکرمہ سے عمرہ کرکے

تعلق رکھتے ہیں، پاکستان کے سفر سے پہلے انھوں نے مجھے فون کیا تھا کہ میرے ہم نام مولانا محمد الیاس گھمن نام کے ایک صاحب لاہور میں آپ سے ملاقات کریں گے، ان کا ایک ادارہ مرکز اہل سنت کے نام سے سرگودھا میں ہے، غائبانہ یہ آپ سے واقف ہی نہیں بلکہ آپکے کاموں کے معترف اور آپ کے عقیدت مند ہیں، اور رد غیر مقلدیت کے سلسلہ میں حضرت مولانا صفدر اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا کام بڑی حد تک انھوں نے اپنے رفقاء کے تعاون سے سنبھال رکھا ہے، میرے لئے یہ نام بالکل نیا تھا، مگر مولانا محمد الیاس فیصل نے جس اہمیت سے ان کا تعارف کرایا تھا ان سے ملنے کا مجھے اشتیاق تھا۔ ادھر خود مولانا گھمن صاحب حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کو فون کر کے میرے پروگرام اور میری لاہور آمد کے بارے میں معلوم کر رہے تھے، جب انکو معلوم ہوا کہ میں لاہور پہونچ چکا ہوں اور میں دو روز لاہور میں قیام کروں گا، تو انھوں نے مولانا نعیم الدین صاحب کو اطلاع کی میں جمعہ کی رات میں لاہور پہونچونگا اور سنیچر سے مولانا کا پروگرام میرے ہاتھ میں ہوگا۔ چنانچہ حسب پروگرام مولانا گھمن صاحب اپنے مرکز کے ایک استاذ مولانا محمود اکاڑوی صاحب[1] کے ہمراہ رات میں آگئے۔

اپنے بیوی بچوں کے ساتھ واپس ہورہے تھے کہ انکی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا، بڑی بچی تو جائے حادثہ ہی پر فوت ہوگئی اور خود یہ بری طرح مجروح ہوئے اور ابھی تک وہ چلنے پھرنے سے معذور ہیں، قارئین زمزم سے انکی صحت کیلئے دعا کی درخواست کی جاتی ہے۔

(۱) مولانا محمد اکاڑوی مرکز اہلسنت کے ایک نوجوان نہایت فاضل استاذ ہیں، کم عمری میں کئی کتابوں کے مصنف ہیں، بعض کتابیں چار سو پانچ سو صفحات کی ہیں، مولانا صفدر امین اکاڑوی کے سگے بھتیجے ہیں، ان کے علوم اور ان کے ذوق کے بڑی حد تک امین ہیں، ذہانت وفطانت، تواضع واخلاص، طلاقت لسانی جذبۂ خدمت گزاری اور اکابر دیوبند سے عشق ومحبت کے معانی کو اکٹھا کر کے ایک انسانی مجموعہ تیار کیا جائے تو مولانا محمود اکاڑوی کی تصویر بنے گی، مولانا گھمن کے ساتھ میرے رفیق سفر یہ بھی پنجاب کے بیشتر حصوں میں رہے —— دلچسپ بات یہ ہے کہ ازراہ محبت

مولانا کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا، ایک نوجوان فاضل مدرسہ کو جس مجاہدانہ
حیثیت کا ہونا چاہیئے گھمن صاحب بالکل ایسے ہی تھے، متوسط قد، طالبان والی ڈاڑھی
اور پگڑی مونچھ کی ساخت وتراش ہیبت میں ڈالنے والی، باتیں بے تکلفی اور لپیٹ
سپیٹ سے معری، مسلسل حرکت، مسلسل عمل، مسلسل جدوجہد سے عبارت، انکی ایک ایک
ادا، اوران سب کے ساتھ پختہ علم اور باطل کے رد اور حق کے دفاع میں طوفان بے پناہ۔

معلوم ہوا کہ حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم جو کراچی کے اجل مشائخ میں سے ہیں اور
ان کا سلسلۂ ارشاد وہدایت بڑا وسیع ہے ان سے بیعت کا تعلق ہے بلکہ ان سے انکو خلافت بھی
حاصل ہے، مگر پیروں اور صوفیانہ وضع قطع سے بہت دور۔

افغانستان میں طالبان کی حکومت کے زمانہ میں ان کا مستقل قیام رہا کرتا تھا اور
ان کا عہدہ کمانڈر کا تھا، اسلحہ چلانے کی تربیت دینا ان کی ڈیوٹی تھی، پاکستان کے جیل میں بھی
متعدد مرتبہ اس جرم میں قید وبند کی سخت مصیبت سے دوچار رہے، میرے جانے سے دس
پندرہ روز پہلے بھی وہ جیل ہی میں تھے، مگر اللہ نے انکو رہائی دلائی اور جس جرم میں یہ ماخوذ تھے
اس کا کوئی ثبوت مہیا نہ ہونے پر عدالت نے انکو باعزت بری کر دیا۔

مولانا گھمن صاحب کا پاکستان میں اور خصوصاً پنجاب میں بہت وسیع حلقہ تعارف ہے،
بہترین مناظر اور مقرر ہیں اور ہر باطل فرقہ کے رد میں آگے آگے رہتے ہیں، کثیر الاسفار اتنے ہیں

اور پیار گاڑی میں بیٹھ کر بالکل کان سے لگ کر کے مجھ سے بات کرتے تھے، انکی یہ ادا مجھے بہت بھاتی تھی
اور میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ محبت کے انداز بھی نرالے ہوتے ہیں، کبھی کبھار اس پر کچھ تفریح بھی
ہو جاتی تھی۔ مولانا گھمن اور مولانا محمود جیسے فضلاء کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کے عربی مدارس
میں تعلیم کا معیار ہندوستان سے بہت اونچا ہے اور وہاں کے مدارس نے درس نظامی کو آج بھی
بڑی حد تک مضبوطی سے تھامے رکھا ہے اور نصاب کی تجدید کی ہوا نے انکو متاثر نہیں کیا ہے، طلبہ اور فضلاء
میں استعداد کی پختگی اسی کا اثر ہے۔

کہ ان کا نام ہی گھمن یعنی گھومنے والا اور سفر کرنے والا پڑ گیا ہے۔

مولانا گھمن کی شخصیت کی عظمت اور لوگوں میں انکی بلند قامتی کا اندازہ لگانے کیلئے یہ قصہ کافی ہے کہ یہ میرے ساتھ کراچی میں تھے اور سیالکوٹ پنجاب میں انکو جمعہ کا خطبہ دینا طے تھا، مگر میری وجہ سے وہ کراچی آئے تھے اور چاہ رہے تھے کہ اپنی جگہ کسی اور کو اس کام کیلئے روانہ کر دیں، مگر سیالکوٹ والے مصر تھے کہ بہرحال آپ ہی کو آنا ہے، آپ کے نام کا اعلان ہو چکا ہے، تو مولانا جہاز سے لاہور گئے پھر وہاں سے سیالکوٹ پہونچے اور جمعہ کا خطبہ دے کر لاہور آئے اور پھر جہاز سے کراچی صبح میں آگئے۔

بہرحال مولانا گھمن صاحب سے مل کر اور ان کے کام کی نوعیت اور کام کرنے کا جذبہ معلوم کرکے مجھے بے انتہا خوشی ہوئی، اور خدا کا شکر ہے کہ پہلی ہی ملاقات میں مجھ سے اس طرح گھل مل گئے جیسے بہت پرانی شناسائی ہے، اور کہنے لگے کہ مولانا میں علماء اور خصوصًا بڑے علماء سے ذرا دور ہی رہتا ہوں، میں اپنا کام مدارس کے طلبہ میں کرتا ہوں، ہندوستان سے بھی اکابر تشریف لاتے ہیں مگر مجھ کو ان سے بھی مناسبت نہیں ہو پاتی ہے، آپ پہلے آدمی ہیں کہ آپ کو بالکل اپنا ہم مزاج پا رہا ہوں، اور واقعہ ہے کہ ہفتہ بھر سے زیادہ ان کا ساتھ رہا، میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے حد درجہ مانوس ہیں، اور ایک اچھے رفیق سفر ہیں ان کے ساتھ سفر کرنے میں مجھے کہیں بھی کوئی الجھن نہیں ہوئی بلکہ وہ میری راحت کا ہر دم خیال رکھتے، مولانا گھمن بڑی مہارت سے گاڑی چلاتے ہیں، وہ اپنی گاڑی خود چلاتے ہیں، مجھے انھوں نے اپنی گاڑی میں تقریبًا پورے پنجاب کا سفر کرایا، اندازہ ہے کہ میں نے انکے ساتھ ڈیڑھ ہزار میل کا سفر کیا، اور انکی ڈرائیونگ پر مجھے تعجب ہوتا تھا، انکے ساتھ سفر میں دو موبائل رہتا ہے جو ہر وقت بجتا رہتا ہے، انکے تعلقات پاکستان کے بیشتر شہروں سے ہیں اس وجہ سے ان کا موبائل پانچ دس منٹ بھی مشکل ہی خاموش رہتا ہے، ایک ہاتھ میں موبائل لیکر گفتگو کرتے ہیں اور ایک سے گاڑی کا اسٹرنگ پکڑے گاڑی چلاتے ہیں، مگر اس مہارت اور اس تیزی سے کہ دوسرا دونوں ہاتھ سے اس چابکدستی سے گاڑی نہیں چلا سکتا، مولانا گھمن چونکہ عملی آدمی ہیں اس وجہ سے وہ کام اور پروگرام میں تاخیر پسند نہیں کرتے، اور ہر کام جلد اور وقت پر نمٹانا چاہتے ہیں۔

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

مکرمی حضرت مولانا زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مختصراً گذارش ہے کہ یہ حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی (یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی میری شفاعت اس کیلئے واجب ہوگئی) صحیح ہے یا ضعیف براہ کرم مطلع فرمائیں۔ اطلاعاً عرض ہے کہ بعض غیر مقلدین علماء سے گفتگو ہوئی تو انھوں نے اس حدیث کو ضعیف بتلایا ہے، آپ اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں۔

والسّلام

عبدالقیوم مظاہری قائم گنج بہار

زمزم !

غیر مقلدین حضرات صرف اسی حدیث کو نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک اور قبر مبارک کی زیارت کے سلسلہ کی جتنی بھی احادیث ہیں بیشتر کو ضعیف قرار دیتے ہیں اسلئے کہ ان کا مسلک اور مذہب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت کیلئے سفر کرنا حرام اور ناجائز اور گناہ کا کام ہے، وہ اس بارے میں حافظ ابن تیمیہ کے مقلد ہیں اس مسئلہ میں ان کا سارا تحقیقی سرمایہ ابن تیمیہ کا ہی فراہم کردہ ہے، حالانکہ تمام اہل سنت کے نزدیک آپ کی قبر مبارک کی زیارت کیلئے سفر کرنا بہترین ثواب کا کام ہے اور

افضل ترین عبادت ہے، اس مسئلہ میں ابن تیمیہ اور غیر مقلدین جمہور اہل سنت سے کٹے ہوئے ہیں، اور اپنے اس باطل اور غلط مذہب کو قوی بنانے کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کا انکار کرتے ہیں ۔

آپ نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ محدثین کے نزدیک صحیح ہے اور جنھوں نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے، اصل میں اس حدیث کی سند میں ایک راوی موسیٰ بن ہلال العبدی ہے، اس کو بعض محدثین نے مجہول قرار دیا ہے، بس اسی ایک راوی کی جہالت کو لیکر ارباب خرد قسم کے لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، حالانکہ محدثین کے اصول کی روشنی میں یہ راوی کسی طرح بھی مجہول نہیں ہے، نہ مجہول العین ہے اور نہ مجہول الصفۃ، مجہول العین تو اس لئے نہیں کہ اس سے روایت کرنے والے سات ثقہ محدث ہیں، اگر اس سے روایت کرنے والے دو ثقہ بھی ہوتے تب بھی وہ مجہول نہ ہوتا چہ جائیکہ اس سے روایت کرنے والے سات ثقہ ہیں۔ (الوفع والتکمیل میں انکے نام مذکور ہیں دیکھو ص ۲۵۲)

یہ مجہول الصفۃ بھی نہیں ہے، اس وجہ سے کہ اس سے روایت کرنے والا امام احمد جیسا امام اہل سنت ہے جس سے امام احمد جیسا صاحب حدیث اور امام السنۃ روایت کرے وہ کیسے مجہول الصفۃ ہوگا ۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر زمانہ میں یعنی دور صحابہ سے لیکر آج تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنے کا تمام اہل سنت مسلمانوں کا معمول رہا ہے۔ اور جو بات دور اول سے لے کر آج تک مسلسل معروف و متوارث رہی ہو اس کا انکار کرنا جہالت ہے، یہ توارث و تعامل خود مستقل شرعی حجت ہے، اور اس کی حیثیت محدثین و فقہاء کے نزدیک کسی صحیح حدیث سے بڑھ کر ہے ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں کسی مسئلہ کے بیان میں ضعیف حدیث ذکر کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ "وعلیہ عمل اھل العلم من الصحابۃ والتابعین یعنی اسی

مسند میں حدیث تو ضعیف ہے مگر صحابہ کرام اور تابعین وغیرہ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز خیر القرون کے لوگوں کا عمل ہے، اگر کسی بات پر ان کا عمل ہے تو وہ بہت پختہ شرعی حجت ہے۔ اسی کو اجماع سے بھی تعبیر کرتے ہیں، اور جس چیز پر امت کا اجماع ہو اس کے خلاف بعض لوگ اگر آواز بلند کرتے ہیں تو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ نیل الاوطار میں غیر مقلدین کے پیشوا شوکانی صاحب لکھتے ہیں:

واحتج ایضاً من قال بالمشروعیۃ بانہ لم یزل دأب المسلمین القاصدین للحج فی جمیع الازمان علی تباین الدیار واختلاف المذاہب الوصول الی المدینۃ المشرفۃ لقصد زیارتہ ویعدون ذلک من افضل الاعمال ولم ینقل ان احدا انکر ذلک علیہم فکان اجماعاً۔

(ج ۳ ص ۱۰۴)

یعنی جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنے کو مشروع سمجھتے ہیں انکی دلیل یہ بھی ہے کہ ہر زمانہ، ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگ اس زیارت کو افضل اعمال سمجھتے رہے ہیں اور حج کے موسم میں مدینہ مشرفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے ہیں، مسلمانوں کا یہ دستور ہر دور میں رہا ہے، اور کسی دور میں اس پر نکیر نہیں کی گئی ہے اس لئے قبر شریف کی زیارت کا عمل امت مسلمہ کا اجماعی مذہب ہے۔

مزید تحقیق کے لئے حضرت لکھنوی کی تصنیف الرفع والتکمیل ص ۲۵۲ دیکھ لیجئے۔ اور شفاء السقام للسبکی کا مطالعہ مفید ہوگا۔

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیدانی

خمار سلفیت

ابوانس یحییٰ گوندلوی کی کتاب نے سماحۃ الشیخ جمن حفظہ اللہ کو سلفیت بیزار بنادیا

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی آپ نے ابوانس یحییٰ گوندلوی حفظہ اللہ کی کتاب کا مطالعہ کیا ہے؟ ابھی ابھی بازار میں آئی ہے ۔

باپ ۔ بیٹا، موصوف حفظہ اللہ کی بہت سی کتابیں ہیں، ایک کتاب انکی عقیدہ اہلحدیث ہے، دوسری دین اور تصوف ہے، تیسری آمین بالجہر ہے۔ چوتھی مطرقۃ الحدید بر فتویٰ رشیدیہ ہے، پانچویں جرابوں پر مسح ہے، چھٹی حزب شدید علی اہل تقلید ہے، ساتویں داستان حنفیہ ہے۔ ان سب کتابوں کا میں نے مطالعہ کیا ہے، ماشاء اللہ علم کا تحت الثریٰ ہیں، باتیں اتنی گہری کرتے ہیں کہ مقلدین کی عقل الٹ پلٹ ہوجائے۔

بیٹا ۔ اباجی ان کتابوں کے علاوہ ایک دوسری کتاب انکی ابھی ابھی بازار میں آئی ہے "مقلدین ائمہ کی عدالت میں" اس کا نام ہے ۔ یہ بھی بڑی زبردست کتاب ہے ۔ رد تقلید میں بڑی جامع ہے، اس کتاب میں موصوف مصنف کا علم فضا میں اپنا

پھر پڑا ہوا تھا ہے۔

باپ۔ بیٹا ذرا احتیاط کرو، اس کتاب کو چھپائے رکھو، اسی کتاب کے مطالعہ سے شیخ جمن حفظہ اللہ میں سلفیت بیزاری پیدا ہوئی ہے۔

بیٹا۔ ابا جی اس میں وہ کون سی بات ہے جس نے ہماری جماعت کے ایسے عظیم انسان یعنی سماحۃ الشیخ جمن حفظہ اللہ کو سلفیت بیزار بنا دیا ہے۔

باپ۔ بیٹا شیخ جمن نے جب اس کا مطالعہ کیا تو وہ کتاب میرے پاس لے کر آئے اور اس کا صفحہ ۱۵۱ کھولا اور اس آیت پر ہاتھ رکھا۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم جس کا ترجمہ مؤلف نے یہ کیا ہے۔ " بلا علم فتوی دینا جائز نہیں ہے " انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے اور غیروں کے سارے تراجم قرآن دیکھ ڈالے کسی مترجم نے ایسا جاہلانہ ترجمہ نہیں کیا ہے۔ سعودیہ والے قرآن میں اس کا ترجمہ یہ کیا ہے جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ اور اس کی تفسیر میں لکھا ہے قفا یقفو کے معنی ہیں پیچھے لگنا۔ یعنی جس چیز کا علم نہیں اس کے پیچھے مت لگو۔ یعنی بدگمانی مت کرو، کسی کی ٹوہ میں مت رہو۔ اسی طرح جس چیز کا علم نہیں اس پر عمل مت کرو۔ (ص ۷۷۳ حاشیہ نمبر ۴ سورہ بنی اسرائیل) دیکھو آیت کا ترجمہ اور اس کا مطلب کیا ہے اور مؤلف کتاب اس کا ترجمہ کیا کر رہا ہے اور اس کا مطلب کیا سمجھا رہا ہے۔ ہمارے علماء قرآن کے تراجم میں بھی بد دیانتی کرتے ہیں اور اللہ کے کلام کو بھی اپنی بد باطنی کا شکار بناتے ہیں۔

سماحۃ الشیخ جمن حفظہ اللہ اس ترجمہ کو دیکھ کر بار بار لاحول پڑھ رہے تھے، پھر انھوں نے اس کتاب کا صفحہ ۶۱ کھولا، اور اسکی یہ عبارت پڑھی۔

حضرت عمرؓ کی زبان سے حق بولتا تھا، اللہ تعالی کی موافقت میں انکی زبان گویا ہوتی تھی، آپ پہلے کلام فرماتے وحی بعد میں نازل ہوتی، آپ علم کا بجر بے مثل تھے۔ پھر انھوں نے جماعت اہلحدیث کے مشہور عالم و مصنف مولانا محمد جوناگڈھی

کی کتاب طریق محمدی کا صفحہ ۱۴ کھولا ، اس میں حضرت عمرؓ کی ذات اقدس پر مصنف نے اس طرح کیچڑ اچھالا ہے اور انکو شریعت کے مسائل سے جاہل بتلایا ہے۔ لکھا ہے ۔ بہت سے صاف صاف ہوتے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی . . . . . فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروق بے خبر تھے ۔

سماحۃ الشیخ جمن حفظ اللہ مجھ سے سوال کر رہے تھے کہ یہ دونوں ہمارے اکابر علماء ہیں اور دونوں اپنے علم کا پھریرا آسمان میں اڑاتے ہیں، حضرت عمر کے بارے میں ان دونوں متضاد باتوں میں سے کون سی بات صحیح ہے ، ایک حضرت فاروق کو علم کا بحر بے مثل یعنی بے مثال سمندر بتلاتا ہے اور دوسرا انکو موٹے موٹے اور صاف صاف مسائل میں بھی جاہل اور ان کے دلائل سے بے خبر بتلاتا ہے۔ ان میں سے کون سی بات سچی ہے اور کون سی بات جھوٹی ۔

پھر انھوں نے یحیٰی گوندلوی کی کتاب کا صفحہ ۶۲ کھولا جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا تھا۔

تم نے[1] اگر کسی کی سنت پر عمل کرنا ہے، تو اصحاب محمد کی سنت اختیار کرو کیونکہ وہ اس امت کے نیک، علم میں گہرے تکلف سے کم تعلق رکھنے والے[2] اللہ نے ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور دین[3] کے قائم رکھنے کیلئے چنا تم ان کے فضل کو پہچانو اور ان کے آثار کی اتباع (تقلید نہیں) کرو اور ان کے اخلاق و سیرت کو اپناؤ وہ صراط مستقیم پر تھے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس کلام کا صاف مطلب ہے کہ مسلمانوں کو صحابہ کرام کی زندگی سے روشنی حاصل کرنا چاہئے اور انھیں کی زندگی میں اپنی زندگی کو

---

(۱) یہ پنجابی اردو ہے، تم نے یعنی تم کو (۲) اسی طرح لکھا ہے (۳) اسی طرح عبارت ہے ۔

ڈھال لینا چاہئے، مگر مصنف کتاب اس کا مطلب بیان کرتا ہے کہ :

"مقصد یہ تھا کہ سنت وہ ہوگی کہ ایسے اوصاف[1] کے حامل بیان کریں"

بھلا بتلاؤ کہ حضرت ابن مسعود کا فرمان کیا ہے، اور یہ تحت الثریٰ والے صاحب اس کا مطلب کیا بیان کر رہے ہیں، اور پھر اسی مطلب کے ضمن میں مزید توضیح کیلئے مصنف کا یہ ارشاد گرامی ہے جو حیاتی اُردو میں بیان کیا گیا ہے۔

"پھر آپ نے اس کلام پر کوئی رائے زنی نہیں کی (یعنی ابن مسعود خود اپنے کلام پر رائے زنی کرتے علم کے برخوردار ایسے ہی ہوتے ہیں) یا حاشیہ آرائی نہیں کی، آپ کا مدعا کسی طرح بھی پورا نہ ہوتا اور نہ ہی اتنی بڑی جرأت کرتے کہ آپ صحابی رسول پر اپنے غلط مذہب کو درست ثابت کرنے کے لئے افترا باندھتے"

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مذکورہ کلام کی توضیح وتفسیر کی جا رہی ہے جب علم کی مسند ایسے جاہلوں کے ہاتھوں میں آجائے کہ زبان اور قلم سے کیا نکل رہا ہے خود اس کو پتہ نہ ہو اور تقلید کا ہوا ہوش وحواس کو اُڑا دیتا ہو تو سماحۃ الشیخ جمن حفظہ اللہ کہہ رہے تھے کہ ایسے تحت الثرائی علم سے اللہ کی ہزار بار پناہ مانگنی چاہیئے اور پھر شیخ جمن .....

بیٹا۔ اباجی، بس بس میرا سر درد سے پھٹنے لگا ہے، مزید کچھ اس سننے کی میرے اندر ہمت نہیں ہے، سماحۃ الشیخ جمن حفظہ اللہ ہی نہیں جو بھی اس طرح کی جاہلانہ باتوں کو سنے گا، اور قرآن کی معنوی تحریف کا اس طرح کا شاہکار دیکھے گا جو ابوانس یحییٰ گوندلوی نے دکھلایا ہے تو یقیناً۔ بشرط عقل وخرد۔ وہ سلفیت بیزار ہو جائے گا۔

باپ۔ بیٹا۔ ذرا ایک بات یہ تو سن لو بڑی دلچسپ ہے، مزہ آجائے گا۔

---

(۱) عبارت اسی طرح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام میں جو یہ آیا ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کان اقلہا تکلفا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تکلف بہت کم تھا تو موصوف مؤلف صاحب اس کا مطلب بیان کرتے ہیں۔

صحابہ کرام میں تکلف نہ تھا، تکلف کیا ہے؟ وہ قیاس ہی تو ہے اور کیا ہے ص۹۴

بیٹا - اباجی تکلف کی اس شاندار شرح پر اگر میں ہوتا تو مصنف کو پاؤ بھر برساتی جلیبی ہدیہ کرتا، یا ان کے سر میں چنبیلی کے تیل کی مالش کرتا۔

مگر اباجی سوال یہ ہے کہ ہماری جماعت اور جماعت کے علماء و ذمہ دار اس طرح کے جاہلانہ لٹریچر کو کیوں بازار میں آنے دیتے ہیں، اور انکی پذیرائی کیوں کرتے ہیں، اس طرح کی کتابوں سے جماعت اہلحدیث کی جو ساکھ گرتی ہے ہمارے علماء کو کیا احساس نہیں ہوتا؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

محمد اجمل مشتاق

ازمولانا سید نعیم الدین صاحب
استاذ حدیث جامعہ مدنیہ۔ لاہور

مولانا محمد ابوبکر غازیپوری صاحب کی کتاب صور تنطق پر ماہنامہ انوار مدینہ لاہور کا اظہار خیال

" انوار مدینہ " لاہور پاکستان کا مشہور ماہنامہ ہے، اس رسالہ میں پاکستان کے مشہور صاحب قلم عالم حضرت مولانا نعیم الدین صاحب استاذ حدیث جامعہ مدنیہ لاہور نے حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری کی ردِ غیر مقلدیت پر مشہور عربی کتاب " صور تنطق " پر اظہار خیال فرمایا ہے اس تحریر نے پورے ایک مقالہ کی صورت اختیار کرلی ہے، ہم اس تحریر کی قیمت واہمیت کے پیش نظر اسکو زمزم میں شائع کر رہے ہیں، چونکہ یہ تحریر نہایت قیمتی مواد پر مشتمل ہے، اس وجہ سے اہل علم اس سے بطور خاص فائدہ اٹھائیں گے اور زمزم کے عام قارئین کو سلفیت اور غیر مقلدیت کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل ہونگی۔ اطلاعاً عرض ہے کہ صور تنطق کتاب کو سعودی گورنمنٹ نے بھی اپنے یہاں فروخت کی اجازت دیدی ہے " (ادارہ)

تقریظ وتنقید

نام کتاب : صور تنطق، (عربی)

تالیف : حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری

صفحات : ۳۲۴ --- سائز : ۸/۲۶ × ۲۰

ناشر : المکتبۃ الاثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ، غازی پور، انڈیا

قیمت : /۲۰۰ - انڈین

حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری زید مجدہم کی شخصیت اہل علم کے طبقہ میں محتاج تعارف نہیں، آپ اکابر علماء کے فیض یافتہ اور دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے ہیں، آپکے اندر دینی غیرت وحمیت، اکابر واسلاف سے عقیدت ومحبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، اردو زبان کے علاوہ عربی زبان پر بھی خاصی قدرت رکھتے ہیں، کثیر المطالعہ اور وسیع النظر عالم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین متین کی نصرت حمایت اور احقاقِ حق وابطالِ باطل کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے، آپ ہندوستان میں بالکل اسی نہج پر کام کر رہے ہیں جس نہج پر ہمارے استاذ مکرم حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی مرحوم کرتے رہے ہیں، اسی حوالے سے مولانا غازی پوری ناچیز پر مہربان ہیں، راقم کے ۱۹۹۸ء کے سفر دیوبند میں باوجود پیرانہ سالی کے ۲۲ گھنٹے کا سفر کر کے راقم کی اعانت وملاقات کیلئے دیوبند تشریف لائے فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

حق تعالیٰ نے آپ کو تقریر وتحریر میں رسوخ عطا فرمایا ہے، بہت سی کتابیں آپکے قلم حقیقت رقم سے نکل کر علماء وعوام میں مقبول ہو چکی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ,, عسور تنطق ،، حال ہی میں لکھی جانے والی آپ کی نئی کتاب ہے، یہ کتاب عربی میں ہے اور غیر مقلدین کے رد میں لکھی گئی ہے۔ مولانا غازی پوری اس سے پہلے بھی عربی میں دو کتابیں تحریر فرما چکے ہیں (۱) وقفۃ مع اللامذھبیۃ فی شبہ القارۃ الھندیۃ (۲) وقفۃ مع معارضی شیخ الاسلام محمد بن عبدالوھاب دعوتہ وحرکتہ والامراء السعودیین۔

عربی زبان میں مولانا کو یہ کتابیں لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی یہ ایک دردبھری داستان ہے جس سے ہمارے اکثر علماء وعوام بے خبر ہیں، ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اپنے علماء وعوام کو

اس سے باخبر کیا جائے، چنانچہ ذیل کی سطور میں مختصر طور پر کچھ عرض کیا جاتا ہے، یاد رہے کہ اس تحریر کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ صرف اپنے دکھ کا اظہار ہے تاکہ دوسرے بھی اس دکھ درد میں شریک ہو کر اس کے مداوے کی فکر کریں۔

یہ بات مسلّم ہے کہ حرمین شریفین، دین متین کے اصل اور بڑے مرکز ہیں، یہیں سے دین کا آغاز ہوا ہے، یہیں سے چل کر دین دنیا کے کونے کونے میں پہونچا ہے، یہی مقامات علوم دینیہ، تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کے مبدأ و ماوی ہیں، ان کی کوکھ سے ہزاروں مفسرین محدثین، فقہاء، صوفیاء اور اولیاء نے جنم لیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقامات کی تعظیم و تکریم کی بے حد تاکید کی ہے اور یہاں بیٹھ کر بے دینی و الحاد پھیلانے کی سخت مذمت فرمائی ہے، ایک حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ابغض الناس إلی اللہ ثلثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ ومطلب دم امرئ مسلم بغیر حق لیھریق دمہ۔

اللہ تعالیٰ کو تین قسم کے لوگوں سے سخت نفرت ہے (۱) حرم میں بیٹھ کر الحاد و کج روی پھیلانے والے (۲) اسلام میں زمانۂ جاہلیت کے طریقوں کو ڈھونڈنے والے (۳) کسی مسلمان کے خونِ ناحق کے طلبگار تاکہ اسکی خونریزی کریں۔

غور فرمایئے کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین قسم کے لوگوں سے سخت نفرت ہے جن میں سر فہرست وہ لوگ ہیں جو حرم میں بیٹھ کر الحاد و کج روی پھیلاتے ہیں۔ بڑی بدقسمتی اور المیہ ہے کہ اس دور پُر فتن میں جب کہ مسلمان مصائب و آلام میں گھرے ہوئے اور ہر چہار طرف سے طاغوت کے نرغے میں ہیں کچھ لوگ جو اپنے آپ کو "اہلحدیث" اور "غیر مقلد" کہلاتے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ قرآن و حدیث پر بلا شرکتِ غیرے وہی عمل کرتے ہیں جو آجکل عرب امراء بالخصوص سعودی شیوخ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ بجائے اس کے کہ حرمین شریفین میں بیٹھ کر دین متین کی کوئی خاطر خواہ خدمت کرتے الٹا

اس کی بنیادوں کو کھنہ کر رہے ہیں، ائمہ مجتہدین خاص کر امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں، صوفیا رکرام پر کیچڑ اچھال رہے ہیں، اکابر اولیاء اللہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ عبدالحق، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ اور اکابر علماء دیوبند کو نام بنام قبر پرست، مشرک اور بے دین قرار دے رہے ہیں العیاذ باللہ، اپنے مزعومات اور خود ساختہ افکار و نظریات کو دین بنا کر زبردستی لوگوں پر ٹھونس رہے ہیں، عوام الناس کو فقہ و فقہاء، تصوف اور صوفیا سے نفرت دلا رہے ہیں، یہ باتیں اگر سنی سنائی ہوتیں تو ان پر شک و شبہ کیا جا سکتا تھا لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ وہاں سے جو کتابیں اور لٹریچر چھپ کر آ رہا ہے وہ اس کی گواہی دے رہا ہے، وہاں سے چھپ کر آنیوالی دو کتابوں کی نشاندہی ہم اپنی سابقہ تحریروں میں بھی کر چکے ہیں ان میں سے پہلی کا نام "جهود علماء الحنفية في ابطال عقائد القبورية والوثنية" ہے، دوسری کا نام "الشيخ عبد القادر جيلاني وآراءه الاعتقادية والصوفية" ہے، ان دونوں کتابوں کے نام بظاہر بڑے خوشنما ہیں لیکن ان کے اندر وہ زہر بھرا ہوا ہے کہ الامان والحفیظ، ان کتابوں میں اہل اللہ کا نام لے کر تبرّیٰ کیا گیا ہے، اور ان کے بارے میں وہ زبان استعمال کی گئی ہے جس کی کسی بازاری سے بھی توقع نہیں کی جا سکتی۔ دل تو نہیں چاہتا کہ اس کے ذکر سے ان صفحات کو سیاہ کیا جائے لیکن قارئین کو ان حضرات کی کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی زبان اور ان کا جارحانہ انداز دکھانے کیلئے مشتے نمونہ از خروارے چند عبارت ذکر کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

ڈاکٹر شمس الدین سلفی غیر مقلد ائمہ اربعہ کے مقلدین کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

ان كثيرا بل اكثر من ينتمون الى المذاهب الاربعة من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة قبورية (جهود علماء الحنفية	بیشک بہت سے لوگ بلکہ اکثر لوگ جو مذاہب اربعہ یعنی حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی طرف منسوب ہیں وہ قبر پرست ہیں۔

ص ۱۹م ۱۷)

غور فرمائیے ائمہ اربعہ کے مقلدین کی اکثریت کو جن میں بڑے بڑے مفسرین، محدثین

فقہاء، صوفیاء اور اہل اللہ آتے ہیں سلفی صاحب نے انھیں بیک قلم قبر پرست اور بالفاظ دیگر مشرک قرار دے دیا ہے۔

سلفی صاحب اہل تصوف کے بارے میں لکھتے ہیں :

الامر الثامن فی تحقیق ان الصوفیة قبوریة (ص ۱۸ج ۱) — آٹھواں امر اس بات کی تحقیق میں ہے کہ صوفیہ قبر پرست ہیں۔

مزید ارشاد ہوتا ہے :

بل هم اشنع قبورية هذه الامة على الاطلاق وابشعها، فهم ملاحدة اتحادية وزنادقة حلولية يعبدون القبور واهلها على طريقة الوثنية (ص ۱۹ج ۱) — بلکہ علی الاطلاق یہ اس امت کے سب سے بدترین قبر پرست ہیں، یہ ملحد ہیں۔ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں، زندیق ہیں، تناسخ کے قائل ہیں یہ قبروں اور قبر والوں کی بت پرستوں کے طریقہ پر پوجا کرتے ہیں۔

مشہور حافظ حدیث ابن حجر ہیتمی مکی ؒ کے بارے میں لکھتے ہیں :

الخرافی بل الوثنی صاحب کتاب وثنی "الجوهر المنظم فی زیارة القبر المعظم" (ج ۲ ص ۶۷۸) — یہ شخص خرافاتی بلکہ بت پرست ہے اس کی مشرکانہ کتاب کا نام "الجوهر المنظم فی زیارة القبور المعظم" ہے۔

چونکہ اس کتاب میں علامہ ہیتمیؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کیلئے سفر کرنا مستحب ہے بس اتنی سی بات پر ان سلفی صاحب نے علامہ ہیتمیؒ کو اسلام سے باہر کر دیا ہے۔

محدث قسطلانی شافعیؒ شارح بخاری کے بارے میں لکھتے ہیں :

وقع فی طامتین خرافة قبورية وخيانة علمية (ج ۲ ص ۷۰۰) — قسطلانی دو آفتوں میں پڑ گیا، قبوری بکواس میں اور علمی خیانت میں۔

علامہ سیوطیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں :

"جامع لافکار صوفیة الی خرافات القبوریۃ" (ج ۲ ص ۱۲ ۴)	یہ شخص قبر پرستی کی خرافات کے ساتھ ساتھ صوفیانہ خیالات کا بھی جامع تھا۔

حضرت امام غزالیؒ کے بارے میں یوں گوہر افشانی کرتے ہیں

حجۃ الاسلام القبوریۃ والجهمیۃ والصوفیۃ فی آن واحد" (ج ۲ ص ۴۹۵)	غزالی قبر پرستوں جہمیوں اور صوفیوں کا بوقت واحد حجۃ الاسلام ہے۔

آپ کی کتاب احیاء العلوم کے بارے میں لکھتے ہیں :

"کتاب صوفی قبوری خرافی (ج ۲ ص ۴۹۹)	احیاء العلوم کتاب صوفیانہ ہے قبر پرستی والی ہے اور بکواس ہے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ کے بارے میں زہر اگلتے ہیں :

"امام الصوفیۃ المولویۃ....الحنفی الصوفی الاتحادی الخرافی (ج ۲ ص ۸)	رومی طبقہ صوفیہ مولویہ کا امام، حنفی صوفی وحدت الوجود کا قائل خرافات بکنے والا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے بارے میں لکھتے ہیں :

"امام الصوفیۃ القبوریۃ الچشتیۃ" (ج ۲ ص ۱۱۴۱)	چشتی قبر پرست صوفیوں کا امام ہے۔

آپ کی قبر مبارک کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"قبرہ وثن یعبدہ اهل الهند ویحجون الیہ" (ایضاً)	اس کی قبر بت ہے جس کی ہندوستان والے پوجا کرتے ہیں اور اس کی طرف حج کیلئے جاتے ہیں۔

شیخ جمال الدین بغدادی حنبلیؒ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

"لکنہ خرافی قبوری صوفی فھو من قبوریۃ الحنابلة" (ج ۲ ص ۲۱۴)	خرافاتی، قبر پرست صوفی ہے، حنبلی قبر پرستوں میں سے ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :

"ماتریدی صلب، صوفی کبیر	سخت قسم کا ماتریدی بڑا صوفی مشہور

قبوری مشهور" (ج ۲ ص ۶۰۸) قبر پرست ہے ۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے ؛

"کان صوفیا نقشبندیا" یہ نقشبندی صوفی تھا ۔

سلفی صاحب آپ کی ایک عبارت نقل کر کے اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں ؛

"تدبر ایها المسلم الی هذه الوثنية السافرة" (ج ۲ ص ۸۳۰) اے مسلمان تو اس کھلی ہوئی بت پرستی کو غور سے دیکھ ۔

حضرت شیخ محی الدین بن عربی رح کے بارے میں سلفی صاحب تمام اخلاق حدوں کو پامال کرتے ہوئے یوں زہر اگلتے ہیں :

"الملحد، الزندیق، الاتحادی والالحادی (ج ۲ ص ۱۴۹۱) ملحد، زندیق، وحدت الوجود کا قائل الحاد و بے دینی پھیلانے والا ۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ابن عربی تو شیخ اکفر (سب سے بڑا کافر) کہنا زیادہ مناسب ہے اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیے ۔

"ملحد حری بان یسمی الشیخ الاکفر" (ج ۲ ص ۱۰۰۵) ابن عربی ملحد اس لائق ہے کہ اس کا نام شیخ اکفر رکھا جائے ۔

حضرت مجدد صاحب کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں ان کے ذکر سے بھی قلم کانپتا ہے ۔ اس کتاب میں ان اکابر کے علاوہ پچاسیوں علماء کا نام لے لے کر اسی قسم کے کفر و شرک کا فتویٰ ان پر لگایا گیا ہے ۔

اکابر علماء دیوبند اور ان کے متبعین پر بھی کفر و شرک کے تیر برسائے گئے ہیں اور نام لے لے کر اکابر دیوبند پر سب و شتم کیا گیا ہے ۔ اکابر دیوبند سے متعلق چند عبارات ملاحظہ فرمائیے ۔

سلفی صاحب حضرت نانوتوی رح کے بارے میں لکھتے ہیں :

"کان من الصوفية الخرافية القبورية وهو امام الديوبندية على الاطلاق" (ج ۲ ص ۶۱۳) وہ قبر پرستوں خرافاتیوں اور صوفیہ میں سے تھا وہ دیوبندیوں کا امام مطلق ہے ۔

حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں لکھا ہے :

"وہ حنفی، صوفی، نقش بندی ہے، دیوبندیوں کے بڑے اماموں میں سے ایک ہے دیوبندیوں نے اس کے بارے میں کشف وکرامت کے عجیب عجیب قصے گڑھے ہیں، مثلاً انھیں غیب کی اطلاع تھی، کائنات میں تصرف کرتے تھے" (ج ۲ ص ۶۴۸)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے بارے میں کئی جگہ بدزبانی کی ہے، ایک مثال ملاحظہ ہو:

"یہ دیوبندیوں کا امام، شیخ خلیل احمد سہارنپوری ہے بذل المجہود اور المہند کتب کا مصنف ہے۔ المہند اس کی قبوری، مشرکانہ صوفیانہ خرافاتی کتاب ہے جو تمام دیوبندیوں کیلئے باعثِ شرم ہے" (ج ۲ ص ۶۳۱)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے :

"وہ عبدالحق کا لڑکا ہے، دیوبندیوں کے بڑے اماموں میں سے ہے، صوفی خرافاتی ہے، اس کے یہاں خیر کثیر بھی ہے اور اڑنے والی چنگاری بھی، قبر پرستوں کے خلاف اس کی عبارتیں بھی ہیں جس پر اس کا شکریہ ادا کیا جائیگا لیکن اس کے برعکس وہ صوفیانہ قبر پرستانہ بلکہ مشرکانہ وحدۃ الوجودی اور خرافاتی خیالات رکھتا تھا" (ایضاً)

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے بارے میں یوں زہر اگلا ہے :

"حنفی متعصب هالك ماتريدي متهالك نقشبندي حالك" (ج ۱ ص ۵۲۰)	وہ متعصب ہلاک ہونے والا حنفی ہے، ماتریدی ہے، گہرے قسم کا نقش بندی ہے۔
"كان عدوا للدعوة السلفية وأئمتها" (ج ۱ ص ۵۲۰)	وہ سلفی اماموں اور سلفی دعوت کا سخت دشمن تھا۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بارے میں اپنے بغض کا یوں اظہار کیا ہے :

"حسین احمد الملقب عند الدیوبندیة بشیخ الاسلام احد کبار ائمة الدیوبندیة واحد مشاهیر القبوریة الخرافیة واحد اعداء الالداء للدعوة السلفیة وائمتها ..... وکان له اهتمام بالاستغاثة برسول الله صلی الله علیه وسلم .... وکتاباه الشهاب الثاقب ونقش الحیاة دعوة للوثنیة کان شدید العداوة لائمة الدعوة قبیح الشتائم لهم والغانیهم"

(ج ۱ ص ۵۲۱ - ۵۲۲)

حسین احمد جو دیوبندیوں کے نزدیک شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب ہے یہ دیوبندیوں کے اماموں میں سے ایک ہے، خرافاتی، قبر پرست جماعت کا ایک مشہور شخص ہے۔ سلفی دعوت اور سلفی اماموں کے سخت دشمنوں میں سے ایک دشمن ہے، وہ صوفیانہ باطل لوگوں اور قبوری خرافات کی دعوت دینے والا تھا۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کرنے کا اہتمام تھا۔ اس کی دونوں کتابیں شہاب ثاقب اور نقش حیات بت پرستی کی دعوت دینے والی ہیں ائمہ دعوت کا شدید دشمن تھا ان کو بری بری گالیاں دینے والا تھا۔ ان کی برائیوں میں لگا رہتا تھا۔

قارئین محترم! یہ صرف ایک کتاب کے چند اقتباسات ہیں جو آپ کی نذر کئے گئے ہیں دوسری کتاب پوری کی پوری شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کی توہین و تذلیل سے بھری ہوئی ہے اس میں انھیں بدعتی، قبر پرست قرار دیا گیا ہے، اس کتاب کا صرف ایک اقتباس ذکر کر کے ہم آگے چلتے ہیں مصنف لکھتے ہیں:

"وفی الختام ونحن امام هذا القدر الکبیر من البدع العلمیة التی وقع فیها الشیخ الجیلانی

آخر میں جبکہ ہمارے سامنے شیخ عبدالقادر جیلانی کی بدعتیں اس قدر زیادہ ہیں جن میں وہ پڑے ہوئے تھے۔ ہمارے

ود دنعما فی مؤلفہ لا یسعنا　　　　بس یں صرف یہی ہے کہ ہم ان کیلئے
الا ان ندعولہ بالمغفرۃ والعفو　　　　دعاء مغفرت کریں ۔

(ص ۴۷۶)

قارئین آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ان کتابوں میں سے پہلی کتاب مدینہ یونیورسٹی کے ایک پی ایچ ڈی کے مقالہ نگار نے لکھی ہے اور دوسری ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ کے پی ایچ ڈی کے مقالہ نگار نے لکھی ہے ۔

۶　عقل بسوخت زحیرت کہ ایں چہ بو العجبی ست

پاکستان کے ایک غالی و متعصب غیر مقلد نے " دیوبندیت " کے نام سے کتاب لکھی تھی جس میں اس نے دجل و تلبیس اور خیانت و تحریف سے کام لیتے ہوئے اکابر علمار دیوبند کو مشرک اور قبر پرست ثابت کیا تھا اور ان کے سر وہ عقائد تھوپے تھے کہ پناہ بخدا ۔ یہ غالی غیر مقلد اپنی کتاب سعودیہ لے گیا اور وہاں اس کا ترجمہ عربی میں کروا کر عرب شیوخ اور عوام میں مفت تقسیم کی تاکہ علمار دیوبند کے خلاف ان کے اذہان کو بدظن کیا جاسکے ۔

مدینہ طیبہ میں شاہ فہد کمپلیکس کے زیر اہتمام تفسیر عثمانی جو اکابر علمار دیوبند کی تصنیف ہے سعودی علمار کی مشاورت کے بعد شاہ فہد کی اجازت سے شائع کر کے دنیا کے کونے کونے سے آنیوالے حجاج کرام کو تحفۃً دی جارہی تھی یہ تفسیر ہند و پاک میں سب سے زیادہ شائع ہونے والی غیر متنازع تفسیر ہے، اس کی اشاعت سعودیہ سے ہوئی تو غیر مقلدین کو یہ امر خار کی طرح کھٹکنے لگا انھوں نے سر توڑ کوشش کر کے اس پر پابندی لگوائی اور اپنے مجتہد سے نئی تفسیر لکھوا کر اس کے شائع کرانے کا اہتمام کروایا ۔ یہ نئی تفسیر انتہائی متنازع ہے اس میں صفحہ اول ہی سے اختلافی مسائل کو لکھا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ تفسیر بجائے اس کے کہ حجاج کے لئے دینی رہنمائی کا سبب بنتی گھر گھر لڑائی جھگڑے اور سر پھٹول کا سبب بن رہی ہے ۔

جدہ ایرپورٹ پر غیر مقلد تعینات ہیں اور وہاں آنے والی اہل حق کی کتابوں کو ہر طرح کے حیلوں سے روک رہے ہیں تاکہ یہ کتابیں حرمین شریفین نہ پہنچیں اور کسی طرح عرب شیوخ اُن کے

مکروفریب سے آگاہ نہ ہوجائیں۔ جبکہ خود اپنے مسائل پر مشتمل کتابیں آنے والے حجاج وزائرین کو زبردستی تھماتے ہیں جن کو پڑھ کر سادہ لوح عوام اپنے حج وعمرہ کے افعال کو برباد کرلیتے ہیں، اور واپسی پر ان کو اپنے عقائد ونظریات پر مشتمل کتابیں دیکر ان کے عقائد ونظریات کو خراب کرتے ہیں۔

یہ لوگ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازوں پر کھڑے ہوکر علی الاعلان احناف پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور کوئی منع کرنے تو لڑنا شروع کردیتے ہیں، یہی حال حرم کعبہ کا ہے وہاں مسجد حرام میں درس کی آڑ میں فقہ کے خلاف ہرزہ سرائی ائمہ مجتہدین کی تجہیل اور ان کے متبعین کی تذلیل وتفسیق کے محبوب مشغلے میں مصروف رہتے ہیں۔ معروف شاہراہوں پر دیکھئے تو ان کی گاڑیوں کی گاڑیاں اسپیکر لگا کر حرام، شرک، بدعت کے گولے برسارہی ہوتی ہیں۔ یہ وہ حالات ہیں جن سے کوئی بھی حق کا پرستار اور دین کا درد رکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، انہی حالات نے ہندوستان کے علما کو احتجاج پر مجبور کیا اور انھوں نے ”آل انڈیا تحفظ سنت کانفرنس“ کے ذریعہ سعودیہ کے ارباب حل وعقد کو جھنجھوڑا کہ اگر یہی حالات رہے تو وہ دن دور نہیں کہ عوام الناس سعودی حکمرانوں سے بدظن ہوکر ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے لگیں اہل ہند کے اس احتجاج کا کچھ نہ کچھ اثر ہوا اور شنید ہے کہ وہاں کچھ حالات میں تبدیلی آنے لگی ہے۔

الغرض یہی حالات ہیں جنھوں نے مولانا غازی پوری کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ سعودیہ کے اس طبقہ کو جن کے دل میں دین کا اور اہل دین کا کسی درجہ میں درد ہے انھیں غیرمقلدین کے جارحانہ کارروائیوں سے مطلع کریں اور انھیں بتلائیں کہ جن حضرات کی آپ پشت پناہی میں لگے ہوئے ہیں (جو آپ کی دولت کے بل بوتے پر اپنی مسندیں سجائے اور دکانیں چمکائے بیٹھے ہیں) خود ان کے اور ان کے بڑوں کے نظریات کیا تھے۔

آج کل غیرمقلدین شد ومد کے ساتھ اپنا تعلق سعودی شیوخ وامراء کے ساتھ جوڑنے کی کوشش میں ہیں اور ہر طرح کے حیلے حوالے سے انھیں یہ باور کروا رہے ہیں کہ سعودی شیوخ وامراء کے عقائد ونظریات اور ان کے نظریات بالکل ایک ہیں حالانکہ یہ محض دھوکہ ہے حقیقت کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں، غیرمقلدین بھی اس حقیقت سے آشنا ہیں لیکن مفاد پرستی اور ذاتی اغراض

نے انھیں اس دھوکہ دہی پر لگار کھا ہے، مولانا غازی پوری نے اپنی کتاب "تحفۃ مع اللامذھبیۃ" میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ سعودی شیوخ و امراء اور غیر مقلدین کے نظریات میں زمین و آسمان کا فرق ہے، مولانا غازی پوری نے بتلایا ہے کہ :

(۱) سعودی شیوخ و امراء شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک و دعوت کے حامی اور اس کے علمبردار ہیں جب کہ غیر مقلدین کے اکابر شیخ کا تذکرہ انتہائی حقارت کے ساتھ کرتے ہیں، ان سے صاف طور پر اپنی برات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے عقائد کا رد کرتے ہیں۔

(۲) نظریہ وحدۃ الوجود کے موجد شیخ محی الدین بن عربی پر شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے متبعین انتہائی شدید تنقید کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ انھیں مسلمان ماننے کیلئے بھی تیار نہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر ان سے انتہائی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے کلام سے استدلال کرتے ہیں حشر میں ان کے ساتھ اٹھنے کی تمنا کرتے ہیں ان کے شطحیات کی تاویل کرتے ہیں۔

(۳) تصوف کا کیا حکم ہے ؟ علامہ ابن تیمیہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور عام سلفیوں کا موقف اس سلسلہ میں ان کی کتابوں میں بہت صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ موجودہ مروجہ تصوف بدعت ہے جب کہ غیر مقلدین کے اکابر تصوف سے صرف اپنی وابستگی ہی نہیں بلکہ دل بستگی کا اظہار کرتے ہیں، اشغال و اعمالِ صوفیہ کو اپناتے ہیں پیری مریدی کرتے ہیں، الہام اور کشف و کرامات کے قائل ہیں۔

(۴) علامہ ابن تیمیہ، ان کے اصحاب نیز عرب سلفی مشائخ کے نزدیک تعویذ گنڈوں اور دیگر عملیات کے ذریعہ مصیبتوں، بیماریوں اور آفتوں کو دور کرنا خالص مشرکانہ عمل ہے جبکہ غیر مقلدین کے اکابر اس کے قائل و فاعل ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے باقاعدہ تعویذ گنڈوں سے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جو "کتاب التعویذات" کے نام سے عام ملتی ہے۔

(۵) قبروں کی دربانی اور مجاوری مشائخ نجد و حجاز کے یہاں خالص مشرکانہ عمل ہے لیکن غیر مقلدین کے اکابر اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے وہ قبروں سے حصول برکت اور حصول فیض کے

قائل ہیں۔

(۶) سلفی حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آپ کے حق یا آپ کے جاہ و مرتبہ سے وسیلہ پکڑنے کو جائز نہیں سمجھتے لیکن غیر مقلدین کے اکابر علی الاطلاق توسل کے جواز کے قائل ہیں۔

(۷) علامہ ابن تیمیہ اور ان کی جماعت کا مذہب ہے کہ بہ نیتِ ثواب اسلامی یادگاروں انبیاء و صلحاء کی قبروں بلکہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی بھی جگہ کیلئے شدِ رحال رخت سفر باندھنا جائز نہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر اس کے جواز کے قائل ہیں۔

(۸) علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب انبیاء، و اولیاء کو پکارنے اور ان سے استغاثہ کرنے کے سخت خلاف ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر نہ صرف اس سے قائل بلکہ فاعل بھی ہیں۔

(۹) علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد عبدالوہاب اقوال صحابہ، تفاسیر صحابہ، نیز صحابہ کرام کے فتاویٰ کو حجت قرار دیتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اصول میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اقوالِ صحابہ، تفاسیر صحابہ اور صحابہ کرام کے فتاویٰ حجت نہیں ہیں۔

(۱۰) علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد عبدالوہاب اور ان کے متبعین اجماع صحابہ کو حجت گردانتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر اجماع کو حجت نہیں سمجھتے۔

(۱۱) علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے متبعین جمعہ کی اذان ثانی اور بیس رکعت تراویح کے قائل و فاعل ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر و اصاغر ان کے منکر ہیں۔

(۱۲) شیخ محمد بن عبدالوہاب تقلید کے قائل ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر و اصاغر تقلید کو بدعت و ضلالت قرار دیتے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی چیزیں مولانا نے دکھلائی ہیں جن میں غیر مقلدین اور سعودی شیوخ و امراء کا شدید اختلاف ہے طوالت کے خوف سے ہم انھیں پس انداز کر رہے ہیں۔

مولانا غازی پوری دامت برکاتہم کی یہ کتابیں طبع ہو کر جب عرب علماء، و شیوخ کے پاس کسی نہ کسی طرح پہنچیں تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی، غیر مقلدین اس صورت حال سے پریشان ہوئے اور انھوں نے مولانا کی ان کتابوں کے رد لکھنے شروع کر دیئے جن میں انھوں نے مولانا کے

بے نقط سنائیں اور یہ الزام لگایا کہ مولانا نے حوالوں میں خیانت سے کام لیا ہے۔ مولانا غازیپوری نے اپنے بعض مخلصین کے مشورہ پر یہ تیسری کتاب عربی میں لکھی جس کا نام "صور تنطق" ہے جس کا مطلب ہے تصویریں بولتی ہیں، بالفاظ دیگریوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ لیجئے ثبوت حاضر ہیں، اس کتاب میں مولانا نے ایک تو اپنی سابقہ کتب میں دیئے جانے والے حوالوں کے ثبوت اصل کتابوں کے صفحات کے عکس لے کر لگا دیئے ہیں جن سے انکار ناممکن ہے، دوسرے غیر مقلدین کے کچھ مزید معتقدات بھی باحوالہ بیان کر دیئے ہیں، اس طرح یہ کتاب رد غیر مقلدین پر کام کرنے والے حضرات کے لئے بالخصوص جن کے پاس اصل حوالجاتی کتابیں نہیں ہیں ان کیلئے ایک دستاویزی کتاب بن گئی ہے جو انھیں ہر مقام پر کام آسکتی ہے۔ ہم اس پر ایک تو مولانا کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے اہل حق کی جانب سے دفاع عن الحق کا فریضہ انجام دیا۔ دوسرے ان کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ خود یا اپنے کسی شاگرد سے اس کا اردو میں ترجمہ کروا کر شائع کریں تاکہ اردو خواں حضرات بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ آخر میں بارگاہ الٰہی میں التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس سعی و محنت کو قبول و منظور فرما کر مولانا کے درجات میں ترقی اور امت کے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

(ف ـ ا)

mdajmalansari52@gmail.com

قارئین توجہ فرمائیں

مدیر زمزم سے آپ اس نمبر پر رابطہ قائم ہو سکے گا۔

9453497685

9889572855